تفسیرِ ابنِ کثیر

عصرِ حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

جدید محقق ایڈیشن

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

6	5	4	3	2	1



تالیف
حافظ عماد الدین ابنِ کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام
تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

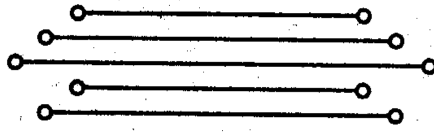


ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com



ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا
لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝٣١

تم میں سے جوکوئی اللہ کی اوراس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی ہم اسے دوہرا اجر دیں گے اوراس
کے لئے ہم نے بہترین روزی تیار کر رکھی ہے ○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے عدل وفضل کا بیان فرمارہا ہےاورحضور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب کر کے فرمارہاہے کہ تمہاری اطاعت گزاری اور نیک کاری پر تمہیں دگنا اجر ہے۔اور تمہارے لئے جنت میں باعزت روزی ہے۔کیونکہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ آپ کی منزل میں ہوں گی۔اورحضور ﷺ کی منزل اعلیٰ علیین میں ہے جوتمام لوگوں سے بالاتر ہے۔اسی کا نام وسیلہ ہے۔یہ جنت کی سب سے اعلیٰ اورسب سے اونچی منزل ہے جس کی چھت عرش اللہ ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ
الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝٣٢ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ
تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا
يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝٣٣ وَاذْكُرْنَ
مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝٣٤

اے نبی کی بیویو!اگرتم پرہیز گاری کروتوتم مثل معمولی عورتوں کے نہیں ہوتم نرم لہجے سے بات نہ کیا کروکہ جس کے دل میں روگ ہےوہ کوئی خیال نہ کرنے لگے ہاں قاعدے کےمطابق کلام کیا کرو○اوراپنے گھروں میں قرار سے رہواور قدیم جاہلیت کےزمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کیا کرونمازادا کرتی رہوزکوۃ دیتی رہواوراللہ اوراس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو۔اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھروالیوتم سے وہ ہرقسم کی لغوبات کودورکردے اورتمہیں خوب صاف کردے○تمہارے گھروں میں اللہ کی جوآیتیں اوررسول کی جوحدیثیں پڑھی جاتی ہیں یادرکھویقیناً اللہ تعالیٰ لطف کرنے والاخبردار ہے○

خواتین کے لیے بہترین آداب: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی بیویوں کوآداب سکھاتا ہے۔اور چونکہ تمام عورتیں انہی کے ماتحت ہیں۔اس لئے یہ احکام سب مسلمان عورتوں کے لئے ہیں پس فرمایا کہ تم میں سے جوپرہیزگاری کریں وہ بڑی فضیلت اورمرتبے والی ہیں۔مردوں سے جب تمہیں کوئی بات کرنی پڑےتوآوازبنا کربات نہ کرو کہ جن کے دلوں میں روگ ہے انہیں طمع پیدا ہو۔بلکہ بات اچھی اور مطابق بدستور کرو۔پس عورتوں کو غیر مردوں سے نزاکت کےساتھ خوش آوازی سے باتیں کرنی منع ہیں۔گھل مل کر وہ صرف اپنے خاوندوں سے ہی

کلام کرسکتی ہیں۔ پھر فرمایا بغیر کسی ضروری کام کے گھر سے باہر نہ نکلو۔ مسجد میں نماز کے لئے آنا بھی شرعی ضرورت ہے جیسے کہ حدیث میں ہے اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ لیکن انہیں چاہئے کہ سادگی سے جس طرح گھروں میں رہتی ہیں اسی طرح آئیں۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ ان کے لئے ان کے گھر بہتر ہیں۔ [2] بزار میں ہے کہ عورتوں نے حاضر ہو کر رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ جہاد وغیرہ کی کل فضیلتیں مرد ہی لے گئے۔ اب آپ ہمیں کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے ہم مجاہدین کی فضیلت کو پاسکیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے گھر میں پردے اور عصمت کے ساتھ بیٹھی رہی وہ جہاد کی فضیلت پالے گی۔ [3] ترمذی وغیرہ میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے۔ جب یہ گھر سے باہر قدم نکالتی ہے تو شیطان جھانکنے لگتا ہے۔ [4] یہ سب سے زیادہ اللہ کے قریب اس وقت ہوتی ہے جب کہ یہ اپنے گھر کے اندرونی حجرے میں ہو۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ عورت کی اپنے گھر کی اندرونی کوٹھڑی کی نماز گھر کی نماز سے افضل ہے اور گھر کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے۔ [5] جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرا کرتیں تھیں اب اسلام بے پردگی کو حرام قرار دیتا ہے۔ ناز سے اٹھلا کر چلنا ممنوع ہے۔ دوپٹہ گلے میں ڈال لیا لیکن اسے لپیٹا نہیں جس سے گردن اور کانوں کے زیور دوسروں کو نظر آئیں یہ جاہلیت کا بناؤ سنگھار تھا جس سے اس آیت میں روکا گیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کی دو نسلیں آباد تھیں ایک تو پہاڑ پر دوسری نرم زمین پر۔ پہاڑیوں کے مرد خوش شکل تھے عورتیں سیاہ فام تھیں اور زمین والوں کی عورتیں خوبصورت تھیں اور مردوں کے رنگ سانولے تھے۔ ابلیس انسانی صورت اختیار کر کے انہیں بہکانے کے لئے نرم زمین والوں کے

---

[1] [حسن صحیح: مسند احمد (۲/۵۲۸) ابو داؤد: کتاب الصلوۃ: باب ما جآء فی خروج النسآء الی المسجد (۵۶۵) دارمی (۱۲۸۲) ابن خزیمۃ (۱۶۷۹)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] اس کا ابتدائی حصہ صحیحین میں بھی موجود ہے، ملاحظہ فرمایئے: صحیح بخاری (۹۰۰) صحیح مسلم (۴۴۲)]

[2] [صحیح: مسند احمد (۲/۷۶) ابو داؤد: کتاب الصلوۃ: باب ما جآء فی خروج النسآء الی المسجد (۵۶۷)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف: مسند بزار (۱۴۷۵) مسند ابو یعلی (۳۴۱۶) صحیح ابن حبان (۱/۱۹۹) ابن عدی فی الکامل (۳/۱۴۴) ابن الجوزی فی العلل (۱۰۴۱)] اس میں روح بن مسیّب ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح: ترمذی: کتاب الرضاع (۱۱۷۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، المشکاۃ (۳۱۰۹) ارواء الغلیل (۲۷۳)]

[5] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الصلوۃ: باب التشدید فی ذلک (۵۷۰)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابودود] البتہ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

پاس آیا اور ایک شخص کا غلام بن کر رہنے لگا پھر اس نے بانسری کی وضع کی ایک چیز بنائی اور اسے بجانے لگا اس کی آواز پر لوگ لٹو ہو گئے اور پھر بھیڑ لگنے لگی۔ اور ایک دن میلے کا مقرر ہو گیا جس میں ہزار ہا مرد و عورت جمع ہونے لگے اتفاقاً ایک دن ایک پہاڑی آدمی بھی آ گیا اور ان کی عورتوں کو دیکھ کر واپس جا کر اپنے قبیلے والوں میں ان کے حسن کا چرچا کرنے لگا۔ اب وہ لوگ بکثرت آنے لگے اور آہستہ آہستہ ان عورتوں مردوں میں اختلاط بڑھ گیا اور بدکاری اور زنا کاری کا عام رواج ہو گیا۔

یہی جاہلیت کا بناؤ ہے جس سے یہ آیت روک رہی ہے۔ ان کاموں سے روکنے کے بعد اب کچھ احکام بیان ہو رہے ہیں کہ اللہ کی عبادت میں سے سب سے بڑی عبادت نماز ہے اس کی پابندی کرو اور بہت اچھی طرح سے اسے ادا کرتی رہو۔ اسی طرح مخلوق کے ساتھ بھی نیک سلوک کرو۔ یعنی زکوٰۃ نکالتی رہو۔ ان خاص احکام کی بجا آواری کا حکم دے کر پھر عام طور پر اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا اس اہل بیت سے ہر قسم کے میل کچیل کے دور کرنے کا ارادہ اللہ تعالیٰ کا ہو چکا ہے وہ تمہیں بالکل پاک صاف کر دے گا یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ان آیتوں میں اہل بیت میں داخل ہیں۔ اس لئے کہ یہ آیت انہی کے بارے میں اتری ہے۔ آیت کا شان نزول تو آیت کے حکم میں داخل ہوتا ہی ہے گو بعض کہتے کہ صرف وہی داخل ہوتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں وہ بھی اور اس کے سوا بھی۔ اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ صحیح ہے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تو بازاروں میں منادی کرتے پھرتے تھے کہ یہ آیت نبی ﷺ کی بیویوں ہی کے بارے میں خاصتاً نازل ہوئی ہے۔ (ابن جریر)

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تو یہاں تک فرماتے تھے کہ جو چاہے مجھ سے مباہلہ کر لے۔ یہ آیت حضور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اس قول سے اگر یہ مطلب ہے کہ شان نزول یہی ہے اور نہیں۔ تو یہ تو ٹھیک ہے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اہل بیت میں اور کوئی ان کے سوا داخل ہی نہیں تو اس میں نظر ہے وہ اس لئے کہ احادیث سے اہل بیت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سوا اوروں کا داخل ہونا بھی پایا جاتا ہے۔

مسند احمد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے لئے جب نکلتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر پہنچ کر فرماتے اے اہل بیت نماز کا وقت آ گیا ہے پھر اسی آیت تطہیر کی تلاوت کرتے۔ [1] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔

ابن جریر کی ایک اسی حدیث میں سات مہینے کا بیان ہے اس میں ایک راوی ابوداؤد اعمی نفیع بن حارث کذاب ہے یہ روایت ٹھیک نہیں۔ [2]

---

[1] [ضعیف : مستدرك حاکم (۳/۱۵۸) مسند احمد (۳/۲۵۹) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورة الاحزاب (۳۲۰۶) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸٤۸۹)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[2] [ضعیف جدا : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸٤۹۱)] اس میں ابوداود نخعی ضعیف ہے۔]

مسند میں ہے شداد بن عمار کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت وہاں کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا وہ آپ کو برا بھلا کہہ رہے تھے میں نے بھی ان کا ساتھ دیا جب وہ لوگ گئے تو مجھ سے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے؟ میں نے کہا ہاں میں نے بھی سب کی زبان میں زبان ملائی۔ تو فرمایا سن میں نے جو دیکھا ہے تجھے سناتا ہوں میں ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں گئے ہوئے ہیں میں ان کے انتظار میں بیٹھا رہا تھوڑی دیر میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت علی اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بھی ہیں دونوں بچے آپ کی انگلی تھامے ہوئے تھے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تو اپنے سامنے بٹھالیا اور دونوں نواسوں کو اپنے گھٹنوں پر بٹھالیا اور ایک کپڑے سے ڈھک لیا پھر اسی آیت کی تلاوت کر کے فرمایا اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے اہل بیت زیادہ حقدار ہیں۔ (1) دوسری روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے یہ دیکھ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہوں آپ نے فرمایا تو بھی میرے اہل میں سے ہے۔ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان میرے لئے بہت ہی بڑی امید کا ہے۔ (2) اور روایت میں ہے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جو حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم آئے آپ نے اپنی چادر ان پر ڈال کر فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں یا اللہ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں پاک کر دے میں نے کہا میں بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں تو بھی۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ میرا مضبوط عمل یہی ہے۔ (3) مسند احمد میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حریرے کی ایک پتیلی بھری ہوئی لے کر آئیں۔ آپ نے فرمایا اپنے میاں کو اپنے دونوں بچوں کو بھی بلالو۔ چنانچہ وہ بھی آگئے اور کھانا شروع ہوا آپ اپنے بستر پر تھے خیبر کی ایک چادر آپ کے نیچے بچھی ہوئی تھی۔ میں حجرے میں نماز ادا کر رہی تھی جو یہ آیت اتری پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر انہیں اوڑھا دی اور چادر میں سے ایک ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف اٹھا کر یہ دعا کی کہ الٰہی یہ میرے اہل بیت اور حمایتی ہیں تو ان سے ناپاکی دور کر اور انہیں طاہر کر میں نے اپنا سر گھر میں سے نکال کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بھی آپ سب کے ساتھ ہوں۔ آپ نے فرمایا یقیناً تو بہتری کی طرف ہے فی الواقع تو خیر کی طرف ہے۔ (4) اس روایت کے راویوں میں عطا کے استاد کا نام

---

(1) [صحیح: مسند احمد (۱۰۷/٤) ابن ابی شیبة فی المصنف (۵۰۱/۷) بیهقی فی السنن الکبری (۱۵۲/۲) مستدرك حاکم (۱٤۷/۳) مسند ابو یعلی (۷٤۸٦) طبرانی کبیر (۲٦۷۰)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱٦۹۸۸)]

(2) [صحیح: تفسیر ابن جریر الطبری (۷۰٦/۲۲) طبرانی کبیر (۱۳۷/۲٤) عبد الرزاق (۹۷۸۱)]

(3) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸٤۹۳)] اس کی سند میں کلثوم بن زید راوی ضعیف ہے۔]

(4) [صحیح: مسند احمد (۲۹۲/٦) نسائی فی السنن الکبری (٤٦۰/۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲٦۵۰۸)]

نہیں جو معلوم ہو سکے کہ وہ کیسے راوی ہیں باقی راوی ثقہ ہیں۔ دوسری سند سے انہی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا آیت تطہیر تو میرے گھر میں اتری ہے۔ آپ میرے ہاں آئے اور فرمایا کسی اور کو آنے کی اجازت نہ دینا۔ تھوڑی دیر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ اب بھلا میں بیٹی کو باپ سے کیسے روکتی؟ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے نواسے کو نانا سے کون روکے؟ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے۔ میں نے انہیں بھی نہ روکا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے میں انہیں بھی نہ روک سکی۔ جب یہ سب جمع ہو گئے تو جو چادر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوڑھے ہوئے تھے اسی میں اب سب کو لے لیا اور کہا الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے پلیدی دور کر دے اور انہیں خوب پاک کر دے۔ پس یہ آیت اس وقت اتری جب کہ یہ چادر میں جمع ہو چکے تھے میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی؟ لیکن اللہ جانتا ہے آپ اس پر خوش نہ ہوئے اور فرمایا تو خیر کی طرف ہے۔ مسند احمد کی اور روایت میں ہے کہ میرے گھر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو خادم نے آ کر خبر دی کہ فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہما آ گئے ہیں تو آپ نے مجھ سے فرمایا ایک طرف ہو جاؤ میرے اہل بیت آ گئے ہیں۔ میں گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گئی جو دونوں ننھے بچے اور یہ دونوں صاحب تشریف لائے۔ آپ نے دونوں بچوں کو گودی میں لے لیا پیار کیا اور ایک ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گردن میں دوسرا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گردن میں ڈال کر ان دونوں کو بھی پیار کیا اور ایک سیاہ چادر سب پر اوڑھا کر فرمایا یا اللہ تیری طرف نہ کہ آگ کی طرف میں اور میری اہل بیت۔ میں نے کہا میں بھی؟ فرمایا ہاں تو بھی۔ [1] اور روایت میں ہے کہ میں اس وقت گھر کے دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی اور میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا تو بھلائی کی طرف ہے اور نبی کی بیویوں میں سے ہے۔ [2] اور روایت میں ہے میں نے کہا مجھے بھی ان کے ساتھ شامل کر لیجئے۔ تو فرمایا تو میری اہل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ چادر اوڑھے ہوئے ایک دن صبح ہی صبح نکلے اور ان چاروں کو اپنی چادر تلے لے کر یہ آیت پڑھی (مسلم وغیرہ) [3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرتبہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے ان کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھی جو سب سے زیادہ آپ کی محبوب تھی۔ پھر چادر کا واقعہ بیان فرما کر فرمایا میں نے قریب جا کر کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بھی آپ کے اہل بیت سے ہوں آپ نے فرمایا دور رہو تم یقیناً خیر پر ہو۔ (ابن ابی حاتم) حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اور ان چاروں کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ [4] اور سند سے یہ ابوسعید رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہونا مروی ہے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (٦/٢٩٦) طبرانی کبیر (٢٣/٣٩٣)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (٢٥٣٢٩)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (٦/٣٠٤) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٤٩٧)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب فضائل اهل بیت النبی (٢٤٢٤)]

[4] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٤٨٧)] اس میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتری تو آپ نے ان چاروں کو اپنے کپڑے تلے لے کر فرمایا یارب یہ میرے اہل اور میرے اہل بیت ہیں۔ (ابن جریر) [1] صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت یزید بن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اور حصین بن سیرہ اور عمر بن مسلمہ مل کر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حصین کہنے لگے اے زید! آپ کو تو بہت سی بھلائیاں مل گئیں۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی' آپ کی حدیثیں سنیں آپ کے ساتھ جہاد کیے' آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں غرض آپ نے بہت خیر و برکت پالی اچھا ہمیں کوئی حدیث تو سناؤ۔ آپ نے فرمایا بھتیجے اب میری عمر بڑی ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دور کا ہوگیا۔ بعض باتیں ذہن سے جاتی رہیں۔ اب تو ایسا کرو جو باتیں میں از خود بیان کروں انہیں تو قبول کرلو ورنہ مجھے تکلیف نہ دو۔ سنو مکے اور مدینے کے درمیان کی ایک پانی کی جگہ پر جسے خم کہا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ہمیں ایک خطبہ سنایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور وعظ و پند کے بعد فرمایا میں ایک انسان ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے اور میں اس کی مان لوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ پہلی تو کتاب اللہ جس میں ہدایت و نور ہے۔ تم اللہ کی کتاب کو لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو پھر تو آپ نے کتاب اللہ کی بڑی رغبت دلائی اور اس کی طرف ہمیں خوب متوجہ فرمایا۔ پھر فرمایا اور میری اہل بیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں تین مرتبہ یہی کلمہ فرمایا۔ تو حصین رحمہ اللہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں آپ کی اہل بیت نہیں ہیں؟ فرمایا آپ کی بیویاں تو آپ کے اہل بیت ہیں ہی۔ لیکن آپ کی اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ کھانا حرام ہے؟ پوچھا وہ کون ہیں؟' فرمایا آل علی' آل عقیل' آل جعفر' آل عباس' رضی اللہ عنہم۔ پوچھا کیا ان سب پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے؟ کہا ہاں۔ [2] دوسری سند سے یہ بھی مروی ہی کہ میں نے پوچھا کیا آپ کی بیویاں بھی اہل بیت میں داخل ہیں؟ کہا نہیں قسم ہے اللہ کی بیوی کا تو یہ حال ہے کہ وہ اپنے خاوند کے پاس گو عرصہ دراز سے ہو لیکن پھر اگر اسے طلاق دیدے تو وہ اپنے میکے میں اور اپنی قوم میں چلی جاتی ہے۔ آپ کے اہل بیت آپ کی اصل اور عصبہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ [3] اس روایت میں یہی ہے لیکن پہلی روایت ہی اولیٰ ہے اور اسی کو لینا ٹھیک ہے۔ اور اس دوسری میں جو ہے اس سے مراد صرف حدیث میں جن اہل بیت کا ذکر ہے وہ ہے کیونکہ وہاں وہ آل مراد ہے جن پر صدقہ خوری حرام ہے یا یہ کہ مراد صرف بیویاں ہی نہیں بلکہ وہ مع آپ کی اور آل کے ہیں۔ یہی بات زیادہ راجح ہے اور اس سے اس روایت اور اس سے پہلے کی روایت میں جمع بھی ہو جاتی ہے۔ اور قرآن اور پہلی احادیث میں بھی جمع ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں کہ ان احادیث کی صحت کو تسلیم کرلیا جائے۔ کیونکہ ان کی بعض اسنادوں میں نظر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ جس شخص کو نور معرفت حاصل ہو اور قرآن میں تدبر کرنے کی

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۵۰۱) اس میں بشیر بن مسمار قوی نہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل علی بن ابی طالب (۲۴۰۸) نسائی فی السنن الکبری (۸۱۷۵) مسند احمد (۳۶۶/۴)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل علی بن ابی طالب (۲۰۴۸)]

عادت ہو وہ یقیناً بیک نگاہ جان لے گا کہ اس آیت میں حضور ﷺ کی بیویاں بلا شک وشبہ داخل ہیں اس لئے کہ اوپر سے کلام ہے ان کے ساتھ اور انہی کے بارے میں چل رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد ہی فرمایا کہ اللہ کی آیتیں اور رسول کی باتیں جن کا درس تمہارے گھروں میں ہو رہا ہے انہیں یاد رکھو اور ان پر عمل کرو۔ پس اللہ کی آیات اور حکمت سے مراد بقول حضرت قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ کتاب وسنت ہے پس یہ خاص خصوصیت ہے جو ان کے سوا کسی اور کو نہیں ملی کہ ان کے گھروں میں اللہ کی وحی اور رحمت الٰہی نازل ہوا کرتی ہے اور ان میں بھی یہ شرف حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بطور اولیٰ اور سب سے زیادہ حاصل ہے کیونکہ حدیث شریف میں صاف وارد ہے کہ کسی عورت کے بستر ے پر حضور ﷺ کی طرف وحی نہیں آتی بجز آپ کے بستر ے کے۔ [1] یہ اس لئے بھی کہ حضور ﷺ نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ سے نکاح نہیں کیا تھا۔ ان کا بستر بجز رسول اللہ ﷺ کے اور کسی کے لئے نہ تھا۔ پس اس زیادتی درجہ اور بلندی مرتبہ کی وہ صحیح طور پر مستحق تھیں۔ ہاں جب کہ آپ کی بیویاں آپ کی اہل ہوئیں تو آپ کے قریبی رشتے دار بطور اولیٰ آپ کے اہل بیت ہیں۔ جیسے حدیث میں گزر چکا ہے کہ میرے اہل بیت زیادہ حقدار ہیں اس کی مثال میں یہ آیت ٹھیک طور پر پیش ہوسکتی ہے ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ﴾ [2] الخ، کہ یہ اتری تو ہے مسجد قبا کے بارے میں جیسے کہ صاف صاف احادیث میں موجود ہے۔ لیکن صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ اس مسجد سے کون سی مسجد مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا وہ میری ہی مسجد ہے یعنی مسجد نبوی۔ [3] پس جو صفت مسجد قبا میں تھی وہ صفت چونکہ مسجد نبوی میں بھی ہے اس لئے اس مسجد کو بھی اسی نام سے اس آیت کے تحت داخل کر دیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ آپ ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے کہ بنو اسد کا ایک شخص کود کر آیا اور سجدے کی حالت میں آپ کے جسم میں خنجر گھونپ دیا جو آپ کے نرم گوشت میں لگا جس سے آپ کئی مہینے بیمار رہے جب اچھے ہو گئے تو مسجد میں آئے ممبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا جس میں فرمایا اے عراقیو! ہمارے بارے میں اللہ کا خوف کیا کرو ہم تمہارے حاکم ہیں' تمہارے مہمان ہیں۔ ہم اہل بیت ہیں جن کے بارے میں آیت ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ﴾ الخ' اتری ہے۔ اس پر آپ نے خوب زور دیا اور اس مضمون کو بار بار ادا کیا جس سے مسجد والے رونے لگے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک شامی سے فرمایا تھا کیا تو نے سورۂ احزاب کی آیت تطہیر نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں کیا اس سے مراد تم ہو؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ بڑے لطف وکرم والا بڑے علم اور پوری خبر والا ہے اس نے جان لیا کہ تم اس کے لطف کے اہل ہو۔ اس لئے اس نے تمہیں یہ نعمتیں عطا فرمائیں اور یہ فضیلتیں تمہیں دیں۔ پس آیت کے معنی مطابق تفسیر ابن جریر یہ ہوئے کہ اے نبی کی بیویو! اللہ کی جو نعمت تم پر ہے اسے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل اصحاب النبی : باب فضل عائشہ (۳۷۷۵)]

[2] [سورۃ التوبہ: آیت ۱۰۸]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الحج : باب بیان المسجد الذی اسس علی التقوی ھو مسجد النبی بالمدینۃ (۱۳۹۸)]

تم یاد کرو کہ اس نے تمہیں ان گھروں میں کیا جہاں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت پڑھی جاتی ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اس کا شکر کرنا چاہئے اور اس کی حمد پڑھنی چاہئے کہ تم پر اللہ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے تمہیں ان گھروں میں آباد کیا۔ حکمت سے مراد سنت و حدیث ہے۔ اللہ انجام تک سے خبردار ہے۔ اس نے اپنے پورے اور صحیح علم سے جانچ کر تمہیں اپنے نبی ﷺ کی بیویاں بننے کے لئے منتخب کرلیا۔ پس دراصل یہ بھی اللہ کا تم پر احسان ہے جو لطیف و خبیر ہے ہر چیز کے جزو کل سے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ
وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ
وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ
كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبردار عورتیں راست باز مرد اور راست باز عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اپنے نفس کی نگہبانی کرنے والے مرد اور نگہبانی کرنے والی عورتیں بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ نے وسیع مغفرت اور بہت بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے ○

خواتین کے لیے خصوصی آیت: ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ کہ مردوں کا ذکر تو قرآن میں آتا رہتا ہے لیکن عورتوں کا تو ذکر ہی نہیں کیا جاتا۔ ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھی اپنے سر کے بال سلجھا رہی تھی جو میں نے حضور ﷺ کی آواز ممبر پر سنی میں نے بالوں کو یونہی لپیٹ کر حجرے میں آ کر آپ کی باتیں سننے لگی تو آپ اس وقت یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ نسائی وغیرہ۔[1] اور بہت سی روایتیں آپ سے مختصراً مروی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ چند عورتوں نے حضور ﷺ سے یہ کہا تھا[2] اور روایت میں ہے کہ عورتوں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے یہ کہا تھا۔[3] اسلام و ایمان کو الگ الگ بیان کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ ایمان اسلام کا غیر ہے۔ اور ایمان اسلام سے مخصوص و ممتاز ہے ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا﴾[4] الخ‘ والی آیت اور بخاری و مسلم کی حدیث کہ زانی زنا کے

---

[1] [**صحیح**: مسند احمد (٦/٣٠٥) نسائی فی التفسیر (٤٢٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٦٦٠٣)]

[2] [**اسنادہ ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٥١٠)] اس کی سند میں قابوس راوی ضعیف ہے۔]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٥٠٥)]

[4] [سورة الحجرات: آیت ١٤]

وقت مومن نہیں ہوتا [1] پھر اس امر پر اجماع کہ زنا سے کفر لازم نہیں آتا۔ یہ اس پر دلیل ہے اور ہم شرح بخاری کی ابتداء میں اسے ثابت کر چکے ہیں (یاد رہے کہ ان میں فرق اس وقت ہے جب اسلام حقیقی نہ ہو جیسے کہ امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کتاب الایمان میں بدلائل کثیرہ ثابت کیا ہے واللہ اعلم مترجم)

قنوت سے مراد سکون کے ساتھ اطاعت گزاری ہے جیسے ﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ﴾ [2] الخ' میں ہے اور فرمان ہے ﴿وَلَهُ مَن فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُونَ﴾ [3] یعنی آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کی فرمانبردار ہے اور فرماتا ہے ﴿يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي﴾ [4] الخ' اور فرماتا ہے ﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ﴾ [5] یعنی اللہ کے سامنے باادب فرماں برداری کی صورت میں کھڑے ہوا کرو۔ پس اسلام کے اوپر کا مرتبہ ایمان ہے اور ان کے اجتماع سے انسان میں فرماں برداری اور اطاعت گزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ باتوں کی سچائی اللہ کو بہت ہی محبوب ہے اور یہ عادت ہر طرح محمود ہے۔ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم میں تو وہ بزرگ بھی تھے جنہوں نے جاہلیت کے زمانے میں بھی کوئی جھوٹ نہیں بولا تھا' سچائی ایمان کی نشانی ہے اور جھوٹ نفاق کی علامت ہے۔ سچا نجات پاتا ہے سچ ہی بولا کرو سچائی نیکی کی طرف رہبری کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف۔ جھوٹ سے بچو' جھوٹ بدکاری کی طرف رہبری کرتا ہے اور فسق وفجور انسان کو جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ انسان سچ بولتے بولتے اور سچائی کا قصد کرتے کرتے اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ بولتے ہوئے اور جھوٹ کا قصد کرتے ہوئے اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے [6] اور بھی اس کے بارے کی بہت سی حدیثیں ہیں۔ صبر ثابت قدمی کا نتیجہ ہے۔ مصیبتوں پر صبر ہوتا ہے اس علم پر کہ تقدیر کا لکھا ٹلتا نہیں۔ سب سے زیادہ سخت صبر صدمے کے ابتدائی وقت پر ہے اور اسی کا اجر زیادہ ہے۔ پھر تو جوں جوں زمانہ گزرتا ہے خواہ مخواہ ہی صبر آ جاتا ہے خشوع سے مراد تسکین دلجمعی تواضع فروتنی اور عاجزی ہے۔ یہ انسان میں اس وقت آتی ہے جب کہ دل میں اللہ کا خوف اور رب کو ہر وقت حاضر ناظر جانتا ہو۔ اور اس طرح اللہ کی عبادت کرتا ہو جیسے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اور یہ نہیں تو کم از کم اس درجے پر وہ ضرور ہو کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ صدقے سے مراد محتاج ضعیفوں کو جن کی کوئی کمائی نہ ہو نہ جن کا کوئی کمانے والا ہو انہیں اپنا فالتو مال دینا اس نیت سے کہ اللہ کی اطاعت ہو اور اس کی مخلوق کا کام بنے۔

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المظالم : باب النھی بغیر اذن صاحبه (٢٤٧٥) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی (٥٧) ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء لا یزنی الزانی وھو مومن (٢٦٢٥) ابو داؤد : کتاب السنة : باب الدلیل علی زیادة الایمان و نقصانه (٤٦٨٩) مسند احمد (٣٧٦/٢)]

[2] [سورۃ الزمر: آیت ٩] [3] [سورۃ الروم: آیت ٢٦]

[4] [سورۃ آل عمران: آیت ٤٣] [5] [سورۃ البقرہ: آیت ٢٣٨]

[6] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب قول الله تعالی یاایھا الذین امنوا تقو الله و کونوا مع الصدیقین (٦٠٩٤) صحیح مسلم : کتاب البر و الصلة : باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضله (٢٦٠٧)]

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سایہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں ایک وہ بھی ہے جو صدقہ دیتا ہے لیکن اس طرح پوشیدہ طور پر کہ داہنے ہاتھ کے خرچ کی بائیں ہاتھ کو خبر نہیں لگتی۔ [1] اور حدیث میں ہے صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ [2] اور بھی اس بارے کی بہت سی حدیثیں ہیں جو اپنی اپنی جگہ موجود ہیں۔ روزے کی بابت حدیث میں ہے کہ یہ بدن کی زکوٰۃ ہے [3] یعنی اسے پاک صاف کر دیتا ہے اور طبی طور پر بھی ردی اخلاط کو مٹا دیتا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان کے روزے رکھ کر جس نے ہر مہینے میں تین روزے رکھ لئے وہ ﴿ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ ﴾ الخ، میں داخل ہو گیا۔ روزہ شہوت کو بھی جھکا دینے والا ہے۔ حدیث میں ہے اے نوجوانو! تم میں سے جسے طاقت ہو وہ تو اپنا نکاح کر لے تاکہ اس سے نگاہیں نیچی رہیں اور پاک دامنی حاصل ہو جائے اور جسے اپنے نکاح کی طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے یہی اس کے لئے گویا خصی ہونا ہے۔ [4] اسی لئے روزوں کے ذکر کے بعد ہی بدکاری سے بچنے کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ایسے مسلمان مرد و عورت حرام سے اور گناہ کے کاموں سے بچتے رہتے ہیں۔ اپنی اس خاص قوت کو جائز جگہ صرف کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ یہ لوگ اپنے بدن کو روکے رہتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں سے اور لونڈیوں سے ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ہاں اس کے سوا جو اور کچھ طلب کرے وہ حد سے گزر جانے والا ہے۔ [5] ذکر اللہ کی نسبت ایک حدیث میں ہے کہ جب میاں اپنی بیوی کو رات کے وقت جگا کر دو رکعت نماز دونوں پڑھ لیں تو وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں میں لکھ دیئے جاتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ابوداؤد وغیرہ) [6]

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ وفضل المسجد (٦٦٠) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب فضل اخفاء الصدقۃ (١٠٣١)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فی حرمۃ الصلوٰۃ (٢٦١٦) ابن ماجہ : کتاب الفتن : باب کف اللسان فی الفتنۃ (٣٩٧٣)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

[3] [ضعیف : ابن ماجہ : کتاب الصیام : باب فی الصوم زکوٰۃ الجسد (١٧٤٥)] حافظ بوصیریؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[الزوائد (٣٤/٢) ضعیف ابن ماجہ] اس میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصوم : باب الصوم لمن خاف علی نفسہ العزبۃ (١٩٠٥)، (٥٠٦٥) صحیح مسلم : کتاب النکاح : باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ الیہ (١٤٠٠) ترمذی : کتاب النکاح : باب ما جآء فی فضل التزویج والحث علیہ (١٠٨١) ابن ماجہ : کتاب النکاح : باب ما جآء فی فضل النکاح (١٨٤٥) نسائی : کتاب الصائم (٢٢٣٩)]

[5] [سورۃ المومنون: آیت ٥-٧]

[6] [صحیح : ابو داؤد : کتاب التطوع : باب قیام اللیل (١٣٠٩) ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا : باب ما جآء فیمن ایقظ اھلہ من اللیل (١٣٣٥) مستدرک حاکم (٣١٦/١)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سفیان اور اعمش دونوں مدلس راوی ہیں اور سماع کی صراحت نہیں۔]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ سب سے بڑے درجے والا بندہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کون ہے؟ آپ نے فرمایا کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی راہ میں مجاہد سے بھی؟ آپ نے فرمایا اگر چہ وہ کافروں پر تلوار چلائے یہاں تک کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں رنگ جائے تب بھی اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنے والا اس سے افضل ہی رہے گا۔ (۱) (مسند احمد)

مسند ہی میں ہے کہ حضور ﷺ مکے کے راستے جا رہے تھے جمدان پر پہنچ کر فرمایا یہ جمدان ہے مفرد بن کر چلو۔ آگے بڑھنے والوں نے پوچھا مفرد سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے۔ پھر فرمایا اے اللہ! حج وعمرے میں اپنا سر منڈوانے والوں پر رحم فرما۔ لوگوں نے کہا بال کتروانے والوں کے لئے بھی دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش۔ لوگوں نے پھر کتروانے والوں کے لئے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کتروانے والے بھی۔ (۲) آپ کا فرمان ہے کہ اللہ کے عذابوں سے نجات دینے والا کوئی عمل اللہ کے ذکر سے بڑا نہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا میں تمہیں سب سے بہتر سب سے پاک اور سب سے بلند درجے کا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے حق میں سونا چاندی اللہ کی راہ میں لٹانے سے بھی بہتر ہو اور اس سے بھی افضل ہو جو تم کل دشمن سے ملو گے اور ان کی گردنیں مارو گے اور وہ تمہاری گردنیں ماریں گے۔ لوگوں نے کہا حضور ﷺ ضرور بتلائیے فرمایا اللہ عزوجل کا ذکر۔ (۳) مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا مجاہد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والا۔ اس نے پھر روزے دار کی نسبت پوچھا یہی جواب ملا پھر نماز، زکوۃ، حج صدقہ سب کی بابت پوچھا اور حضور ﷺ نے سب کا یہی جواب دیا۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا پھر اللہ کا ذکر کرنے والے تو بہت ہی بڑھ گئے حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ (۴) کثرت ذکر اللہ کی فضیلت میں اور بھی بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ اسی سورت کی آیت ﴿یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ﴾ الخ، کی تفسیر میں ہم ان احادیث کو بیان کریں گے ان شاء اللہ۔ پھر فرمایا یہ نیک صفتیں جن میں ہوں ہم نے ان کے لئے مغفرت تیار کر رکھی ہے اور اجر عظیم یعنی جنت۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ
اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۞

---

(۱) [حسن: مسند احمد (۴۱۱/۲)]

(۲) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعا: باب الحث علی ذکر الله تعالی (۲۶۷۶)]

(۳) [ضعیف: مسند احمد (۲۳۹/۵) مجمع الزوائد (۱۶۷۴۴)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۰۷۹)]

(۴) [ضعیف: مسند احمد (۴۳۸/۳) طبرانی کبیر (۱۸۶/۲۰)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں زبان بن فائد اور ابن لہیعہ دونوں ضعیف ہیں۔ [مجمع الزوائد (۷۷/۱۰)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

کسی مسلمان مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ یاد رکھو اللہ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا ○

اللہ اور رسول کے حکم کے بعد کسی کو کوئی اختیار نہیں: رسول اللہ ﷺ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کا پیغام لے کر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا میں اس سے نکاح نہیں کروں گی آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو اور ان سے نکاح کر لو۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ اچھا پھر کچھ مہلت دیجئے میں سوچ لوں۔ ابھی باتیں ہو رہی تھیں کہ وحی نازل ہوئی اور یہ آیت اتری۔ اسے سن کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اس نکاح سے رضا مند ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ بس پھر مجھے کوئی انکار نہیں میں اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی نہیں کروں گی۔ میں نے اپنا نفس ان کے نکاح میں دے دیا۔ [1] اور روایت میں ہے کہ وجہ انکار یہ تھی کہ نسب کے اعتبار سے یہ بہ نسبت حضرت زید رضی اللہ عنہ کے زیادہ شریف تھیں۔ [2] حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عقبہ بن ابومعیط کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد سب سے پہلی مہاجر عورت یہی تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضور ﷺ میں اپنا نفس آپ کو ہبہ کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے قبول ہے۔ پھر حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کرا دیا۔ غالباً یہ نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی علیحدگی کے بعد ہوا ہوگا۔ اس سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئیں اور ان کے بھائی بھی بگڑ بیٹھے کہ ہمارا اپنا ارادہ خود حضور ﷺ سے نکاح کا تھا نہ کہ آپ کے غلام سے نکاح کرنے کا۔ اس پر یہ آیت اتری بلکہ اس سے بھی زیادہ معاملہ صاف کر دیا گیا۔ اور فرما دیا گیا کہ ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ نبی مومنوں کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ اولیٰ ہیں پس آیت ﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ﴾ خاص ہے اور اس سے بھی جامع آیت یہ ہے۔ [3] مسند احمد میں ہے کہ ایک انصاری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنی لڑکی کا نکاح جلیبیب رضی اللہ عنہ سے کر دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اچھی بات ہے۔ میں اس کی ماں سے بھی مشورہ کر لوں۔ جا کر ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا ہم نے فلاں فلاں ان سے بڑے بڑے آدمیوں کے پیغام کو رد کیا اور اب جلیبیب سے نکاح کر دیں۔ انصاری رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کا یہ جواب سن کر حضور ﷺ کی خدمت میں جانا چاہتے ہی تھے کہ لڑکی جو پردے کے پیچھے سے یہ تمام گفتگو سن رہی تھی بول پڑی کہ تم رسول اللہ ﷺ کی بات کو رد کرتے ہو؟ جب حضور ﷺ اس سے خوش ہیں تو تمہیں انکار نہ کرنا چاہئے۔ اب دونوں نے کہا کہ بچی ٹھیک کہہ رہی ہے۔ بیچ میں رسول اللہ ﷺ ہیں اس نکاح سے انکار گویا حضور ﷺ کے پیغام اور خواہش کو رد کرنا ہے۔ یہ ٹھیک

---

[1] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۵۱۳)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۵۱۶)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

[3] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۵۱۷)] اس کی سند میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔]

نہیں۔ چنانچہ انصاری رضی اللہ عنہ سیدھے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا آپ اس بات سے خوش ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں تو اس سے رضا مند ہوں کہا پھر آپ کو اختیار ہے آپ نکاح کر دیجئے چنانچہ نکاح ہو گیا۔ ایک مرتبہ اہل اسلام مدینہ والے دشمنوں کے مقابلے کے لئے نکلے لڑائی ہوئی جس میں حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے انہوں نے بھی بہت سے کافروں کو قتل کیا تھا جن کی لاشیں ان کے آس پاس پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خود دیکھا کہ ان کا گھر بڑا آسودہ حال تھا۔ تمام مدینے میں سے ان سے زیادہ خرچیلا کوئی نہ تھا۔ (1) ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو بردہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ کی طبیعت خوش مذاق تھی۔ اس لئے میں نے اپنے گھر میں کہہ دیا تھا کہ یہ تمہارے پاس نہ آئیں۔ انصاریوں کی عادت تھی کہ وہ کسی عورت سے نکاح نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ یہ معلوم نہ کر لیں کہ حضور ﷺ ان کی بابت کچھ نہیں فرماتے۔ پھر وہ واقعہ بیان فرمایا جو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ نے سات کافروں کو اس غزوے میں قتل کیا تھا۔ پھر کافروں نے یک مشت ہو کر آپ کو شہید کر دیا۔ حضور ﷺ ان کی تلاش کرتے ہوئے ان کی نعش کے پاس آئے تو فرمایا سات کو مار کر پھر شہید ہوئے ہیں یہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا پھر قبر کھدوا کر اپنے ہاتھوں پر انہیں اٹھا کر قبر میں اتارا۔ رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک ہی ان کا جنازہ تھا۔ اور کوئی چار پائی وغیرہ نہ تھی۔ یہ بھی مذکور نہیں کہ انہیں غسل دیا گیا ہو۔ اس نیک بخت انصاریہ عورت کے لئے جنہوں نے حضور ﷺ کی بات کی عزت رکھ کر اپنے ماں باپ کو سمجھایا تھا کہ انکار نہ کرو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ دعا کی تھی اللہ! اپنی رحمتوں کی بارش برسا۔ اور اسے زندگی کے پورے لطف عطا فرما۔ تمام انصار میں ان سے زیادہ خرچ کرنے والی عورت کوئی نہ تھی۔ (2) انہوں نے جب پردے کے پیچھے سے اپنے والدین سے کہا تھا کہ حضور ﷺ کی بات کو رد نہ کرو اس وقت یہ آیت ﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ﴾ نازل ہوئی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے پوچھا کہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھ سکتے ہیں؟ آپ نے منع فرمایا اور اسی آیت کی تلاوت کی پس یہ آیت گو شان نزول کے اعتبار سے مخصوص ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے ہوتے ہوئے نہ تو کوئی مخالفت کر سکتا ہے نہ اسے ماننے نہ ماننے کا اختیار کسی کو باقی رہتا ہے۔ نہ رائے اور قیاس کرنے کا حق نہ کسی اور بات کا۔ جیسے فرمایا ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (3) الخ، یعنی قسم ہے تیرے رب کی لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک کہ وہ آپس کے تمام

---

(1) [صحیح: مسند احمد (۱۳۶/۳) مسند عبد بن حمید فی المنتخب (۱۲۴۵) مسند الصحابة (۶۶/۲۰)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۳۶۸/۹)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۲۳۹۳)]

(2) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة (۲۴۷۲) مسند احمد (۴۲۲/۴)]

(3) [سورۃ النسآء: آیت ۶۵]

اختلافات میں تجھے حاکم نہ مان لیں۔ پھر تیرے فرمان سے اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی نہ رکھیں بلکہ کھلے دل سے تسلیم کر لیں۔ صحیح حدیث میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کی تابعدار نہ بن جائے جسے میں لایا ہوں۔ اسی لئے یہاں بھی اس نافرمانی کی برائی بیان فرمادی کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والا کھلم کھلا گمراہ ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [1] یعنی جو لوگ ارشاد نبی ﷺ کا خلاف کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی فتنہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب ہو۔

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ
وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا
قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ
أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٣٧﴾

جب کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور تو نے بھی کہ تو اپنی بیوی کو آباد رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خوف کھاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار تھا کہ اس سے ڈرے۔ پس جب کہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دی تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالک لڑکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اپنا جی ان سے بھر لیں۔ اللہ کا یہ حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا مقام: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کے نبی ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہر طرح سے سمجھایا۔ ان پر اللہ کا انعام تھا کہ اسلام اور متابعت رسول ﷺ کی توفیق دی۔ اور حضور ﷺ کا بھی ان پر احسان تھا کہ انہیں غلامی سے آزاد کر دیا۔ یہ بڑی شان والے تھے اور حضور ﷺ کو بہت ہی پیارے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں سب مسلمان ((حِبُّ الرَّسُوْل)) کہتے تھے۔ ان کے صاحبزادے اسامہ کو بھی ((حب بن حب)) کہتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ جس لشکر میں انہیں حضور ﷺ بھیجتے تھے اس لشکر کا سردار انہیں کو بناتے تھے۔ اگر یہ زندہ رہتے تو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ بن جاتے۔ (احمد) [2] بزار میں ہے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں تھا میرے پاس حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آئے اور مجھ سے کہا جاؤ حضور ﷺ سے ہمارے لئے اجازت طلب کرو۔ میں نے آپ کو خبر کی آپ نے فرمایا جانتے ہو؟ وہ

---

[1] [سورۃ النور: آیت ٦٣]

[2] [**حسن**: مسند احمد (٦/٢٢٧) نسائی فی السنن الکبری (٨١٨٢) مستدرک حاکم (٣/٢١٥)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں جاؤ بلا لو۔ یہ آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ ذرا بتایئے تو آپ کو اپنی اہل میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا)۔ انہوں نے کہا ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نہیں پوچھتے۔ آپ نے فرمایا پھر اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما جن پر اللہ نے انعام کیا اور میں نے بھی۔ (1) حضور ﷺ نے ان کا نکاح اپنی پھوپھو امیمہ بنت عبدالمطلب کی لڑکی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اسدیہ سے کرا دیا تھا۔ دس دینار اور سات درہم مہر دیا تھا' ایک دوپٹہ ایک چادر ایک کرتا پچاس مد اناج اور دس مد کھجوریں دی تھیں۔ ایک سال یا کچھ اوپر تک تو یہ گھر بسا لیکن پھر ناچاقی شروع ہو گئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے پاس آ کر شکایت شروع کی تو آپ انہیں سمجھانے لگے کہ گھر نہ توڑو اللہ سے ڈرو الخ۔ (ابن ابی حاتم)۔ اور ابن جریر نے اس جگہ بہت سے غیر صحیح آثار نقل کئے ہیں جن کا نقل کرنا بھی ہم نامناسب جان کر ترک کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک بھی ثابت اور صحیح نہیں۔ مسند احمد میں بھی ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے لیکن اس بھی میں بڑی غرابت ہے اس لئے ہم نے اسے بھی وارد نہیں کیا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ یہ آیت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے۔ (2) ابن ابی حاتم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے اپنے نبی ﷺ کو خبر دیدی تھی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں گی۔ یہی بات تھی جسے آپ نے ظاہر نہ فرمایا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سمجھایا کہ وہ اپنی بیوی کو الگ نہ کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ اگر اللہ کی وحی کتاب اللہ میں سے ایک آیت بھی چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپا لیتے۔ (3) ﴿وَطَرًا﴾ کے معنی حاجت کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب زید رضی اللہ عنہ ان سے سیر ہو گئے اور باوجود سمجھانے بجھانے کے بھی میل ملاپ قائم نہ رہ سکا بلکہ طلاق ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نبی ﷺ کے نکاح میں دے دیا۔ اس لئے ولی کے ایجاب وقبول سے مہر اور گواہوں کی ضرورت نہ رہی۔ مسند احمد میں ہے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو چکی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کہا تم جاؤ اور انہیں مجھ سے نکاح کرنے کا پیغام پہنچاؤ۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ گئے اس وقت آپ آٹا گوندھ رہی تھیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ پر ان کی عظمت اس قدر چھائی کہ سامنے پڑ کر بات نہ کر سکے منہ پھیر کر بیٹھ گئے اور ذکر کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا ٹھہرو! میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر لوں۔ یہ تو کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں ادھر رسول اللہ ﷺ پر وحی اتری جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ان کا نکاح تجھ سے کر دیا۔ چنانچہ

---

(1) [ضعیف : ترمذی : کتاب المناقب : باب مناقب اسامة بن زید (۳۸۱۹) مستدرك حاكم (۳/۵۹٦)] شیخ البانی ؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی، المشکاۃ (٦١٦٨)] البتہ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله وتخفی فی نفسك ما الله مبدیه وتخشی الناس والله احق ان تخشه (٤٧٨٧) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (٣٢١٢) مسندا حمد (٣/١٤٩)]

(3) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب معنی قول الله عزو جل ولقدراه نزلة اخری (١٧٧)]

اسی وقت حضور ﷺ بے اطلاع چلے آئے پھر ولیمے کی دعوت میں آپ نے ہم سب کو گوشت روٹی کھلائی لوگ کھا پی کر چلے گئے مگر چند آدمی وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ آپ باہر نکل کر اپنی بیویوں کے حجرے کے پاس گئے۔ آپ انہیں ﴿سَلَامٌ عَلَيْكِ﴾ کرتے تھے اور وہ آپ سے دریافت کرتی تھیں کہ فرمائیے بیوی صاحبہ سے خوش تو ہیں؟ مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو خبر دی یا آپ خبر دیئے گئے کہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ اس کے بعد آپ اس گھر کی طرف تشریف لے گئے میں بھی آپ کے ہمراہ تھا میں نے آپ کے ساتھ ہی جانے کا ارادہ کیا لیکن آپ نے پردہ گرا دیا اور میرے اور آپ کے درمیان حجاب ہو گیا اور پردے کی آیتیں اتریں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو نصیحت کی گئی اور فرمایا گیا کہ نبی کے گھروں میں بے اجازت نہ جاؤ۔ (مسلم وغیرہ)[1]

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت زینب اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فخراً کہا کرتی تھیں کہ تم سب کے نکاح تمہارے ولی وارثوں نے کیے اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر کرا دیا۔[2] سورۂ نور کی تفسیر میں ہم یہ روایت بیان کر چکے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا میرا نکاح آسمان سے اترا ان کے مقابلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میری براءت کی آیتیں آسمان سے اتریں جس کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اقرار کیا۔ ابن جریر میں ہے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ایک مرتبہ کہا مجھ میں اللہ تعالیٰ نے تین خصوصیتیں رکھی ہیں جو آپ کی اور بیویوں میں نہیں ایک تو یہ کہ میرا اور آپ کا دادا ایک ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مجھے آپ کے نکاح میں دیا ہے۔ تیسرے یہ کہ ہمارے درمیان حضرت جبرائیل علیہ السلام ہمارے سفیر تھے۔[3] پھر فرماتا ہے ہم نے ان سے نکاح کرنا تیرے لئے جائز کر دیا تاکہ مسلمانوں پر ان کے لے پالک لڑکوں کی بیویوں کے بارے میں جب انہیں طلاق دے دی جائے کوئی حرج نہ رہے یعنی وہ اگر چاہیں ان سے نکاح کر سکیں۔ حضور ﷺ نے نبوت سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنا متبنیٰ بنا رکھا تھا۔ عام طور پر انہیں زید بن محمد ﷺ کہا جاتا تھا۔ قرآن نے اس نسبت سے بھی ممانعت کر دی اور حکم دیا کہ انہیں اپنے حقیقی باپ کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو۔ پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو اللہ پاک نے انہیں اپنے نبی ﷺ کے نکاح میں دے کر یہ بات بھی ہٹا دی۔ جس آیت میں حرام عورتوں کا ذکر کیا ہے وہاں بھی یہی فرمایا کہ تمہارے اپنے صلبی لڑکوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں۔ تاکہ لے پالک لڑکوں کی لڑکیاں اس حکم سے خارج رہیں۔ کیونکہ ایسے لڑکے عرب میں بہت تھے۔ یہ امر اللہ کے نزدیک مقرر ہو چکا تھا اس کا ہونا حتمی، یقینی اور ضروری تھا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ شرف ملنا پہلے ہی سے لکھا جا چکا تھا کہ وہ ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں داخل ہوں۔

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب النکاح: باب زواج زینب بنت جحش و نزول الحجاب واثبات ولیمة العرس (١٤٢٨۔ ٨٩) مسند احمد (٣/١٩٥)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب و کان عرشه علی الماء (٧٤٢٠)]

[3] [ضعیف و مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٥٢٦)]

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۨ ﴿۳۸﴾

جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے حلال کی ہیں ان میں نبی پر کوئی حرج نہیں۔ یہی دستور الٰہی ان میں بھی رہا جو پہلے ہوئے' اللہ تعالیٰ کے کام اندازے پر مقرر کیے ہوئے ہیں ○

منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح: فرماتا ہے کہ جب اللہ کے نزدیک اپنے لے پالک متبنیٰ کی بیوی سے اس کی طلاق کے بعد نکاح کرنا حلال ہے پھر اس میں نبی ﷺ پر کیا حرج ہے؟ اگلے نبیوں پر جو حکم اللہ نازل ہوتے تھے ان پر عمل کرنے میں ان پر کوئی حرج نہ تھا۔ اس سے غرض منافقوں کے اس قول کا رد کرنا ہے کہ دیکھو اپنے آزاد کردہ غلام اور لے پالک لڑکے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس اللہ کے مقرر کردہ امور ہو کر ہی رہتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع

جو اللہ کے احکام پہنچاتے رہے اور اس سے خوف کھاتے رہے اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈرے کافی ہے اللہ کفایت کرنے والا ○ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ اللہ ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے ○

محمد ﷺ خاتم الانبیاء: ان کی تعریف ہو رہی ہے جو اللہ کی مخلوق کو اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں اور امانت اللہ کی ادائیگی کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہیں کرتے۔ کسی کی سطوت وشان سے مرعوب ہو کر پیغام اللہ کو پہنچانے میں خوف نہیں کھاتے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد کافی ہے۔ اسی منصب کی ادائیگی میں سب کے پیشوا بلکہ ہر ایک امر میں سب کے سردار حضرت محمد ﷺ ہیں۔ خیال فرمائیے کہ مشرق ومغرب کے ہر اک بنی آدم کو حضور ﷺ نے اللہ کے دین کی تبلیغ کی اور جب تک اللہ کا دین چار دانگ عالم میں پھیل نہ گیا آپ مسلسل مشقت کے ساتھ اللہ کے دین کی اشاعت میں مصروف رہے۔ آپ سے پہلے کے تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم ہی کی طرف آتے رہے لیکن حضور ﷺ ساری دنیا کی طرف اللہ کے رسول بن کر آئے تھے۔ قرآن میں فرمان الٰہی ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں [1] سَلَامٌ عَلَيْهِ۔ پھر آپ ﷺ کے بعد منصب تبلیغ آپ کی امت کو ملا۔ ان میں سب کے سردار آپ کے صحابہ ہیں۔ رضوان اللہ علیھم۔ جو کچھ انہوں نے حضور ﷺ سے سیکھا تھا سب کچھ بعد والوں کو سکھا دیا۔ تمام اقوال وافعال واحوال دن اور رات

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۸]

کے سفر و حضر کے ظاہر و پوشیدہ دنیا کے سامنے رکھ دیئے۔ اللہ ان پر اپنی رضا مندی نازل فرمائے۔ پھر ان کے بعد والے ان کے وارث ہوئے اور اسی طرح ہر بعد والے اپنے پہلے والوں کے وارث بنے اور اللہ کا دین ان سے پھیلتا رہا۔ اور قرآن و حدیث لوگوں تک پہنچتے رہے۔ ہدایت والے ان کی اقتداء سے منور ہوتے رہے اور توفیق خیر والے ان کے مسلک پر چلتے رہے۔ اللہ کریم سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی ان میں سے کر دے۔

مسند احمد میں ہے تم میں سے کوئی اپنا آپ ذلیل نہ کرے۔ لوگوں نے کہا حضور ﷺ وہ کیسے؟ فرمایا خلاف شرع کام دیکھ کر لوگوں کے خوف کے مارے خاموش ہو رہے۔ قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی کہ تو کیوں خاموش رہا؟ یہ کہے گا کہ لوگوں کے ڈر سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا سب سے زیادہ خوف رکھنے کے قابل تو میری ذات تھی۔ [1] پھر اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے کہ کسی کو حضور ﷺ کا صاحبزادہ کہا جائے۔ لوگ جو زید بن محمد ﷺ کہتے تھے جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضور ﷺ زید رضی اللہ عنہ کے والد نہیں یہی ہوا بھی کہ حضور ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد بلوغت کو پہنچی ہی نہیں۔ قاسم، طیب، اور طاہر تین بچے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور ﷺ کے ہاں ہوئے لیکن تینوں بچپن میں ہی انتقال کر گئے۔ پھر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ایک بچہ ہوا جس کا نام حضرت ابراہیم تھا لیکن یہ بھی دودھ پلانے کے زمانے میں ہی انتقال کر گئے۔ آپ کی لڑکیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے چار تھیں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن ان میں سے تین تو آپ کی زندگی میں ہی رحلت فرما گئیں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال آپ کے چھ ماہ بعد ہوا۔

پھر فرماتا ہے بلکہ آپ اللہ کے رسول ﷺ اور خاتم الانبیاء ہیں جیسے فرمایا اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھتا ہے۔ [2] یہ آیت نص ہے اس امر پر کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب نبی ہی نہیں تو رسول کہاں؟ کوئی نبی رسول آپ کے بعد نہیں آئے گا رسالت تو نبوت سے بھی خاص چیز ہے۔ ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں۔ متواتر احادیث سے بھی حضور ﷺ کا ختم الانبیاء ہونا ثابت ہے۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں میری مثال نبیوں میں ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک بہت اچھا اور پورا مکان بنایا لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی جہاں کچھ نہ رکھا لوگ اسے چاروں طرف سے دیکھتے بھالتے اور اس کی بناوٹ سے خوش ہوتے لیکن کہتے کیا اچھا ہوتا کہ اس اینٹ کی جگہ پر کر لی جاتی۔ پس میں نبیوں میں اسی اینٹ کی جگہ ہوں۔ [3] امام ترمذی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو لائے ہیں اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔

---

[1] [صحیح : ابن ماجه : کتاب الفتن : باب الامر بالمعروف والنهى عن المنكر (٤٠٠٨) مسند احمد (٣٠/٣)] حافظ بوصیریؒ اور شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الزوائد ، صحيح ابن ماجه]

[2] [سورۃ الانعام: آیت ١٢٤]

[3] [صحیح : مسند احمد (١٣٧/٥) ترمذی : کتاب المناقب : باب فی فضل النبی (٣٦١٣)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی (٢٨٥٨) فقه السيرة (١٤١)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢١٢٤٤)]

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں رسالت اور نبوت ختم ہو گئی میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ بات گراں گزری تو آپ نے فرمایا لیکن خوش خبریاں دینے والے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا خوشخبریاں دینے والے کیا ہیں؟ فرمایا مسلمانوں کے خواب جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔ (۱) یہ حدیث بھی ترمذی شریف میں ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے صحیح غریب کہتے ہیں۔

محل کی مثال والی حدیث ابوداؤد طیالسی میں بھی ہے۔ اس کے آخر میں یہ ہے کہ میں اس اینٹ کی جگہ ہوں مجھ سے انبیاء علیہم السلام ختم کیے گئے ہیں۔ (۲) اسے بخاری و مسلم اور ترمذی بھی لائے ہیں۔ مسند کی اس حدیث کی ایک سند میں ہے کہ میں آیا اور میں نے اس خالی اینٹ کی جگہ پر کر دی۔ (۳) مسند احمد میں ہے میرے بعد نبوت نہیں مگر خوشخبری والے۔ پوچھا گیا یا رسول ﷺ! اللہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا اچھے خواب یا فرمایا نیک خواب۔ (۴) عبدالرزاق وغیرہ میں محل کی اینٹ کی مثال والی حدیث میں ہے کہ لوگ اسے دیکھ کر محل والے سے کہتے ہیں کہ تو نے اس اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی؟ پس میں وہ اینٹ ہوں۔ (۵) صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے تمام انبیاء علیہم السلام پر چھ فضیلتیں دی گئی ہیں۔ (۱) مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے۔ (۲) صرف رعب سے میری مدد کی گئی ہے۔ (۳) میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا۔ (۴) میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو بنا دی گئی۔ (۵) میں ساری مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (۶) اور میرے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ (۶) صحیح مسلم وغیرہ میں محل کی مثال والی روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ میں آیا اور میں نے اس اینٹ کی جگہ پوری کر دی۔ مسند میں ہے میں اللہ کے نزدیک نبیوں کا

---

(۱) [صحیح: مسند احمد (۳/۲۶۷) ترمذی: کتاب الرؤیا: باب ذهبت النبوة وبقیت المبشرات (۲۲۷۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۲) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المناقب: باب خاتم النبیین (۳۵۳٤) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب ذکر کونه خاتم النبیین (۲۲۸۷)]

(۳) [صحیح: صحیح مسلم کتاب الفضائل: باب ذکر کونه خاتم النبیین (۲۲۸۶) مسند احمد (۳/۹)]

(۴) [صحیح: مسند احمد (٥/٤٥٤)] امام ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۷/۱۷۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثية (۲۳۷۹٥)]

(۵) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المناقب: باب خاتم النبیین (۳۵۳٥) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب ذکر کونه خاتم النبیین (۲۲۸۶) مسند احمد (۲/۳۱۲)]

(۶) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب المساجد و مواضع الصلوة: باب المساجد ومواضع الصلوة (٥۲۳) ابن ماجه: کتاب الطهارة: ابو اب التیمم (٥٦۷) ترمذی: کتاب ابواب السیر: باب ما جاء فی الغنیمة (۱٥٥۳) مسند احمد (۲/٤۱۱)]

ختم کرنے والا تھا اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام پورے طور پر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ [1]

اور حدیث میں ہے میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں اللہ تعالیٰ میری وجہ سے کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں تمام لوگوں کا حشر میرے قدموں کے تلے ہوگا اور میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری و مسلم) [2] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے گویا کہ آپ رخصت کر رہے ہیں اور تین مرتبہ فرمایا میں اُمی نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں فاتح کلمات دیا گیا ہوں جو نہایت جامع اور پورے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ جہنم کے داروغے کتنے ہیں اور عرش کے اٹھانے والے کتنے ہیں؟۔ میرا اپنی امت سے تعارف کرایا گیا ہے۔ جب تک میں تم میں ہوں میری سنتے رہو اور مانتے چلے جاؤ۔ جب میں رخصت ہو جاؤں تو کتاب اللہ کو مضبوط تھام لو اس کے حلال کو حلال اور اسکے حرام کو حرام سمجھو۔ [3] (مسند امام احمد)

اس کے بارے میں اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس وسیع رحمت پر اس کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے اپنے رحم و کرم سے ایسے عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف بھیجا اور انہیں ختم المرسلین اور خاتم الانبیاء بنایا اور یکسوئی والا' آسان' سچا اور سہل دین آپ کے ہاتھوں کمال کو پہنچایا۔ رب العالمین نے اپنی کتاب میں اور رحمۃ للعالمین نے اپنی متواتر احادیث میں یہ خبر دے دی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس جو شخص بھی آپ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا مفتری' دجال گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ گو وہ شعبدے دکھائے اور جادوگری کرے اور بڑے کمالات اور عقل کو حیران کر دینے والی چیزیں پیش کرے اور طرح طرح کی بے رنگیاں دکھائے لیکن عقلمند جانتے ہیں کہ یہ سب فریب دھوکہ اور مکاری ہے۔ یمن کے مدعی نبوت عنسی کو اور یمامہ کے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کو دیکھ لو کہ دنیا نے انہیں جیسے یہ تھے سمجھ لیا اور ان کی اصلیت سب پر ظاہر ہوگئی۔ یہی حال ہوگا ہر اس شخص کا جو قیامت تک اس دعوے سے مخلوق کے سامنے آئے گا کہ اس کا جھوٹ اور اس کی گمراہی سب پر کھل جائے گی۔ یہاں تک کہ سب سے آخری دجال مسیح دجال آئے گا۔ اس کی علامتوں سے بھی ہر عالم اور ہر مومن اس کا کذاب ہونا جان لے گا پس یہ بھی اللہ کی نعمت ہے کہ ایسے جھوٹے دعوے داروں کو یہ نصیب ہی نہیں ہوتا کہ وہ نیکی کے احکام دیں اور برائی سے روکیں۔ ہاں جن احکام میں ان کا اپنا کوئی مقصد ہوتا ہے ان پر بہت زور دیتے

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٤/١٢٧) صحیح ابن حبان (٦٤٠٤) مستدرك حاكم (٢/٦٠٠)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٧١٦٣)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : صحيح بخارى : كتاب المناقب : باب ما جآء فی اسماء رسول الله (٣٥٣٢) و كتاب التفسير (٤٨٩٦) صحيح مسلم : كتاب الفضائل : باب فی اسمائه (٢٣٥٤) ترمذى : كتاب الادب : باب ما جآء فی اسمآء النبی (٢٨٤٠) مسند احمد (٤/٨٠)]

[3] [ضعیف : مسند احمد (٢/١٧٢)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٦٩٨١)] اس میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ہیں۔ ان کے اقوال، ان کے افعال افترا اور فجور والے ہوتے ہیں۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ﴾ [1] الخ، یعنی کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کن کے پاس آتے ہیں؟ ہر ایک بہتان باز گنہگار کے پاس الخ۔ سچے نبیوں کا حال اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے وہ نہایت نیکی والے، بہت سچے، ہدایت والے، استقامت والے، قول وفعل کے اچھے، نیکیوں کا حکم دینے والے، برائیوں سے روکنے والے ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی اللہ کی طرف سے ان کی تائید ہوتی ہے۔ معجزوں سے اور خارق عادت چیزوں سے ان کی سچائی اور زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس قدر ظاہر واضح اور صاف دلیلیں ان کی نبوت پر ہوتی ہیں کہ قلب سلیم ان کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام سچے نبیوں پر قیامت تک درود وسلام نازل فرماتا رہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿٤٢﴾
هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿٤٤﴾

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرتے رہا کرو ○ اور صبح شام اس کی پاکیزگی بیان کرو ○ وہ تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اس کے فرشتے تمہارے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں وہ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بہت ہی مہربان ہے ○ جس دن یہ اللہ سے ملاقات کریں گے ان کا تحفہ سلام ہوگا ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ○

صبح وشام اذکار کی ترغیب: بہت سی نعمتوں کے انعام کرنے والے اللہ کا حکم ہو رہا ہے کہ ہمیں اس کا بکثرت ذکر کرنا چاہئے۔ اور اس پر بھی ہمیں نعمتوں اور بڑے اجر وثواب کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں بہتر عمل اور بہت ہی زیادہ پاکیزہ کام اور سب سے بڑے درجے کی نیکی اور سونے چاندی کو راہ اللہ خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور جہاد سے بھی افضل کام نہ بتاؤں؟ لوگوں نے پوچھا حضور ﷺ وہ کیا ہے؟ فرمایا اللہ عزوجل کا ذکر۔ (ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ) [2] یہ حدیث پہلے ﴿وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ﴾ [3] کی تفسیر میں بھی گزر چکی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا سنی ہے جسے میں کسی وقت ترک نہیں کرتا۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اُعَظِّمُ شُكْرَكَ وَاَتَّبِعُ نَصِيْحَتَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاَحْفَظُ وَصِيَّتَكَ﴾ یعنی اے اللہ! تو مجھے بہت بڑا شکر گزار، فرماں بردار، بکثرت ذکر کرنے والا اور تیرے احکام کی حفاظت کرنے والا

---

[1] [سورة الشعراء: آیت ۲۲۱-۲۲۲]

[2] [**صحیح**: مسند احمد (۶/۴۴۶) مستدرک حاکم (۱/۴۹۶) ترمذی: کتاب الدعوات (۳۳۷۷) ابن ماجہ: کتاب الادب: باب فضل الذکر (۳۷۹۰)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[3] [سورة الاحزاب: آیت ۳۵]

بنادے۔ [1] (ترمذی وغیرہ) دو اعرابی رسول مقبول ﷺ کے پاس آئے۔ایک نے پوچھا سب سے اچھا شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو لمبی عمر پائے' اور نیک اعمال کرے۔دوسرے نے پوچھا حضور ﷺ احکام اسلام تو بہت سارے ہیں مجھے کوئی چوٹی کا حکم بتادیجئے کہ اس سے چمٹ جاؤں۔آپ نے فرمایا ذکر اللہ میں ہر وقت اپنی زبان کو تر رکھ۔(ترمذی) [2] فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہو یہاں تک کہ لوگ تمہیں مجنون کہنے لگیں۔(مسند احمد) [3] فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرو یہاں تک کہ منافق تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔ [4] (طبرانی)

فرماتے ہیں جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہاں اللہ کا ذکر نہ کریں وہ مجلس قیامت کے دن ان پر حسرت وافسوس کا باعث بنے گی۔ [5] (مسند) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر فرض کام کی کوئی حد ہے۔پھر عذر کی حالت میں وہ معاف بھی ہے لیکن ذکر اللہ کی کوئی حد نہیں نہ وہ کسی وقت ٹلتا ہے۔ہاں کوئی دیوانہ ہو تو اور بات ہے۔کھڑے' بیٹھے' لیٹے' رات کو' دن کو' خشکی میں' تری میں' سفر میں' حضر میں' غنا میں' فقر میں' صحت میں' بیماری میں' پوشیدگی میں' ظاہر میں غرض ہر حال میں ذکر اللہ کرنا چاہئے۔صبح شام اللہ کی تسبیح بیان کرنی چاہئے۔تم جب یہ کرو گے تو اللہ تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا اور فرشتے تمہارے لئے ہر وقت دعا گو رہیں گے۔اس بارے میں اور بھی بہت سی احادیث وآثار ہیں۔اس آیت میں بھی بکثرت ذکر اللہ کرنے کی ہدایت ہو رہی ہے۔بزرگوں نے ذکر اللہ اور وظائف کی بہت سی مستقل کتابیں لکھی ہیں۔جیسے امام نسائی' امام معمری رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ۔

ان سب میں بہترین کتاب اس موضوع پر حضرت امام نووی رحمہ اللہ کی ہے' صبح شام اس کی تسبیح بیان کرتے رہو۔جیسے فرمایا ﴿فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ [6] الخ' اللہ کے لئے

---

[1] [**ضعیف**: مسند احمد (۲/۳۱۱) ترمذی: کتاب الدعوات: باب من ادعية النبی (۳۶۰۴)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔اس میں فرج بن فضالہ ضعیف اور ابوسعید مجہول ہے۔]

[2] [**صحیح**: مسند احمد (۱/۴۹۵) ترمذی: كتاب الدعوات: باب ما جاء فی فضل الذكر (۳۳۷۵) ابن ماجه: كتاب الادب: باب فضل الذكر (۳۷۹۳) مستدرك حاكم (۱/۴۹۵)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

[3] [**ضعیف**: مسند احمد (۳/۶۸) مسند ابو یعلی (۱۳۷۶) مستدرك حاكم (۱/۴۹۹) ابن عدی فی الكامل (۳/۱۱۳) صحیح ابن حبان (۸۱۷)] اس کی سند میں دراج راوی ضعیف ہے۔شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعيفة (۵۱۷)]

[4] [**ضعیف**: طبرانی كبير (۱۲۷۸۶) ابو نعيم فی الحلية (۳/۸۰)] اس کی سند میں حسن بن ابی جعفر راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۱۰/۷۶)]

[5] [**صحیح**: مسند احمد (۲/۲۲۴)] امام ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۱۰/۸۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۷۰۹۳)]

[6] [سورۃ الروم: آیت ۱۷۔۱۸]

پاکی ہے جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو۔ اسی کے لئے حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور بعد از زوال اور ظہر کے وقت' پھر اس کی فضیلت بیان کرنے اور اس کی طرف رغبت دلانے کے لئے فرماتا ہے وہ خود تم پر رحمت بھیج رہا ہے یعنی جب وہ تمہاری یاد رکھتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ تم اس کے ذکر سے غفلت کرو؟ جیسے فرمایا ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ﴾ [1] الخ' جس طرح ہم نے تم میں خود تم ہی میں سے رسول بھیجا جو تم پر ہماری کتاب پڑھتا ہے اور وہ سکھاتا ہے جسے تم جانتے ہی نہ تھے۔ پس تم میرا ذکر کرو میں تمہاری یاد کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے۔ [2]

صلوٰۃ جب اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف ہو تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی اپنے فرشتوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ اور قول میں ہے مراد اس سے رحمت ہے۔ اور دونوں قولوں کا انجام ایک ہی ہے۔ فرشتوں کی صلوٰۃ ان کی دعا اور استغفار ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ﴾ [3] الخ' عرش اٹھانے والے اور اس کے آس پاس والے اپنے رب کی حمد و تسبیح بیان کرتے ہیں' اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومن بندوں کے لئے استغفار کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت و علم سے گھیر لیا ہے۔ اے اللہ! تو انہیں بخش جو توبہ کرتے ہیں اور تیری راہ پر چلتے ہیں۔ انہیں عذاب جہنم سے بھی نجات دے۔ انہیں ان جنتوں میں لے جا جن کا تو ان سے وعدہ کر چکا ہے اور انہیں بھی ان کے ساتھ پہنچا دے جو ان کے باپ دادوں بیویوں اور اولادوں میں سے نیک ہوں' انہیں برائیوں سے بچا لے۔ وہ اللہ اپنی رحمت کو تم پر نازل فرما کر اپنے فرشتوں کی دعا کو تمہارے حق میں قبول فرما کر تمہیں جہالت و ضلالت کی اندھیریوں سے نکال کر ہدایت و یقین کے نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں مومنوں پر رحیم و کریم ہے۔ دنیا میں حق کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے اور روزیاں عطا فرماتا ہے اور آخرت میں گھبراہٹ اور ڈر خوف سے بچا لے گا۔ فرشتے آ آ کر انہیں بشارت دیں گے کہ تم جہنم سے آزاد ہو اور جنتی ہو۔ کیونکہ ان فرشتوں کے دل مومنوں کی محبت و الفت سے پر ہیں۔ حضور ﷺ ایک مرتبہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ راستے سے گزر رہے تھے ایک چھوٹا بچہ راستے میں تھا اس کی ماں نے ایک جماعت کو آتے ہوئے دیکھا تو میرا بچہ' میرا بچہ کہتی ہوئی دوڑی اور بچے کو گود میں لے کر ایک طرف ہٹ گئی۔ ماں کی اس محبت کو دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا رسول اللہ ﷺ! خیال تو فرمایئے کیا یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ حضور ﷺ ان کے مطلب کو سمجھ کر فرمانے لگے قسم اللہ کی! اللہ تعالیٰ بھی اپنے دوستوں کو

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۱۔۱۵۲]

[2] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب التوحيد : باب قول الله تعالى ويحذر كم الله (۷۴۰۵) صحيح مسلم : كتاب الذكر والدعا : باب الحث على ذكر الله تعالى (۲۶۷۵) مسند احمد (۲/۲۵۱)]

[3] [سورۃ غافر: آیت ۷۔۹]

آ گ میں نہیں ڈالے گا۔ (مسند احمد) (1)

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک قیدی عورت کو دیکھا کہ اس نے اپنے بچے کو دیکھتے ہی اٹھا لیا اور اپنے کلیجے سے لگا کر اسے دودھ پلانے لگی آپ نے فرمایا بتاؤ تو اگر اس کے اختیار میں ہو تو کیا یہ اپنی خوشی سے اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہرگز نہیں آپ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے (2) اللہ کی طرف سے ان کا تحفہ جس دن یہ اس سے ملیں گے سلام ہوگا جیسے فرمایا ﴿سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ (3) قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرے گا۔ اس کی تائید بھی آیت ﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا﴾ (4) الخ' سے ہوتی ہے اللہ نے ان کے لئے اجر کریم یعنی جنت مع اس کی نعمتوں کے تیار کر رکھی ہے۔ جن میں سے ہر نعمت کھانا' پینا' پہننا' اوڑھنا' عورتیں' لذتیں' منظر وغیرہ ایسی ہیں کہ آج تو کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتیں۔ چہ جائیکہ دیکھنے میں یا سننے میں آئیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٤٥﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ
وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿٤٦﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿٤٧﴾ وَلَا تُطِعِ
الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٤٨﴾

اے نبی یقیناً ہم نے ہی تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ گواہیاں دینے والا خوشخبریاں سنانے والا آگاہ کرنے والا۔ اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ ○ تو مومنوں کو خوشخبریاں سنا دے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔ کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مان اور جو ایذا ان کی طرف سے پہنچے اس کا خیال بھی نہ کر اللہ پر بھروسہ کئے رہ کافی ہے اللہ کام بنانے والا ○

تورات میں نبی ﷺ کی صفات: عطا بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے کہا کہ حضور ﷺ کی صفتیں تورات میں کیا ہیں؟ فرمایا جو صفتیں آپ کی قرآن میں ہیں انہی میں کے بعض اوصاف آپ کے تورات میں بھی ہیں۔ تورات میں ہے اے نبی ہم نے تجھے گواہ اور خوشی سنانے والا' ڈرانے والا امتیوں کو بچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تو میرا بندہ اور رسول ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے تو بدگو اور فحش کلام نہیں ہے نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔ وہ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتا بلکہ درگزر کرتا اور معاف فرماتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ

(1) [صحيح: مسند احمد (٣/ ١٠٤) مسند ابو يعلى (٣٧٤٧) مستدرك حاكم (١٧٧/٤)] امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (٢١٢/١٠)] شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٢٠١٨)]

(2) [صحيح: صحيح بخاري: كتاب الادب: باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته (٥٩٩٩) صحيح مسلم: كتاب التوبه: باب في سعة رحمة الله تعالى وانها تغلب غضبه (٢٧٥٤)]

(3) سورة يسين: آيت ٥٨] (4) [سورة يونس: آيت ١٠]

قبض نہیں کرے گا جب تک لوگوں کے ٹیڑھا کر دیئے ہوئے دین کو اس کی ذات سے بالکل سیدھا نہ کر دے اور وہ ﴿لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ کے قائل نہ ہو جائیں جس سے اندھی آنکھیں روشن ہو جائیں اور بہرے کان سننے والے بن جائیں۔ اور پردوں والے دلوں کے زنگ چھوٹ جائیں۔ (بخاری) [1]

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت شعیب علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ میں تمہاری زبان سے اپنی باتیں کہلواؤں گا میں امیوں میں سے ایک نبی اُمی کو بھیجنے والا ہوں جو نہ بدخلق ہے نہ بدگو۔ نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والا۔ اس قدر سکون وامن کا حامل ہے کہ اگر چراغ کے پاس سے بھی گزر جائے تو وہ نہ بجھے اور اگر بانسوں پر بھی چلے تو پیر کی چاپ نہ معلوم ہو۔ میں اسے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا جو حق گو ہوگا اور میں اس کی وجہ سے اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا اور بہرے کانوں کو سننے والا کر دوں گا۔ اور زنگ آلود دلوں کو صاف کر دوں گا اور ہر بھلائی کی طرف اس کی رہبری کروں گا ہر نیک خصلت اس میں موجود رکھوں گا۔ دل جمعی اس کا لباس ہوگی۔ نیکی اس کا وطیرہ ہوگا۔ تقویٰ اس کا ضمیر ہوگا۔ حکمت اس کی گویائی ہوگی۔ صدق ووفا اس کی عادت ہوگی۔ عفو ودرگزر اس کا خلق ہوگا حق اس کی شریعت ہوگی۔ عدل اس کی سیرت ہوگی۔ ہدایت اس کی امام ہوگی۔ اسلام اس کا دین ہوگا۔ احمد اس کا نام ہوگا۔ گمراہوں کو میں اس کی وجہ سے ہدایت دوں گا۔ جاہلوں کو اس کی بدولت علماء بنا دوں گا۔ تنزل والوں کو ترقی پر پہنچا دوں گا۔ انجانوں کو معروف ومشہور کر دوں گا۔ قلت کو اس کی وجہ سے کثرت سے، فقیری کو امیری سے، فرقت کو الفت سے، اختلاف کو اتفاق سے بدل دوں گا۔ مختلف اور متضاد دلوں کو متفق اور متحد کر دوں گا۔ جداگانہ خواہشوں کو یکسو کر دوں گا۔ دنیا کو اس کی وجہ سے ہلاکت سے بچا لوں گا۔ تمام امتوں سے اس کی امت کو اعلیٰ اور افضل بنا دوں گا۔ وہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے دنیا میں پیدا کئے جائیں گے۔ ہر ایک کو نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے۔ وہ موحد ہوں گے مومن ہوں گے اخلاص والے ہوں گے رسولوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے سب کو سچ ماننے والے ہوں گے۔ وہ اپنی مسجدوں مجلسوں اور بستروں پر چلتے پھرتے، بیٹھتے اٹھتے میری تسبیح حمد وثنا بزرگی اور بڑائی بیان کرتے رہیں گے۔ کھڑے اور بیٹھے نمازیں ادا کرتے رہیں گے دشمنان اللہ سے صفیں باندھ کر جہاد کریں گے ان میں سے ہزارہا لوگ میری رضا مندی کی جستجو میں اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوں گے۔ منہ ہاتھ وضو میں دھویا کریں گے۔ تہبند آدھی پنڈلی تک باندھیں گے۔ میری راہ میں قربانیاں دیں گے۔ میری کتاب ان کے سینوں میں ہوگی۔ راتوں کو عابد اور دنوں کو مجاہد ہوں گے۔ میں اس نبی کی اہل بیت اور اولاد سے سبقت کرنے والے صدیق، شہید اور صالح لوگ پیدا کروں گا۔ اس کی امت اس کے بعد دنیا کو حق کی ہدایت کرے گی۔ اور حق کے ساتھ عدل وانصاف

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب انا ارسلنك شاهدا و مبشرا و نذيرا (٤٨٣٨)، (٢١٢٥) مسند احمد (١٧٤/٢)]

کرے گی۔ ان کی امداد کرنے والوں کو میں عزت والا کروں گا۔ اور ان کو بلانے والوں کی مدد کروں گا۔ ان کے مخالفین اور ان کے باغی اور ان کے بدخواہوں پر میں برے دن لاؤں گا۔ میں انہیں ان کے نبی کے وارث کر دوں گا۔ جو اپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیں گے۔ نیکیوں کی باتیں بتائیں گے برائیوں سے روکیں گے۔ نماز ادا کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، وعدے پورے کریں گے۔ اس خیر کو ان کے ہاتھوں پوری کروں گا۔ جو ان سے شروع ہوئی تھی۔ یہ ہے میرا فضل میں جسے چاہوں دوں۔ اور میں بہت بڑے فضل و کرم کا مالک ہوں۔

ابن ابی حاتم میں ہے آپ حضرت علی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے جو یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا جاؤ خوشخبریاں دینا نفرت نہ دلانا۔ آسانی کرنا سختی نہ کرنا دیکھو مجھ پر یہ آیت اتری ہے۔ (۱)

طبرانی میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھ پر یہ اترا ہے کہ اے نبی! ہم نے تجھے تیری امت پر گواہ بنا کر جنت کی خوشخبریاں دینے والا بنا کر اور جہنم سے ڈرانے والا بنا کر اور اللہ کے حکم سے اس کی توحید کی شہادت کی طرف لوگوں کو بلانے والا بنا کر اور روشن چراغ قرآن کے ساتھ بنا کر بھیجا ہے۔ (۲) پس آپ اللہ کی وحدانیت پر کہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں گواہ ہیں۔ اور قیامت کے دن آپ لوگوں کے اعمال پر گواہ ہوں گے۔ جیسے ارشاد ہے ﴿وَجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ شَهِيۡدًا﴾ (۳) یعنی ہم تجھے ان پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ اور آیت میں ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور تم پر یہ رسول گواہ ہیں۔ (۴) آپ مومنوں کو بہترین اجر کی بشارت سنانے والے اور کافروں کو بدترین عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں۔ اور چونکہ اللہ کا حکم ہے اس کی بجا آوری کے ماتحت آپ مخلوق کو خالق کی عبادت کی طرف بلانے والے ہیں۔ آپ کی سچائی اس طرح ظاہر ہے جیسے سورج کی روشنی۔ ہاں کوئی ضدی اڑ جائے تو اور بات ہے، اے نبی! کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو نہ ان کی طرف کان لگاؤ اور ان سے درگزر کرو۔ یہ جو ایذائیں پہنچاتے ہیں انہیں خیال میں بھی نہ لاؤ اور اللہ پر پورا بھروسہ کرو وہ کافی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَكَحۡتُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ فَمَا لَكُمۡ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ عِدَّةٍ تَعۡتَدُّوۡنَهَا ۚ فَمَتِّعُوۡهُنَّ وَسَرِّحُوۡهُنَّ سَرَاحًا جَمِيۡلًا ۝۴۹

اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو، تمہیں کچھ نہ کچھ انہیں دے دینا چاہئے اور بھلے طریق سے انہیں رخصت کر دینا چاہئے ○

ہم بستری سے پہلے طلاق کی کوئی عدت نہیں: اس آیت میں بہت سے احکام ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عقد پر بھی نکاح کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے ثبوت میں اس سے زیادہ صراحت والی آیت اور نہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ لفظ نکاح حقیقت میں صرف ایجاب و قبول کے لئے ہے؟ یا صرف جماع کے لئے ہے؟ یا ان

---

(۱) [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۱۸۴۱)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن عرزمی راوی ضعیف ہے۔]

(۲) [ضعیف : مجمع الزوائد (۷/ ۹۲)]

(۳) [سورۃ النسآء: آیت ۴۱] (۴) [سورۃ البقرہ: آیت ۱۴۳]

دونوں کے مجموعے کے لئے؟ قرآن کریم میں اس کا اطلاق عقد ووطی دونوں پر ہی ہوا ہے۔ لیکن اس آیت میں صرف عقد پر ہی اطلاق ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دخول سے پہلے بھی خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ مومنات کا ذکر یہاں پر بوجہ غلبہ کے ہے ورنہ حکم کتابیہ عورت کا بھی یہی ہے۔ سلف کی ایک بڑی جماعت نے اس آیت سے استدلال کر کے کہا ہے کہ طلاق اسی وقت واقع ہوتی ہے جب اس سے پہلے نکاح ہو گیا ہو اس آیت میں نکاح کے بعد طلاق کو فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے نہ طلاق صحیح ہے نہ وہ واقع ہوتی ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ اور بہت بڑی جماعت سلف وخلف کا یہی مذہب ہے۔ امام مالک اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ نکاح سے پہلے بھی طلاق درست ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے۔ تو اب جب بھی اس سے نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی۔ پھر امام مالک اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ میں اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو کہے کہ جس عورت سے میں نکاح کروں گا اس پر طلاق ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو کہتے ہیں کہ جس سے وہ نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نہیں پڑے گی کیونکہ کسی خاص عورت کو مقرر کر کے اس نے یہ نہیں کہا۔ جمہور جو اس کے خلاف ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص نے نکاح سے پہلے یہ کہا ہو کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا اس صورت میں طلاق نہیں ہو گی۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے طلاق کو نکاح کے بعد فرمایا ہے۔ پس نکاح سے پہلے کی طلاق کوئی چیز نہیں۔

مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ابن آدم جس کا مالک نہ ہو اس میں طلاق نہیں۔ [1] اور حدیث میں ہے جو طلاق نکاح سے پہلے کی ہو وہ کسی شمار میں نہیں۔ (ابن ماجہ) [2] پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم عورتوں کو نکاح کے بعد ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر کوئی عدت نہیں بلکہ وہ جس سے چاہیں اسی وقت نکاح کر سکتی ہیں۔ ہاں اگر ایسی حالت میں ان کا خاوند فوت ہو گیا ہو تو یہ حکم نہیں اسے چار ماہ دس دن کی عدت گزارنی پڑے گی۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ پس نکاح کے بعد ہی میاں نے بیوی کو اس سے پہلے ہی اگر طلاق دے دی ہے تو اگر مہر مقرر ہو چکا ہے تو آدھا دینا پڑے گا ورنہ تھوڑا بہت دے دینا ہی کافی ہے۔ اور آیت میں ہے

﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ [3]

---

[1] [حسن: ابو داؤد: کتاب الطلاق: باب فی الطلاق قبل النکاح (۲۱۹۰) نسائی: کتاب البیوع: باب بیع ما لیس عند البائع (٤٦٢٦) ابن ماجه: کتاب الطلاق: باب لا طلاق قبل النکاح (۲۰٤٧) ترمذی: کتاب الطلاق: باب ما جآء ان طلاق الامة تطلیقتان (۱۱۸۲) مسند احمد (۱۸۹/۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داود، صحیح ترمذی]

[2] [حسن صحیح: ابن ماجه: کتاب الطلاق: باب لا طلاق قبل النکاح (۲۰٤٨)] حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ [الزوائد (۱۳۲/۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه]

[3] [سورة البقرہ: آیت ۲۳۷]

یعنی اگر مہر مقرر ہو چکا ہے اور ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دی تو آدھے مہر کی وہ مستحق ہے۔اور آیت میں ارشاد ہے ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾ [1] الخ، یعنی اگر تم اپنی بیویوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو یہ کچھ گناہ کی بات نہیں۔اگر ان کا مہر مقرر نہ ہوا ہو تو تم انہیں کچھ نہ کچھ دے دو۔اپنی اپنی طاقت کے مطابق' امیر و غریب دستور کے مطابق ان سے سلوک کر دے' بھلے لوگوں پر یہ ضروری ہے۔چنانچہ ایسا ایک واقعہ خود حضور ﷺ کے ساتھ بھی گزرا۔کہ آپ نے امیمہ بنت شرجیل سے نکاح کیا یہ رخصت ہو کر آ گئیں آپ گئے ہاتھ بڑھایا تو گویا اس نے اسے ناپسند کیا آپ نے حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کا سامان تیار کر دیں اور دو کپڑے ارزقیہ کے انہیں دے دیں۔[2] پس ''سراح جمیل''، یعنی اچھائی سے رخصت کر دینا یہی ہے کہ اس صورت میں اگر مہر مقرر ہے تو آدھا دے دے۔اور اگر مقرر نہیں تو اپنی طاقت کے مطابق اس کے ساتھ کچھ سلوک کر دے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اے نبی! ہم نے تیرے لئے تیری وہ بیویاں حلال کر دی ہیں۔جنہیں تو ان کے مہر دے چکا ہے اور وہ لونڈیاں بھی جو اللہ نے غنیمت میں تجھے دی ہیں اور تیرے چچا کی لڑکیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ باایمان عورت جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے یہ اس صورت میں کہ نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہے یہ خاص طور پر صرف تیرے لئے ہی ہے دوسرے مومنوں کے لئے نہیں۔ہم اسے بخوبی جانتے ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں احکام مقرر کر رکھے ہیں یہ اس لئے کہ تجھ پر حرج واقع نہ ہو اللہ تعالیٰ بہت بخشش اور بڑے رحم والا ہے ○

جنہیں حق مہر دیا گیا ہے وہ تمام آپ کے لیے حلال: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرما رہا ہے کہ آپ نے اپنی جن بیویوں کو مہر ادا کیا ہے وہ سب آپ پر حلال ہیں۔آپ کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا جس کے پانچ سو درہم ہوتے تھے۔ہاں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان کا مہر حضرت نجاشی رحمہ اللہ نے اپنے پاس سے چار سو دینار دیا تھا۔اور اسی طرح ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا مہر صرف

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۳۶]

[2] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب الطلاق : باب من طلق و هل یواجه الرجل امراته بالطلاق (۵۲۵۶)]

ان کی آزادی تھی۔ خیبر کے قیدیوں میں آپ بھی تھیں پھر آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا اور اسی آزادی کو مہر قرار دیا اور نکاح کر لیا۔ اور حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقیہ رضی اللہ عنہا نے جتنی رقم پر مکاتبہ کیا تھا وہ پوری رقم آپ نے حضرت قیس بن ثابت بن شماس رضی اللہ عنہ کو ادا کر کے ان سے عقد باندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام ازواج مطہرات پر اپنی رضا مندی نازل فرمائے۔ اسی طرح جو لونڈیاں غنیمت میں آپ کے قبضے میں آئیں وہ بھی آپ پر حلال ہیں۔ صفیہ اور جویریہ رضی اللہ عنہا کے آپ مالک ہو گئے تھے پھر آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ ریحانہ بنت شمعون نصریہ اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کی ملکیت میں آئی تھیں۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے آپ کو فرزند بھی ہوا۔ جن کا نام حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھا۔ چونکہ نکاح کے بارے میں نصرانیوں نے افراط اور یہودیوں نے تفریط سے کام لیا تھا اس لئے اس عدل وانصاف والی سہل اور صاف شریعت نے درمیانہ راہِ حق کو ظاہر کر دیا۔ نصرانی تو سات پشتوں تک جس عورت مرد کا نسب نہ ملتا ہو۔ ان کا نکاح جائز جانتے تھے اور یہودی بہن اور بھائی کی لڑکی سے بھی نکاح کر لیتے تھے۔ پس اسلام نے بھانجی بھتیجی سے نکاح کرنے کو روکا۔ اور چچا کی لڑکی، پھوپھی کی لڑکی، ماموں کی لڑکی اور خالہ کی لڑکی سے نکاح کو مباح قرار دیا۔ اس آیت کے الفاظ کی خوبی پر نظر ڈالئے کہ ”عم اور خال“ چچا اور ماموں کے لفظ کو تو واحد لائے اور عمات اور خلات یعنی پھوپھی اور خالہ کے لفظ کو جمع لائے۔ جس میں مردوں کی ایک قسم کی فضیلت عورتوں پر ثابت ہو رہی ہے۔ جیسے ﴿يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ﴾ [1] اور جیسے ﴿وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ﴾ [2] یہاں بھی چونکہ ظلمات اور نور یعنی اندھیرے اور اجالے کا ذکر تھا اور اجالے کو اندھیرے پر فضیلت ہے اس لئے وہ لفظ ظلمات جمع لائے۔ اور لفظ نور مفرد لائے۔ اس کی اور بھی بہت سی نظیریں دی جا سکتی ہیں۔ پھر فرمایا جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس حضور ﷺ کا مانگا آیا تو میں نے اپنی معذوری ظاہر کی جسے آپ نے تسلیم کر لیا۔ اور یہ آیت اتری میں ہجرت کرنے والیوں میں نہ تھی بلکہ فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والیوں میں تھی۔ [3] مفسرین نے بھی یہی کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جنہوں نے مدینے کی طرف آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو۔ قتادہ رحمہ اللہ سے ایک روایت میں اس سے مراد اسلام لانا بھی مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿وَالّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَنْ مَّعَكَ﴾ ہے۔ پھر فرمایا اور وہ مومنہ عورت جو اپنا نفس اپنے نبی کے لئے ہبہ کر دے۔ اور نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں۔ تو بے مہر دیئے اسے نکاح میں لا سکتے ہیں۔ پس یہ حکم دو شرطوں کے ساتھ ہے جیسے آیت ﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۷]
[2] [سورۃ الانعام: آیت ۱]

[3] [ضعیف جدا : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ الاحزاب (۳۲۱۴) بیہقی فی السنن الکبری (۷/۵٤) مستدرك حاکم (۲/۴۲۰) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۵٤٦)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ﴾ (۱) میں ۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اگر میں تمہیں نصیحت کرنا چاہوں اور اگر اللہ تمہیں اس نصیحت سے مفید کرنا نہ چاہے تو میری نصیحت تمہیں کوئی نفع نہیں دے سکتی ۔ اور جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان ﴿يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴾ (۲) یعنی اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو۔ اور اگر تم مسلمان ہو گئے ہو تو تمہیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے ۔ پس جیسے ان دونوں آیتوں میں دو دو شرائط ہیں اسی طرح اس آیت میں بھی دو شرائط ہیں ۔ ایک تو اس کا اپنا نفس ہبہ کرنا دوسرے آپ کا بھی اسے اپنے نکاح میں لانے کا ارادہ کرنا ۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میں اپنا نفس آپ کے لئے ہبہ کرتی ہوں ۔ پھر وہ دیر تک کھڑی رہیں ۔ تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ ! اگر آپ ان سے نکاح کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو میرے نکاح میں دے دیجئے ۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے بھی؟ جو انہیں مہر میں دیں؟ جواب دیا کہ اس تہبند کے سوا اور کچھ نہیں ۔ آپ نے فرمایا یہ اگر تم انہیں دے دو گے تو خود تہبند کے بغیر رہ جاؤ گے کچھ اور تلاش کرو ۔ اس نے کہا میں اور کچھ نہیں پاتا ۔ آپ نے فرمایا تلاش تو کرو گو لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے ۔ انہوں نے ہر چند دیکھ بھال کی لیکن کچھ بھی نہ پایا ۔ آپ نے فرمایا قرآن کی کچھ سورتیں بھی تمہیں یاد ہیں؟ اس نے کہا ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں ۔ آپ نے فرمایا بس تو انہی سورتوں پر میں نے انہیں تمہارے نکاح میں دیا ۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے ۔ (۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ جب یہ واقعہ بیان کرنے لگے تو ان کی صاحبزادی بھی سن رہی تھیں ۔ کہنے لگیں اس عورت میں بہت ہی کم حیا تھی ۔ تو آپ نے فرمایا تم سے وہ بہتر نہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت کی رغبت کر رہی تھیں اور آپ پر اپنا نفس پیش کر رہی تھیں ۔ (بخاری) (۴) مسند احمد میں ہے کہ ایک عورت حضور ﷺ کے پاس آئیں اور اپنی بیٹی کی بہت سی تعریفیں کر کے کہنے لگیں کہ حضور ﷺ میری مراد یہ ہے کہ آپ اس سے نکاح کر لیں ۔ آپ نے قبول فرما لیا وہ پھر بھی تعریف کرتی رہیں ۔ یہاں تک کہ کہا حضور ﷺ نہ وہ کبھی بیمار پڑیں نہ سر میں درد ہوا ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا پھر مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ۔ (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی بیوی صاحبہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا تھیں ۔ (۶) اور روایت میں ہے یہ قبیلہ بنو سلیم میں سے تھیں ۔ (۷) اور روایت

---

(۱) [سورة هود: آيت ۳٤] (۲) [سورة يونس: آيت ۸٤]

(۳) [صحيح : صحيح بخاري : كتاب الوكالة : باب و كالة المراة الامام فى النكاح (۲۳۱۰) ، (۵۱۳۵) ترمذي : كتاب النكاح (۱۱۱٤) نسائي : كتاب النكاح : باب هبة المراة نفسها رجل بغير صداق (۳۳۵۹) ابو داؤد : كتاب النكاح : باب في التزويج على العمل يعمل (۲۱۱۱) مسند احمد (۳۳٦/۵)]

(۴) [صحيح : صحيح بخاري : كتاب النكاح : باب عرض المرأة على الرجل الصالح (۵۱۲۰)]

(۵) [ضعيف : مسند احمد (۱۵۵/۳) مسند ابو يعلى (٤۲۳٤) مجمع الزوائد (۲۹٤/۲)] اس کی سند میں سنان بن ربیعہ راوی اہل علم کے نزدیک ضعیف ہے ۔]

(۶) [بيهقي في السنن الكبرى (۵۵/۷)] (۷) [تفسير ابن جرير الطبري (۲۳/۲۲)]

میں ہے یہ بڑی نیک بخت عورت تھیں۔ [1] ممکن ہے ام سلیم ہی حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ہوں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ دوسری کوئی عورت ہوں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ عورتوں سے نکاح کیا جن میں سے چھ تو قریشی تھیں۔ خدیجہ، عائشہ، حفصہ، ام حبیبہ، سودہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن اور تین بنو عامر بن صعصعہ کے قبیلے میں سے تھیں اور دو عورتیں قبیلہ بنو ہلال بن عامر میں سے تھیں۔ حضرت میمونہ بنت حارثہ رضی اللہ عنہا یہی وہ ہیں جنہوں نے اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کی کنیت ام المساکین تھی۔ اور ایک عورت بنو ابی بکر بن کلاب سے۔ یہ وہی ہے جس نے دنیا کو اختیار کیا تھا اور بنو جون میں سے ایک عورت جس نے پناہ طلب کی تھی۔ اور ایک عورت اسد یہ جن کا نام زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہے۔ دو کنیزیں تھیں۔ صفیہ بنت حیی بن اخطب اور جویریہ بنت حارث بن عمرو بن مصطلق خزاعیہ۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی عورت حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا تھیں۔ لیکن اس میں انقطاع ہے۔ اور یہ روایت مرسل ہے۔ یہ مشہور بات ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کی کنیت ام المساکین تھی یہ زینب بنت خزیمہ تھیں۔ قبیلہ انصار میں سے تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی انتقال کر گئیں۔ واللہ اعلم

مقصد یہ ہے کہ وہ عورتیں جنہوں نے اپنے نفس کا اختیار آپ کو دیا تھا چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں ان عورتوں پر غیرت کیا کرتی تھی جو اپنا نفس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیتی تھیں۔ اور مجھے بڑا تعجب معلوم ہوتا تھا کہ عورتیں اپنا نفس ہبہ کرتی ہیں جب یہ آیت اتری کہ ﴿تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾ الخ، تو ان میں سے جسے چاہے اسے نہ کر اور جسے چاہے اپنے پاس جگہ دے اور جن سے تو نے یکسوئی کر لی ہے انہیں بھی اگر تم لے آؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں۔ تو میں نے کہا بس اب تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر خوب وسعت و کشادگی کر دی۔ [3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کوئی ایسی عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ تھی جس نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا ہو۔ حضرت یونس بن بکیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں گو آپ کے لئے یہ مباح تھا کہ جو عورت اپنے تئیں آپ کو سونپ دے آپ اسے اپنے گھر میں رکھ لیں۔ لیکن آپ نے ایسا کیا نہیں۔ کیونکہ یہ امر آپ کی مرضی پر رکھا گیا تھا۔ یہ بات کسی اور کے لئے جائز نہیں ہاں مہر ادا کر دے تو بے شک جائز ہے۔ چنانچہ حضرت بروع بنت واشق رضی اللہ عنہا کے بارے میں جنہوں نے اپنا نفس سونپ دیا تھا جب ان کے شوہر انتقال کر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ ان کے خاندان کی اور عورتوں کے مثل انہیں مہر دیا جائے۔ جس طرح موت مہر کو مقرر کر دیتی ہے اسی طرح صرف دخول سے بھی مہر واجب ہو جاتا ہے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم سے مستثنیٰ تھے۔ ایسی عورتوں کو کچھ دینا آپ پر واجب نہ تھا گو اسے شرف بھی حاصل ہو چکا ہو۔

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲/۲۳)]

[2] [مرسل وضعیف : ابن ابی شیبة (۵/۲۷۰)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله ترجی من تشاء منهن (۲۷۸۸) صحیح مسلم : کتاب الرضاع : باب جواز هبتها نوبتها لضرتها (۱۴۶۴)]

اس لئے کہ آپ کو بغیر مہر کے اور بغیر ولی کے اور بغیر گواہوں کے نکاح کر لینے کا اختیار تھا جیسے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے قصے میں ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسی عورت کو یہ جائز نہیں کہ اپنے آپ کو بغیر ولی اور بغیر مہر کے کسی کے نکاح میں دے دے۔ ہاں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ تھا۔ اور دوسرے مومنوں پر جو ہم نے مقرر کر دیا ہے اسے ہم خوب جانتے ہیں یعنی وہ چار سے زیادہ بیویاں ایک ساتھ رکھ نہیں سکتے۔ ہاں ان کے علاوہ لونڈیاں رکھ سکتے ہیں۔ اور ان کی کوئی تعداد مقرر نہیں۔ اسی طرح ولی کی مہر کی گواہوں کی بھی شرط ہے۔ پس امت کا تو یہ حکم ہے اور آپ پر اس کی پابندیاں نہیں۔ تاکہ آپ پر کوئی حرج نہ ہو۔ اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ
كُلُّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝

ان میں سے جسے تو چاہے موقوف رکھ دے اور جسے چاہے اپنے پاس رکھ لے اور اگر تو ان میں سے بھی کسی کو اپنے پاس بلا لے جنہیں تو نے موقوف کر رکھا تھا تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ اس میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ ان عورتوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور جو کچھ بھی تو انہیں دے دے اس پر سب کی سب راضی رہیں تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے اللہ خوب جانتا ہے اللہ علم اور حلم والا ہے ۝

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بیویاں چھوڑنے یا رکھنے میں اختیار: بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں ان عورتوں پر عار رکھا کرتی تھی جو اپنا نفس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کریں اور کہتی تھیں کہ عورتیں بغیر مہر کے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کرنے میں شرماتی نہیں ہیں؟ یہاں تک کہ یہ آیت اتری تو میں نے کہا کہ آپ کا رب آپ کے لئے کشادگی کرتا ہے۔ (1) پس معلوم ہوا کہ آیت سے مراد یہی عورتیں ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ کے نبی کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں قبول کریں اور جسے چاہیں قبول نہ فرمائیں۔ پھر اس کے بعد یہ بھی آپ کے اختیار میں ہے کہ جنہیں قبول نہ فرمایا ہو انہیں جب چاہیں نواز دیں۔ عامر شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جنہیں مؤخر کر رکھا تھا ان میں حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا تھیں۔ ایک مطلب اس جملے کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی بیویوں کے بارے میں آپ کو اختیار تھا کہ اگر چاہیں تقسیم کریں چاہیں نہ کریں۔ جسے چاہیں مقدم کریں جسے چاہیں موخر کریں۔ اسی طرح خاص بات چیت میں بھی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری عمر برابر اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں عدل کے ساتھ برابری کی تقسیم کرتے رہے۔ بعض فقہاء شافعیہ کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تقسیم واجب تھی۔

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب النکاح : باب ھل للمراۃ ان تھب نفسھا لاحد (۵۱۱۳) صحیح مسلم : کتاب الرضاع : باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا (۱۴۶۴) ابن ماجہ : کتاب النکاح : باب التی وھبت نفسھا للنبی (۲۰۰۰)]

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس آیت کے نازل ہو چکنے کے بعد بھی اللہ کے نبی ہم سے اجازت لیا کرتے تھے مجھ سے تو جب دریافت فرماتے میں کہتی اگر میری بس میں ہو تو میں کسی اور کے پاس آپ کو ہرگز نہ جانے دوں۔ (1) پس صحیح بات جو بہت اچھی ہے اور جس سے ان اقوال میں مطابقت بھی ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آیت عام ہے۔ اپنے نفس کو سونپنے والیوں اور آپ کی بیویوں کو سب کو شامل ہے۔ ہبہ کرنے والیوں کے بارے میں نکاح کرنے نہ کرنے اور نکاح والیوں میں تقسیم کرنے نہ کرنے کا آپ کو اختیار تھا۔ پھر فرماتا ہے کہ یہی حکم بالکل مناسب ہے اور ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سہولت والا ہے۔ جب وہ جان لیں گی کہ آپ باریوں کے مکلّف نہیں ہیں۔ پھر بھی مساوات قائم رکھتے ہیں تو انہیں بہت خوشی ہوگی۔ اور ممنون اور مشکور ہوں گی اور آپ کے انصاف وعدل کی داد دیں گی۔ اللہ دلوں کی حالتوں سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کسے کس کی طرف زیادہ رغبت ہے۔

مسند میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طور پر صحیح تقسیم اور پورے عدل کے بعد اللہ سے عرض کیا کرتے تھے کہ الہ العالمین جہاں تک میرے بس میں تھا میں نے انصاف کر دیا۔ اب جو میرے بس میں نہیں اس پر تو مجھے ملامت نہ کرنا۔ (2) یعنی دل کے رجوع کرنے کا اختیار مجھے نہیں۔ اللہ سینوں کی باتوں کا عالم ہے۔ لیکن حلم وکرم والا ہے۔ چشم پوشی کرتا ہے معاف فرماتا ہے۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ
اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾

ان عورتوں کے علاوہ اور عورتیں تجھ پر حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہیں کہ انہیں چھوڑ کر اور عورتوں سے نکاح کرے اگرچہ ان کی صورت اچھی بھی لگتی ہو مگر جو تیری مملوکہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا نگہبان ہے ○

ازواج مطہرات پر اللہ کا انعام: پہلی آیتوں میں گذر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہیں اور اگر چاہیں تو آپ سے علیحدہ ہو جائیں۔ لیکن امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے دامن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنا پسند نہ فرمایا۔ اس پر انہیں اللہ کی طرف سے دنیوی بدلہ ایک یہ

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ترجی من تشاء منهمن و تؤوی (٤٧٨٩) صحیح مسلم: کتاب الطلاق: باب بیان ان تخییر امراته لا یکون طلاقا الا بالنیة (١٤٧٦) ابو داؤد: کتاب النکاح: باب فی القسم بین النسآء (٢١٣٦) مسند احمد (٧٦/٦)]

(2) [ضعیف: مسند احمد (١٤٤/٦) ترمذی: کتاب النکاح: باب ما جآء فی التسویة بین الضرائر (١١٤٠) نسائی: کتاب النسآء: باب میل الرجل الی بعض نسآئه دون بعض (٣٩٥٣) ابن ماجه: کتاب النکاح: باب القسمة بین النسآء (١٩٧١) ابو داؤد: کتاب النکاح: باب فی القسم بین النسآء (٢١٣٤) مستدرك حاکم (١٨٧/٢) دارمی (١٤٤/٢) ابن حبان (٤٢٠٥) ابن ابی شیبه (٣٨٦/٤)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی]

بھی ملا کہ حضور ﷺ کو اس آیت میں حکم ہوا کہ اب ان کے سوا کسی اور عورت سے نکاح نہیں کر سکتے۔ نہ آپ ان میں سے کسی کو چھوڑ کر اس کے بدلے دوسری لا سکتے ہیں گو وہ کتنی ہی خوش شکل کیوں نہ ہو؟ ہاں لونڈیوں اور کنیزوں کی اور بات ہے۔ اس کے بعد پھر رب العالمین نے یہ تنگی آپ پر سے اٹھا لی اور نکاح کی اجازت دے دی لیکن خود رسول اللہ ﷺ نے پھر سے کوئی اور نکاح کیا ہی نہیں۔ اس حرج کے اٹھانے میں اور پھر عمل کے نہ ہونے میں بہت بڑی مصلحت یہ تھی کہ حضور ﷺ کا یہ احسان اپنی بیویوں پر رہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ کے انتقال سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور عورتیں بھی حلال کر دی تھیں۔ (ترمذی نسائی وغیرہ) [1] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ حلال کرنے والی آیت ﴿ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ ﴾ الخ' ہے جو اس آیت سے پہلے گذر چکی ہے بیان میں وہ پہلے ہے اور اترنے میں وہ پیچھے ہے۔ سورہ بقرہ میں بھی اسی طرح عدت وفات کی پچھلی آیت منسوخ ہے اور پہلی آیت ناسخ ہے۔ واللہ اعلم

اس آیت کے ایک اور معنی بھی بہت سے حضرات سے مروی ہیں وہ کہتے ہیں مطلب اس سے یہ ہے کہ جن عورتوں کا ذکر اس سے پہلے ہے ان کے سوا اور حلال نہیں جن میں یہ صفتیں ہوں وہ ان کے علاوہ بھی حلال ہیں۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ کیا حضور ﷺ کی جو بیویاں تھیں اگر وہ آپ کی موجودگی میں انتقال کر جاتیں اور آپ اور عورتوں سے نکاح کر سکتے تھے؟ آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ تو سائل نے ﴿ لَا يَحِلُّ ﴾ والی آیت پڑھی۔ یہ سن کر حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ عورتوں کی جو قسمیں اس سے پہلے بیان ہوئی ہیں۔ یعنی نکاحتا بیویاں' لونڈیاں چچا کی' پھوپھیوں کی' ماموں اور خالاؤں کی بیٹیاں ہبہ کرنے والی عورتیں۔ ان کے سوا جو اور قسم کی ہوں جن کے یہ اوصاف نہ ہوں وہ آپ پر حلال نہیں ہیں۔ (ابن جریر) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سوائے ان مہاجرات مومنات کے اور عورتوں سے نکاح کرنے کی آپ کو ممانعت کر دی گئی۔ غیر مسلم عورتوں سے نکاح حرام کر دیا گیا قرآن میں ہے ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ﴾ [2] الخ' یعنی ایمان کے بعد کفر کرنے والے کے اعمال غارت ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿ اِنَّآ اَحْلَلْنَا ﴾ الخ' میں عورتوں کی جن قسموں کا ذکر کیا وہ تو حلال ہیں ان کے ماسوا اور حرام ہیں۔ [3]

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے سوا ہر قسم کی عورتیں خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ یہود یہ ہوں خواہ نصرانیہ سب

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الاحزاب (٣٢١٦) نسائی : کتاب النکاح : باب ما افترض الله علی رسوله وحرمه علی خلقه (٣٢٠٥) وفی السنن الکبری (١١٤١٥) بیهقی (٥٤/٧) مسند احمد (٤١/٦)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [سورة المائدہ: آیت ٥]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : سوره الاحزاب (٣٢١٥)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

حرام ہیں ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اعرابیہ اور انجان عورتوں سے نکاح سے روک دیئے گئے۔ لیکن جو عورتیں حلال تھیں ان میں سے اگر چاہیں سینکڑوں کرلیں حلال ہیں۔ الغرض آیت عام ہے ان عورتوں کو جو آپ کے گھر میں تھیں اور ان عورتوں کو جن کے اقسام بیان ہوئے سب کو شامل ہے اور جن لوگوں سے اس کے خلاف مروی ہے ان سے اس کے مطابق بھی مروی ہے لہٰذا کوئی منفی نہیں۔ ہاں اس پر ایک بات باقی رہ جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی پھر ان سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے فراق کا بھی ارادہ کیا تھا جس پر انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔ اس کا جواب امام ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ بات یہی ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس جواب کی بھی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ آیت میں ان کے سوا دوسریوں سے نکاح کرنے اور انہیں نکال کر اوروں کو لانے کی ممانعت ہے نہ کہ طلاق دینے کی واللہ اعلم۔ سودہ رضی اللہ عنہا والے واقعہ میں آیت ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ﴾ (1) الخ، اتری ہے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والا واقعہ ابوداؤد وغیرہ میں مروی ہے۔ (2)

ابویعلیٰ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک دن آئے کہ وہ رو رہی ہیں پوچھا کہ شاید تمہیں حضور ﷺ نے طلاق دے دی۔ سنو اگر رجوع ہو گیا اور پھر یہی موقعہ پیش آیا تو اللہ کی قسم میں مرتے دم تک تم سے کلام نہ کروں گا۔ (3) آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو زیادہ کرنے سے اور کسی کو نکال کر اس کے بدلے دوسری کو لانے سے منع کیا ہے۔ مگر لونڈیاں حلال رکھی گئی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں ایک خبیث رواج یہ بھی تھا کہ لوگ آپس میں اپنی بیویوں کا تبادلہ کر لیا کرتے تھے۔ یہ اپنی اسے دے دیتے تھے اور وہ اپنی اسے دے دیتا تھا۔ اسلام نے اس گندے طریقے سے مسلمانوں کو روک دیا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ عیینہ بن حصن فزاری حضور ﷺ کے پاس آئے۔ اور اپنی جاہلیت کی عادت کے مطابق بغیر اجازت لئے چلے آئے۔ اس وقت آپ کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا بے اجازت کیوں چلے آئے؟ اس نے کہا واہ۔ میں نے تو آج تک قبیلہ مضر کے خاندان کے کسی شخص سے اجازت مانگی ہی نہیں۔ پھر کہنے لگا یہ آپ کے پاس کون سی عورت بیٹھی ہوئی تھیں؟ آپ نے فرمایا یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں تو کہنے لگا حضور ﷺ انہیں چھوڑ دیں میں ان کے بدلے اپنی بیوی آپ کو دیتا ہوں جو خوبصورتی میں بے مثل ہے۔

---

(1) [سورۃ النسآء: آیت ۱۲۸]

(2) **صحیح**: ابو داؤد: کتاب الطلاق: باب فی المراجعة (۲۲۸۳) ابن ماجه: کتاب الطلاق: باب حدثنا سوید بن سعید (۲۰۱۶) نسائی: کتاب الطلاق: باب الرجعة (۳۵۶۲) مستدرك حاكم (۲/۱۹۷) صحیح ابن حبان (۴۲۷۵)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود، السلسلة الصحیحة (۲۰۰۷)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

(3) [مسند ابو یعلی (۱۷۲) مجمع الزوائد (۹/۲۴۴) طبرانی کبیر (۲۳/۳۰۵)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ اس میں اعمش مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔]

آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنا حرام کردیا ہے جب وہ چلے گئے تو مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے دریافت فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ یہ کون تھا؟ آپ نے فرمایا ایک احمق سردار تھا۔ تم نے اس کی باتیں سنیں؟ اس پر بھی یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ (1) اس روایت کا ایک راوی اسحاق بن عبداللہ بالکل گرے ہوئے درجے کا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾ إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٥٤﴾

مسلمانو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو کھانے کے لئے بھی اجازت کے بعد جاؤ یہ نہیں کہ پہلے سے جا کر بیٹھ گئے اور کھانے کے پکنے کا انتظار کرتے رہے بلکہ جب بلایا جائے جاؤ اور جب کھا چکو نکل کھڑے ہو جایا کرو پھر وہیں باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو' نبی کو تمہاری یہ حرکت ناگوار گذرتی ہے لیکن وہ لحاظ کر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بیان حق میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا' جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کیا کرو' تمہارے اور ان کے دلوں کی کامل پاکیزگی یہی ہے' نہ تمہیں یہ جائز ہے کہ تم رسول ﷺ کو تکلیف دو اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو' یاد رکھو اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے ○ تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا مخفی رکھو اللہ تو ہر ہر چیز کا بخوبی علم رکھنے والا ہے ○

پردے کے احکام: اس آیت میں پردے کا حکم ہے اور شرعی آداب و احکام کا بیان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق جو آیتیں اتری ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ بخاری مسلم میں آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تین باتیں میں نے کہیں جن کے مطابق ہی رب العالمین کے احکام نازل ہوئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ مقام ابراہیم کو قبلہ بنائیں تو بہتر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حکم اترا کہ ﴿ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ﴾ (2) میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے تو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ گھر میں ہر کہ ومہ یعنی چھوٹا بڑا آ جائے آپ اپنی بیویوں کو پردے کا حکم دیں تو اچھا ہو پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردے کا حکم نازل ہوا۔ جب حضور ﷺ

---

(1) [ضعیف جدا : مسند بزار (۲۲۵۱) دارقطنی (۳/۲۱۸)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (۹۲/۷)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [سورۃ البقرہ: آیت ۱۲۵]

کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن غیرت کی وجہ سے کچھ کہنے سننے لگیں تو میں نے کہا کسی غرور میں نہ رہنا اگر تمہیں حضور ﷺ چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ تم سے بہترین بیویاں آپ کو دلوائے گا چنانچہ یہی آیت قرآن میں نازل ہوئی۔ [1] صحیح مسلم میں ایک چوتھی موافقت بھی مذکور ہے وہ بدر کے قیدیوں کا فیصلہ ہے۔ [2] اور روایت میں ہے سنہ ۵ ھ ماہ ذیقعدہ میں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا ہے جو نکاح خود اللہ تعالیٰ نے کرایا تھا اسی صبح کو پردے کی آیت نازل ہوئی ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں یہ واقعہ سن تین ہجری کا ہے۔ واللہ اعلم۔

صحیح بخاری میں حضور ﷺ نے جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو لوگوں کی دعوت کی وہ کھا پی کر باتوں میں بیٹھے رہے آپ نے اٹھنے کی تیاری بھی کی۔ پھر بھی وہ نہ اٹھے یہ دیکھ کر آپ کھڑے ہوگئے آپ کے ساتھ ہی کچھ لوگ تو اٹھ کر چل دیئے لیکن پھر بھی تین شخص وہیں بیٹھے رہ گئے اور باتیں کرتے رہے۔ حضور ﷺ پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ ابھی تک باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ آپؐ پھر لوٹ گئے۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو خبر دی۔ اب آپ گھر میں تشریف لے گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے بھی جانا چاہا تو آپ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ کرلیا اور یہ آیت اتری۔ [3] اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس موقعہ پر گوشت روٹی کھلائی تھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا کہ لوگوں کو بلا لائیں۔ لوگ آتے تھے کھاتے تھے اور واپس جاتے تھے۔ جب ایک بھی ایسا نہ بچا کہ جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ بلاتے تو آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا اب دسترخوان بڑھا دو لوگ سب چلے گئے مگر تین شخص باتوں میں لگے رہے۔ حضور ﷺ یہاں سے نکل کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ انہوں نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ فرمایئے حضور ﷺ بیوی صاحبہ سے خوش تو ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تمہیں برکت دے۔ اسی طرح آپ اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس گئے اور سب جگہ یہی باتیں ہوئیں۔ اب لوٹ کر جو آئے تو دیکھا کہ وہ تینوں صاحب اب تک نہیں گئے۔ چونکہ آپ میں شرم وحیا لحاظ ومروت بے حد تھا اس لئے آپ کچھ فرما نہ سکے اور پھر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف چلے اب نہ جانے میں نے خبر دی یا آپ کو خود خبردار کردیا گیا کہ وہ تینوں بھی چلے گئے ہیں تو آپ پھر آئے اور چوکھٹ میں ایک قدم رکھتے ہی آپ نے پردہ ڈال دیا اور پردے کی آیت نازل ہوئی۔ [4] ایک روایت میں بجائے تین شخصوں کے دو کا ذکر ہے۔ [5] ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (٤٤٨٣) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ البقرۃ (٢٩٥٩) مسند احمد (١/٢٤)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ: باب من فضائل عمر (٢٣٩٩)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قولہ لا تدخلوا بیوت النبی (٤٧٩١) صحیح مسلم: کتاب النکاح: باب زواج زینب بن جحش ونزول الحجاب (١٤٢٨)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قولہ لا تدخلوا بیوت النبی (٤٧٩٣)]

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قولہ لا تدخلوا بیوت النبی (٤٧٩٤)]

کے کسی نئے نکاح پر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مالیدہ بنا کر ایک برتن میں رکھ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاؤ اور کہہ دینا کہ یہ تھوڑا سا تحفہ ہماری طرف سے قبول فرمایئے اور میرا سلام بھی کہہ دینا۔ اس وقت لوگ تھے بھی تنگی میں۔ میں نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا سلام پہنچایا اور پیغام بھی۔ آپ نے اسے دیکھا اور فرمایا اچھا اسے رکھ دو۔ میں نے گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا پھر فرمایا جاؤ فلاں اور فلاں کو بلا لاؤ بہت سے لوگوں کے نام لئے اور پھر فرمایا ان کے علاوہ جو مسلمان مل جائے میں نے یہی کیا۔ جو ملا اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کھانے کے لئے بھیجتا رہا واپس لوٹا تو دیکھا کہ گھر اور انگنائی اور بیٹھک سب لوگوں سے پر ہے تقریباً تین سو آدمی جمع ہو گئے تھے اب مجھ سے آپ نے فرمایا جاؤ وہ پیالہ اٹھا لاؤ میں لایا تو آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر دعا کی اور جو اللہ نے چاہا آپ نے زبان سے کہا پھر فرمایا چلو دس دس آدمی حلقہ کر کے بیٹھ جاؤ اور ہر ایک بسم اللہ کہہ کر اپنے اپنے آگے سے کھانا شروع کرو۔ اسی طرح کھانا شروع ہوا اور سب کے سب کھا چکے تو آپ نے فرمایا پیالہ اٹھا لو حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پیالہ اٹھا کر دیکھا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ جس وقت رکھا تھا اس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا یا اب؟ چند لوگ آپ کے گھر بھی ٹھہر گئے ان میں باتیں ہو رہی تھیں اور ام المومنین رضی اللہ عنہا دیوار کی طرف منہ پھیرے بیٹھی ہوئی تھیں ان کا اتنی دیر تک نہ ہٹنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق گذر رہا تھا لیکن شرم ولحاظ کی وجہ سے کچھ فرماتے نہ تھے اگر انہیں اس بات کا علم ہو جاتا تو نکل جاتے لیکن وہ بے فکری سے بیٹھے ہی رہے۔ آپ گھر سے نکل کر اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں کے پاس چلے گئے پھر واپس آئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب تو یہ بھی سمجھ گئے بڑے نادم ہوئے اور جلدی سے نکل گئے آپ اندر بڑھے اور پردہ لٹکا دیا۔ میں بھی حجرے میں ہی تھا جو یہ آیت اتری اور آپ اس کی تلاوت کرتے ہوئے باہر آئے سب سے پہلے اس آیت کو عورتوں نے سنا اور میں تو سب سے اول ان کا سننے والا ہوں۔ (1) پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آپ کا مانگا لے جانے کی روایت آیت ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ﴾ الخ، کی تفسیر میں گزر چکی ہے اس کے آخر میں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ پھر لوگوں کو نصیحت کی گئی اور ہاشم کی اس حدیث میں اس آیت کا بیان بھی ہے۔

ابن جریر میں ہے کہ رات کے وقت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن قضائے حاجت کے لئے جنگل میں جایا کرتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ پسند نہ تھا آپ فرمایا کرتے تھے کہ انہیں اس طرح نہ جانے دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر توجہ نہیں فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نکلیں تو چونکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی منشا یہ تھی کہ کسی طرح ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا یہ نکلنا بند ہو اس لئے انہیں ان کے قد وقامت کی وجہ سے پہچان کر بہ آواز بلند ہو کر کہا کہ ہم نے تمہیں اے سودہ (رضی اللہ عنہا) پہچان لیا۔ اس کے بعد پردے کی آیتیں اتریں۔ (2) اس روایت میں یونہی ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔

---

(1) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب النکاح: باب زواج زینب بنت جحش (١٤٢٨) صحیح بخاری، تعلیقا: کتاب النکاح: باب الهدية العروس (٥١٦٣) ترمذی (٣٢١٨)]

(2) [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٦١٩)]

چنانچہ مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حجاب کے حکم کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نکلیں اس میں یہ بھی ہے کہ یہ اسی وقت واپس آ گئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ ایک ہڈی ہاتھ میں تھی آ کر واقعہ بیان کیا اسی وقت وحی نازل ہوئی جب ختم ہوئی اس وقت بھی وہ ہڈی ہاتھ میں ہی تھی اسے چھوڑا ہی نہ تھا۔ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ضرورتوں کی بنا پر باہر نکلنے کی اجازت دیتا ہے۔ (1) آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس عادت سے روکتا ہے جو جاہلیت میں اور ابتداء اسلام میں ان میں تھی کہ بے اجازت دوسرے کے گھر میں چلے جانا۔ پس اللہ تعالیٰ اس امت کا اکرام کرتے ہوئے اسے یہ ادب سکھاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون ہے کہ خبردار! عورتوں کے پاس نہ جاؤ۔ (2) پھر اللہ نے انہیں مستثنیٰ کر لیا جنہیں اجازت دے دی جائے۔ تو فرمایا مگر یہ کہ تمہیں اجازت دی جائے۔ کھانے کے لئے ایسے وقت پر نہ جاؤ کہ تم اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔ مجاہد اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کھانے کے پکنے اور اس کے تیار ہونے کے وقت میں نہ پہنچو۔ جب سمجھا کہ کھانا تیار ہو گیا۔ جا گھسے یہ خصلت اللہ کو پسند نہیں۔ یہ دلیل ہے طفیلی بننے کی حرمت پر۔ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس کی مذمت میں پوری ایک کتاب لکھی ہے۔ پھر فرمایا جب بلائے جاؤ تو جاؤ اور جب کھا چکو تو نکل جاؤ۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ تم میں سے کسی کو جب اس کا بھائی بلائے تو اسے دعوت قبول کرنی چاہیے خواہ نکاح کی ہو یا کوئی اور۔ (3) اور حدیث میں ہے کہ اگر مجھے فقط ایک کھر کی دعوت دی جائے تو بھی میں اسے قبول کروں گا۔ (4) دستور دعوت یہ بھی بیان فرمایا کہ جب کھا چکو تو اب میزبان کے ہاں چوکڑی مار کر نہ بیٹھ جاؤ۔ بلکہ وہاں سے چلے جاؤ۔ باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو۔ جیسے ان تین شخصوں نے کیا تھا۔ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی۔ لیکن شرمندگی اور لحاظ سے آپ کچھ نہ بولے۔ اسی طرح یہ مطلب بھی ہے کہ تمہارا بے اجازت آنحضرت کے گھروں میں چلے جانا آپ پر شاق گزرتا ہے لیکن آپ بوجہ شرم و حیا سے تم سے کہہ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف فرما رہا ہے کہ اب سے ایسا نہ کرنا۔ وہ حق حکم سے حیا نہیں کرتا۔ تمہیں جس طرح بے اجازت آپ کی بیویوں کے پاس جانا منع ہے اسی طرح ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی حرام ہے۔ اگر تمہیں ان سے کوئی ضروری چیز لینی دینی بھی ہو تو پس پردہ لین دین ہو۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مالیدہ کھا

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب لا تدخلوا بیوت النبی (٤٧٩٥) صحیح مسلم: کتاب السلام: باب اباحة الخروج للنساء لقضاء حاجة الانسان (٢١٧٠) مسند احمد (٥٦/٦)]

(2) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب لا یخلون رجل بامراة الا ذو محرم (٥٢٣٢) صحیح مسلم: کتاب السلام: باب تحریم الخلوة بالا جنبیة (٢١٧٢) ترمذی: کتاب الرضاع: باب ما جآء فی کراهیة الدخلول علی المغیبات (١١٧١) مسند احمد (١٤٩/٤)]

(3) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب النکاح: باب الامر با جابة الداعی الی دعوة (١٤٢٩)]

(4) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الهبة وفضلها: باب القلیل من الهبة (٢٥٦٨)، (٥١٧٨) مسند احمد (٤٢٤/٢)]

رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا لیا آپ بھی کھانے بیٹھ گئے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پہلے ہی سے کھانے میں شریک تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پردے کی تمنا میں تھے کھاتے ہوئے انگلیوں سے انگلیاں لگ گئیں تو بے ساختہ فرمانے لگے کاش! کہ میری مان لی جاتی اور پردہ کرایا جاتا۔ تو کسی کی نگاہ بھی نہ پڑتی۔ اس وقت پردے کا حکم اترا۔ [1] پھر پردے کی تعریف فرما رہا ہے کہ مردوں عورتوں کے دلوں کی پاکیزگی کا یہ ذریعہ ہے۔ کسی شخص نے آپ کی بیوی سے آپ کے بعد نکاح کرنے کا ارادہ کیا ہوگا اس آیت میں یہ حرام قرار دیا گیا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں زندگی میں اور جنت میں بھی آپ کی بیویاں ہیں اور جملہ مسلمانوں کی وہ مائیں ہیں اس لئے مسلمانوں پر ان سے نکاح کرنا محض حرام ہے۔ یہ حکم ان بیویوں کے لئے جو آپ کے گھر میں آپ کے انتقال کے وقت تھیں۔ سب کے نزدیک اجماعاً ہے لیکن جس بیوی کو آپ نے اپنی زندگی میں طلاق دے دی اور اس سے میل ہو چکا ہو تو اس سے کوئی اور نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں دو مذہب ہیں۔ اور جس سے دخول نہ کیا اور طلاق دے دی ہو اس سے دوسرے لوگ نکاح کر سکتے ہیں۔ قیلہ بنت اشعث بن قیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آ گئی تھی آپ کے انتقال کے بعد اس نے عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل سے نکاح کر لیا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر یہ گراں گزرا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھایا کہ اے خلیفہ رسول! یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی نہ تھی۔ نہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا اور نہ اسے پردہ کا حکم دیا۔ اور اس کی قوم کی ردت کے ساتھ کی اس کی ردت کی وجہ سے اللہ نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بری کر دیا یہ سن کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اطمینان ہو گیا۔ [2] پس ان دونوں باتوں کی برائی بیان فرماتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ان کی بیویوں سے ان کے بعد نکاح کر لینا یہ دونوں گناہ اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں۔ تمہاری پوشیدگیاں اور علانیہ باتیں سب اللہ پر ظاہر ہیں اس پر کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔ آنکھوں کی خیانت کو سینے میں چھپی ہوئی باتوں اور دل کے ارادوں کو وہ جانتا ہے۔ [3]

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَآ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝۵۵

عورتوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور عورتوں اور ملکیت کے ماتحتوں کے سامنے ہوں۔ عورتو! اللہ سے ڈرتی رہو۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر شاہد ہے ○

جن قریبی رشتہ داروں سے پردہ نہیں: چونکہ اوپر کی آیتوں میں اجنبیوں سے پردے کا حکم ہوا تھا اس لئے جن

---

[1] [**ضعیف:** نسائی فی السنن الکبری (۱۱۴۱۹)] اس کی سند میں موسیٰ بن کثیر راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [**مرسل:** تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۶۲۴)]

[3] [سورۃ غافر: آیت ۱۹]

قریبی رشتہ داروں سے پردہ نہ تھا ان کا بیان اس آیت میں کر دیا۔ سورۂ نور [1] میں بھی اسی طرح فرمایا کہ عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں، باپوں، سسروں، لڑکوں، خاوند کے لڑکوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، عورتوں اور ملکیت جن کی ان کے ہاتھوں میں ہو۔ ان کے سامنے یا کام کاج کرنے والے غیر خواہشمند مردوں، یا کم سن بچوں کے سامنے۔ اس کی پوری تفسیر اسی آیت کے تحت میں گزر چکی ہے چچا اور ماموں کا ذکر یہاں اس لئے نہیں کیا گیا کہ ممکن ہے وہ اپنے لڑکوں کے سامنے ان کے اوصاف بیان کریں۔ حضرت شعبی اور حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تو ان دونوں کے سامنے عورت کا دوپٹہ اتارنا مکروہ جانتے تھے ﴿ نِسَآئِهِنَّ ﴾ سے مراد مومن عورتیں ہیں۔ ماتحت سے مراد لونڈی غلام ہیں۔ جیسے کہ پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے اور حدیث بھی ہم وہیں وارد کر چکے ہیں۔ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد صرف لونڈیاں ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو۔ اللہ ہر چیز پر شاہد ہے۔ چھپا کھلا سب اسے معلوم ہے۔ اس موجود اور حاضر کا خوف رکھو اور اس کا لحاظ کرتی رہو۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا
تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم ان پر درود بھیجو اور اچھی طرح سلام بھی بھیجتے رہا کرو ○

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام: صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اللہ کا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا اپنے فرشتوں کے سامنے آپ کی ثنا و صفت بیان کرنا۔ اور فرشتوں کا درود آپ کے لئے دعا کرنا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یعنی برکت کی دعا۔ اکثر اہل علم کا قول ہے کہ اللہ کا درود رحمت ہے فرشتوں کا درود استغفار ہے۔ عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی صلوٰۃ ﴿ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي ﴾ ہے۔ مقصود اس آیت شریفہ سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت، عزت و مرتبت لوگوں کی نگاہوں میں بچ جائے وہ جان لیں کہ خود اللہ تعالیٰ آپ کا ثنا خواں ہے اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ ملاء اعلیٰ کی یہ خبر دے کر اب زمین والوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی آپ پر درود و سلام بھیجا کرو تاکہ عالم علوی اور عالم سفلی کے لوگوں کا اس پر اجماع ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے پوچھا تھا کہ کیا اللہ تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے؟ تو اللہ نے وحی بھیجی کہ ان سے کہہ دو کہ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں پر رحمت بھیجتا رہتا ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں بھی اشارہ ہے دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہی رحمت اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر بھی نازل فرماتا ہے ارشاد ہے ﴿ هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ ﴾ [2] الخ، یعنی اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرتے رہا کرو۔ اور صبح شام اس کی تسبیح بیان کیا کرو وہ خود تم پر درود بھیجتا ہے۔ اور اس کے فرشتے بھی۔ اور آیت میں ہے ﴿ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴾ [3] الخ، صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے۔ جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ

---

[1] [سورۃ النور: آیت ۳۱]
[2] [سورۃ الاحزاب: آیت ۴۱۔۴۳]
[3] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۵۔۱۵۷]

﴿إِنَّا لِلَّهِ﴾ الخ' پڑھتے ہیں۔ان پر ان کے رب کی طرف سے درود نازل ہوتے ہیں۔حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے صفوں کے داہنی طرف والوں پر صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں۔ (۱) دوسری حدیث میں حضور ﷺ کی ایک شخص کے لئے یہ دعا مروی ہے کہ اے اللہ آل ابی اوفی پر اپنی رحمت نازل فرما۔ (۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ میرے لئے اور میرے خاوند کے لئے صلوٰۃ بھیجئے تو آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر اور تیرے خاوند پر درود نازل فرمائے۔ (۳) درود شریف کے بیان کی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں سے تھوڑی ہم یہاں وارد کرتے ہیں ((واللہ المستعان)) بخاری شریف میں ہے کہ آپ سے کہا گیا یارسول اللہ ﷺ ! ہم آپ کو سلام کرنا تو جانتے ہیں صلوٰۃ کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے ﴿التَّحِيَّاتُ﴾ کے بعد کے دونوں درود بتلائے (۴) لیکن دونوں میں ﴿وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ﴾ کا لفظ نہیں ہے ایک اور روایت میں ﴿عَلَى إِبْرَاهِيمَ﴾ کا لفظ نہیں۔اور روایت میں پہلا درود تو پورے لفظوں کے ساتھ ہے اور دوسرا کچھ تغیر کے ساتھ۔عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ آخر میں ﴿وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ﴾ بھی کہتے تھے۔(ترمذی) (۵)

جس سلام کا یہاں ذکر ہے وہ التحیات میں ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ﴾

---

(۱) [حسن : ابو داؤد : کتاب الصلوٰۃ : باب من یستحب ان یلی الامام فی الصف (۶۷۶) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوٰۃ : باب فضل میمنة الصف (۱۰۰۵)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الزکاۃ : باب صلوۃ الامام ودعائه لصاحب الصدقة (۱۴۹۷) ، (۴۱۶۶) ، (۶۳۳۲) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب الدعاء لمن اتی بصدقته (۲۴۸۹) ابو داؤد : کتاب الزکاۃ : باب دعاء المصدق لاهل الصدقة (۱۵۹۰) ابن ماجه : کتاب الزکاۃ : باب ما یقال عند اخراج الزکاۃ (۱۷۹۶) نسائی : کتاب الزکاۃ : باب صلاۃ الامام علی صاحب الصدقة (۲۴۵۸) مسند احمد (۳۵۳/۴)]

(۳) [صحیح : ابو داؤد : کتاب الوتر : باب الصلاۃ علی غیر النبی (۱۵۳۳) مسند احمد (۱۹۸/۳) بیهقی فی السنن الکبری (۱۵۳/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۴) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب الصلوۃ علی النبی (۶۳۵۷) صحیح مسلم : کتاب الصلوۃ : باب الصلوۃ علی النبی بعد التشهد (۹۰۷ـ۹۰۸) ترمذی : کتاب الصلاۃ : باب ما جآء فی صفة الصلاۃ علی النبی (۴۸۳) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاۃ : باب الصلاۃ علی النبی (۹۰۴) نسائی : کتاب السهو : باب نوع آخر (۱۲۸۶) ابو داؤد : کتاب الصلوۃ : باب الصلوۃ علی النبی بعد التشهد (۹۷۶) مسند احمد (۲۴۱/۴)]

(۵) [صحیح : ترمذی: کتاب الوتر : باب ما جآء فی صفة الصلوۃ علی النبی (۴۸۳)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

ہے۔ یہ التحیات آپ مثل قرآن کی سورت کے سکھایا کرتے تھے۔ اور روایت میں ہے ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ﴾ بھی ہے [1] اور پچھلے درود میں قدرے تغیر ہے ایک روایت میں درود کے الفاظ یہ ہیں ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ﴾ [2] بعض روایتوں میں ﴿عَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ﴾ کے بعد ﴿فِی الْعَالَمِیْنَ﴾ کا لفظ بھی ہے۔ [3] ایک روایت میں سوال میں یہ لفظ بھی ہیں کہ درود نماز میں ہم کس طرح پڑھیں؟ [4] امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ نماز کے آخری تشہد میں اگر کسی نے درود نہیں پڑھا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ درود کا پڑھنا اس جگہ واجب ہے۔ بعض متاخرین نے اس مسئلہ میں امام صاحب کا رد کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ صرف انہیں کا قول ہے اور اس کے خلاف اجماع ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے یہی کہا ہے مثلاً حضرت ابن مسعود، حضرت ابو مسعود بدری، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم تابعین میں بھی اس مذہب کے لوگ گزرے ہیں جیسے شعبی، ابوجعفر، باقر، مقاتل بن حیان رحمہم اللہ وغیرہ۔ اور شافعیہ کا تو سب کا یہی مذہب ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا بھی آخری قول یہی ہے۔ جیسے کہ ابو زرعہ دمشقی رحمہ اللہ کا بیان ہے۔ اسحق بن راہویہ، امام محمد بن ابراہیم فقیہ رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔ بلکہ بعض حنبلی ائمہ نے یہی کہا ہے کہ کم از کم ﴿صلی اللہ علیہ وسلم﴾ کا نماز میں کہنا واجب ہے۔ جیسے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوال پر آپ نے تعلیم دی۔ اور ہمارے بعض ساتھیوں نے تو آپ کی آل پر درود بھیجنا بھی واجب کہا ہے۔ الغرض درود کا نماز میں واجب ہونے کا قول بہت ظاہر ہے اور حدیث میں اس کی دلیل بھی موجود ہے اور سلف خلف میں امام شافعی رحمہ اللہ کے علاوہ اور ائمہ بھی اس کے قائل رہے ہیں پس یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کہ امام صاحب ہی کا یہ قول ہے اور یہ خلاف اجماع ہے۔ اس کی تائید اس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے تھے ایک شخص نے بغیر اللہ کی حمد وثنا کئے اور بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اپنی نماز

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله تعالی ان الله و ملائکته (٤٧٩٨)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء (٣٣٦٩) ، (٦٣٦٠) صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب الصلاة علی النبی بعد التشهد (٩١٠) نسائی : کتاب السهو (١٢٩٣) ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب الصلاة علی النبی بعد التشهد (٩٧٩) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة (٩٠٥)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب الصلاة علی النبی بعد التشهد (٩٠٦) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الاحزاب (٣٢٢٥) ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب الصلاة علی النبی بعد التشهد (٩٨٠) نسائی : کتاب السهو : باب الامر بالصلاة علی النبی (١٢٨٤)]

[4] [صحیح : مسند احمد (١١٩/٤) صحیح ابن خزیمه (٧١١) دارقطنی (٣٥٤/١) مستدرك حاکم (٢٦٨/١)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (١٧٠٧٢)]

میں دعا کی تو آپ نے فرمایا اس نے بہت جلدی کی پھر اسے بلا کر فرمایا یا کسی اور کو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اللہ کی تعریفیں بیان کرے پھر درود پڑھے پھر جو چاہے دعا مانگے۔ ① ابن ماجہ میں ہے جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں۔ جو وضو میں ((بِسْمِ اللّٰہِ)) نہ کہے اس کا وضو نہیں۔ جو نبی پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں۔ جو انصار سے محبت نہ رکھے اس کی نماز نہیں۔ ② لیکن اس کی سند میں عبدالمہیمن نامی راوی متروک ہے۔ طبرانی میں یہ روایت ان کے بھائی سے مروی ہے لیکن اس میں بھی نظر ہے۔ اور معروف روایت پہلی ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ مسند میں ہے کہ ہم نے کہا حضور ﷺ ہم آپ پر سلام کہنا تو جانتے ہیں درود سکھا دیجئے تو آپ نے فرمایا یوں کہو ﴿اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ ③ اس کا راوی ابوداؤد اعمیٰ جس کا نام نفیع بن حارث ہے وہ متروک ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو اس دعا کا سکھانا بھی مروی ہے۔ ﴿اَللّٰھُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ وَبَارِيَ الْمَسْمُوكَاتِ وَجَبَّارَ الْقُلُوْبِ عَلٰی فِطْرَتِهَا شَقِيِّهَا وَسَعِيْدِهَا اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ وَفَضَائِلَ آلَائِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الْفَاتِحِ لِمَا أُغْلِقَ وَالْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَالدَّامِغِ لِجَيْشَاتِ الْاَبَاطِيْلِ كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ بِاَمْرِكَ لِطَاعَتِكَ مُسْتَوْفِزًا فِيْ مَرْضَاتِكَ غَيْرَ نَكِلٍ فِيْ قَدَمٍ وَلَا وَهْنٍ فِيْ عَزْمٍ وَاعِيًا لِّوَحْيِكَ حَافِظًا لِّعَهْدِكَ مَاضِيًا عَلٰی نَفَاذِ اَمْرِكَ حَتّٰی اَوْرٰی قَبَسًا لِّقَابِسٍ آلَاءِ اللّٰهِ تَصِلُ بِاَهْلِهِ اَسْبَابُهٗ بِهٖ هُدِيَتِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْاِثْمِ وَاَبْهَجَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَنَائِرَاتِ الْاَحْكَامِ وَمُنِيْرَاتِ الْاِسْلَامِ فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَاْمُوْنُ وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ وَشَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ وَبَعِيْثُكَ نِعْمَةً وَّرَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً اَللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهٗ فِيْ عَدْنِكَ وَاَجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ مُهَنَّاٰتٍ لَّهٗ غَيْرَ مُكَدَّرَاتٍ مِّنْ فَوْزِ ثَوَابِكَ الْمَحْلُوْلِ وَجَزِيْلِ عَطَائِكَ الْمَعْلُوْلِ اَللّٰهُمَّ اَعْلِ عَلٰی بِنَاءِ الْبَانِيْنَ بُنْيَانَهٗ

---

① [صحیح : ابو داؤد : کتاب الوتر : باب الدعاء (۱۴۸۱) ترمذی : کتاب الدعوات (۳۴۷۷) نسائی : کتاب السھو (۱۲۸۳) مستدرك حاکم (۱/۲۳۰) مسند احمد (۱۸/۶) صحیح ابن خزیمه (۷۰۹) صحیح ابن حبان (۱۹۶۰)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

② [ضعیف : ابن ماجه : کتاب الطهارة : باب ما جآء فی التسمیة فی الوضوء (۴۰۰) بیهقی فی السنن الکبری (۳۷۹/۲) دارقطنی (۳۵۵/۱) مستدرك حاکم (۲۶۹/۱)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الزوائد (۱۶۷/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے منکر کہا ھے۔ [ضعیف ابن ماجه] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں عبدالمہیمن راوی ضعیف ہے۔]

③ [ضعیف: مسند احمد (۳۵۳/۳) مجمع الزوائد (۲۸۶۹)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ابوداود اعمیٰ راوی ضعیف ہے۔]

وَاَكْرِمْ مَثْوَاهُ لَدَيْكَ وَنُزُلَهُ وَاَتْمِمْ لَهُ نُوْرَهُ وَاَجْزِهِ مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهُ مَقْبُولَ الشَّهَادَةِ مَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ ذَامَنْطِقٍ عَدْلٍ وَّخُطَّةٍ فَصْلٍ وَّحُجَّةٍ وَّبُرْهَانٍ عَظِيْمٍ﴾

مگر اس کی سند ٹھیک نہیں اس کا راوی ابو الحجاج مزی سلامہ کندی نہ تو معروف ہے نہ اس کی ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ ① ابن ماجہ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو تو بہت اچھا درود پڑھا کرو۔ بہت ممکن ہے کہ تمہارا یہ درود حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جائے۔ لوگوں نے کہا پھر آپ ہی ہمیں کوئی ایسا درود سکھایئے آپ نے فرمایا بہتر ہے یہ پڑھو ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَآئِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَّغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ﴾ اس کے بعد التحیات کے بعد کے دونوں درود ہیں۔ ② یہ روایت بھی موقوف ہے۔ ابن جریر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت یونس بن خباب نے اپنے فارس کے ایک خطبے میں اس آیت کی تلاوت کی۔ پھر لوگوں کے درود کے طریقے کے سوال کو بیان فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں ((وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا رَحِمْتَ اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ)) کو بھی بیان فرمایا ہے۔ ③ اس سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ آپ کے لئے رحم کی دعا بھی ہے۔ جمہور کا یہی مذہب ہے۔ اس کی مزید تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ ایک اعرابی نے اپنی دعا میں کہا تھا اے اللہ! مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر تو آپ نے اس سے فرمایا تو نے بہت ہی زیادہ کشادہ چیز کو تنگ کر دیا۔ ④ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے جمہور مالکیہ سے اس کا عدم جواز نقل کیا ہے۔ ابو محمد بن ابوزید بھی اس کے جواز کی طرف گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب تک کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے تب تک فرشتے بھی اس کے لئے دعا رحم کرتے رہتے ہیں۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ کمی کرو یا زیادتی کرو۔ (ابن ماجہ) ⑤ فرماتے ہیں سب سے قریب روز قیامت مجھ سے وہ ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود

---

① [ضعیف : اس کی سند میں سلامۃ کندی راوی مجہول ہے۔ [الجرح والتعديل لابن ابی حاتم (٣٠٠/٤) التاريخ الكبير للبخاری (١٩٥/٤)]

② [ضعیف : ابن ماجه : كتاب اقامة الصلاة : باب الصلاة على النبی (٩٠٦)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں مسعودی عبدالرحمٰن راوی مختلط اور ترک کا مستحق ہے۔ [الزوائد (٣١١/١)] شیخ البانیؒ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعيف ابن ماجه] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

③ [تفسير ابن جرير الطبری (٢٨٦٣٥)]

④ [صحیح : صحيح بخاری : كتاب الادب : باب رحمة الناس والبهائم (٦٠١٠) نسائی : كتاب السهو : باب الكلام فی الصلاة (١٢١٦) مسند احمد (٢٣٩/٢)]

⑤ [حسن : مسند احمد (٤٤٥/٣) ابن ماجه : كتاب اقامة الصلاة : باب الصلاة على النبی (٩٠٧) مسند ابو يعلى (١٥٤/١٣) عبد الرزاق (٣١/٥) ابو نعيم فی الحلية (١٢٠/١)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحيح ابن ماجه] جبکہ حافظ بوصیری اس کی سند کو عاصم بن عبیداللہ کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔]

پڑھا کرتا تھا۔ [1] (ترمذی) فرمان ہے مجھ پر جو ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا پھر میں اپنی دعا کا آدھا وقت درود میں ہی خرچ کروں گا۔ فرمایا جیسی تیری مرضی اس نے کہا پھر میں دوتہائیاں کرلوں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہے۔ تو اس نے کہا پھر تو میں اپنا سارا وقت اس کے لئے ہی کردیتا ہوں آپ نے فرمایا اس وقت اللہ تعالیٰ تجھے دین ودنیا کے غم سے نجات دے دے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا۔ (ترمذی) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آدھی رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلتے اور فرماتے ہلا دینے والی آرہی ہے اور اس کے پیچھے ہی پیچھے لگنے والی بھی ہے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں رات کو کچھ نماز پڑھا کرتا ہوں۔ تو اس کا تہائی حصہ آپ پر درود پڑھتا رہوں؟ آپ نے فرمایا آدھا حصہ۔ انہوں نے کہا آدھا کرلوں؟ فرمایا دوتہائی کہا اچھا میں پورا وقت اسی میں گزاروں گا۔ آپ نے فرمایا تب تو اللہ تعالیٰ تیرے تمام گناہ معاف فرمادے گا۔ (ترمذی)

اسی روایت کی ایک اور سند میں ہے دوتہائی رات گزرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! اللہ کو یاد کرو۔ لوگو! ذکر الٰہی کرو۔ دیکھو کپکپادینے والی آرہی ہے اور اس کے پیچھے ہی پیچھے لگنے والی آرہی ہے۔ موت اپنے ساتھ کی کل مصیبتوں اور آفتوں کو لئے ہوئے چلی آرہی ہے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر بکثرت درورد پڑھتا ہوں پس کتنا وقت اس میں گزاروں؟ آپ نے فرمایا جتنا تو چاہے۔ کہا چوتھائی؟ فرمایا جتنا چاہو اور زیادہ کرلو اور اچھا ہے۔ کہا آدھا۔ تو یہی جواب دیا پوچھا دوتہائی تو یہی جواب ملا۔ کہا تو بس میں سارا ہی وقت اس میں گزاروں گا فرمایا پھر اللہ تعالیٰ تجھے تیرے تمام ہم وغم سے بچالے گا۔ اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا۔ [2] (ترمذی) ایک شخص نے آپ سے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اپنی تمام ترصلوٰۃ آپ ہی پر کردوں تو؟ آپ نے فرمایا دنیا وآخرت کے تمام مقاصد پورے ہوجائیں گے۔ (مسند احمد) [3] حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ایک مرتبہ گھر سے نکلے۔ میں ساتھ ہولیا آپ کھجوروں کے ایک باغ میں گئے وہاں جاکر سجدے میں گر گئے اور اتنا لمبا سجدہ کیا' اس قدر دیر لگائی کہ مجھے تو یہ کھٹکا گزرا کہ کہیں روح پرواز نہ کرگئی ہو۔ قریب جاکر غور سے دیکھنے لگا اتنے میں آپ نے سر اٹھایا مجھ سے پوچھا کیا بات ہے؟ تو میں نے اپنی حالت ظاہر کی۔ فرمایا بات یہ تھی کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا تمہیں بشارت سناتا ہوں کہ جناب باری عز اسمہٗ فرماتا ہے جو تجھ پر درود بھیجے گا میں بھی اس پر

---

[1] [حسن لغیرہ : ترمذی : کتاب الوتر : باب ما جآء فی فضل الصلاۃ علی النبی (٤٨٤)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحیح الترغیب (١٦٦٨) تراجعات الالبانی (ص : ١٦)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب صفة القیامة : باب فی الترغیب فی ذکر اللہ وذکر الموت (٢٤٥٧) مستدرك حاکم (٥١٣/٢) مسند احمد (١٣٦/٥)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، السلسلة الصحیحه (٩٥٤)]

[3] [حسن : مسند احمد (١٣٦/٥)]

درود بھیجوں گا اور جو تجھ پر سلام بھیجے گا میں بھی اس پر سلام بھیجوں گا۔[1] (مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ)

اور روایت میں ہے کہ یہ سجدہ اس امر پر اللہ کے شکریئے کا تھا۔[2] ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے کسی کام کے لئے نکلے کوئی نہ تھا جو آپ کے ساتھ جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے پیچھے پیچھے گئے۔ دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں، دور ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھ کر فرمایا تم نے یہ بہت اچھا کیا کہ مجھے سجدے میں دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ سنو! میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا آپ کی امت میں سے جو ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجے گا۔ اللہ اس پر دس رحمتیں اتارے گا۔ اور اس کے دس درجے بلند کرے گا۔ (طبرانی)[3] ایک مرتبہ آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے۔ چہرے سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سبب دریافت کیا تو فرمایا ایک فرشتے نے آ کر مجھے یہ بشارت دی کہ میرا امتی جب مجھ پر درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر اتریں گی۔ اسی طرح ایک سلام کے بدلے دس سلام۔[4] (نسائی) اور روایت میں ہے کہ ایک درود کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔ دس گناہ معاف ہوں گے دس درجے بڑھیں گے اور اسی کی مثل اس پر لوٹایا جائے گا۔[5] (مسند) جو شخص مجھ پر ایک درود بھیجے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا (مسلم وغیرہ)[6] فرماتے ہیں مجھ پر درود بھیجا کرو وہ تمہارے لئے زکوۃ ہے اور میرے لئے وسیلہ طلب کیا کرو وہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے جو ایک شخص کو ہی ملے گا کیا عجب کہ وہ میں ہی ہوں۔ (احمد)[7] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضور ﷺ پر جو درود بھیجتا ہے اللہ اور اس کے فرشتے اس پر ستر درود بھیجتے ہیں۔ اب جو چاہے کم کرے اور جو چاہے اس میں زیادتی کرے سنو!

---

1. [حسن لغیرہ : مسند احمد (۱۹۱/۱) مجمع الزوائد (۲۸۷/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱٦٦٢)]
2. [حسن لغیرہ : مسند احمد (۱۹۱/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱٦٦٤)]
3. [طبرانی صغیر (۱۰۱٦)]
4. [حسن لغیرہ : مسند احمد (۳۰/٤) نسائی : كتاب السهو : باب فضل التسليم على النبی (۱۲۸٤)] شیخ البانی رحمہ اللہ اور شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[صحيح نسائی ، صحيح الترغيب (۱٦٦۱) الموسوعة الحديثية (۱٦۳٦۳)]
5. [حسن : مسند احمد (۲۹/٤) نسائی (٤٤/۳) مستدرك حاكم (٤۲۰/۲) طبرانی (۱۰۲/٥)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحيح نسائی (۲۷٤/۱)]
6. [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الصلاة : باب الصلاة على النبی بعد التشهد (٤۰۸۔۹۱۱) ترمذی : كتاب الصلاة : باب ما جاء فی فضل الصلاة على النبی (٤۸٥) نسائی : كتاب السهو : باب الفضل فی الصلاة (۱۲۹٥) ابو داؤد : كتاب الوتر : باب فی الاستغفار (۱٥۳۰) مسند احمد (۳۷۲/۳)]
7. [ضعیف : مسند احمد (۳٦٥/۲) مسند ابو يعلى (٦٤۱٤) مسند اسحاق بن راهوية (۳٦٥)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۸۷۷۰)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے پاس آئے ایسے کہ گویا کوئی کسی کو رخصت کر رہا ہو۔ تین بار فرمایا کہ میں اُمی نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مجھے نہایت کھلا بہت جامع اور ختم کر دینے والا کلام دیا گیا ہے۔ مجھے جہنم کے داروغوں کی، عرش کے اٹھانے والوں کی گنتی بتا دی گئی ہے مجھ پر خاص عنایت کی گئی ہے۔ مجھے اور میری امت کو عافیت عطا فرمائی گئی ہے۔ جب تک میں تم موجود ہوں سنتے اور مانتے رہو۔ جب مجھے میرا رب لے جائے تم کتاب اللہ کو مضبوط تھامے رہنا اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھنا۔ [1] (مسند احمد) فرماتے ہیں کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اسے چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے۔ ایک مرتبہ کے درود بھیجنے سے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ [2] (ابوداؤد طیالسی) ایک درود دس رحمتیں دلواتا ہے اور دس گناہ معاف کراتا ہے۔ [3] (مسند) بخیل ہے وہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔ [4] (ترمذی) اور روایت میں ہے ایسا شخص سب سے بڑا بخیل ہے۔ [5] ایک مرسل حدیث میں ہے انسان کو یہ بخل کافی ہے کہ میرا نام سن کر درود نہ پڑھے۔ فرماتے ہیں وہ شخص برباد ہوا جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔ وہ برباد ہوا جس کی زندگی میں رمضان آیا اور نکل جانے تک اس کے گناہ معاف نہ ہوئے۔ اور یہ بھی برباد ہوا جس نے اپنے ماں باپ کے بڑھاپے کے زمانے کو پالیا پھر بھی انہوں نے اسے جنت میں نہ پہنچایا۔ [6] (ترمذی)

یہ حدیثیں دلیل ہیں اس امر پر کہ حضور ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ علماء کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ جیسے طحاوی حلیمی وغیرہ۔ ابن ماجہ میں ہے جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا اس نے جنت کی راہ سے خطا کی۔ [7] یہ حدیث مرسل مروی ہے۔ لیکن پہلی احادیث سے اس کی پوری تقویت ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں مجلس میں ایک دفعہ تو واجب ہے پھر مستحب ہے۔ چنانچہ ترمذی کی ایک حدیث میں ہے جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں

---

1. [ضعیف : مسند احمد (۱۷۲/۲)] یہ روایت ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔]
2. [جید : نسائی فی السنن الکبری (۹۸۸۹) ابوداؤد طیالسی (۲۱۲۲)]
3. [صحیح : مسند احمد (۱۰۲/۳) صحیح مسلم (۳۸٤) ترمذی (۳٦۱٤) صحیح ابن حبان (۹۰٤) الادب المفرد (٦٤۳)]
4. [صحیح : مسند احمد (۳۰۱/۱) ترمذی : کتاب الدعوات : باب رغم انف رجل ذکرت عنده (۳٥٤٦) صحیح ابن حبان (۹۰۹) مستدرك حاکم (٥٤۹/۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، المشکاۃ (۹۳۳)]
5. [فضل الصلاۃ علی النبی (۳۷) القول البدیع للسخاوی (ص : ۱٤۳)]
6. [صحیح : ترمذی : کتاب الدعوات : باب رغم انف رجل ذکرت عنده (۳٥٤٥)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کهتے هیں ۔ [صحیح ترمذی ، المشکاۃ (۹۳۳)]
7. [حسن صحیح : ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوة : باب الصلوة علی النبی (۹۰۸)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه] جبکہ حافظ بوصیریؒ اس کی سند کو جبارہ بن مغلس راوی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔ [الزوائد (۳۱۳/۱)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

اور اللہ کے ذکر اور درود کے بغیر اٹھ کھڑے ہوں وہ مجلس قیامت کے دن ان پر وبال ہو جائے گی۔ اگر اللہ چاہے تو انہیں عذاب کرے چاہے معاف کر دے۔ [1] اور روایت میں ذکر اللہ کا ذکر نہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ گو وہ جنت میں جائیں لیکن محرومی ثواب کے باعث انہیں سخت افسوس رہے گا۔ [2] بعض کا قول ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ آپ پر درود واجب ہے پھر مستحب ہے تاکہ آیت کی تعمیل ہو جائے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے حضور ﷺ پر درود بھیجنے کے وجوب کو بیان فرما کر اسی قول کی تائید کی ہے۔ لیکن طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت سے تو استحباب ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ان کا مطلب بھی یہی ہو کہ ایک مرتبہ واجب پھر مستحب جیسے آپ کی نبوت کی گواہی لیکن میں کہتا ہوں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن میں حضور ﷺ پر درود پڑھنے کا ہمیں حکم ملا۔ لیکن بعض وقت واجب ہے۔ اور بعض جگہ واجب نہیں چنانچہ:

① **اذان سن کر:** دیکھئے مسند کی حدیث میں ہے جب تم اذان سنو تو جو موذن کہہ رہا ہو تم بھی کہو پھر مجھ پر درود بھیجو ایک کے بدلے دس درود اللہ تم پر بھیجے گا پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا مانگو۔ جو جنت کی ایک منزل ہے اور ایک ہی بندہ اس کا مستحق ہے مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ سنو! جو میرے لئے وسیلہ کی دعا کرتا ہے اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جاتی ہے۔ [3] پہلے درود کے زکوۃ ہونے کی۔ حدیث میں بھی اس کا بیان گزر چکا ہے۔ فرمان ہے کہ جو شخص درود بھیجے اور کہے ((اللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) اس کے لئے میری شفاعت قیامت کے دن واجب ہو جائے گی۔ [4] (مسند) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دعا منقول ہے ((اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ الْكُبْرٰى وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا وَاَعْطِهِ سُؤْلَهُ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُولٰى كَمَا اٰتَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى))۔

② **مسجد میں جانے اور مسجد سے نکلنے کے وقت:** چنانچہ مسند میں ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ مسجد میں جاتے تو درود و سلام پڑھ کر ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ﴾ پڑھتے اور جب مسجد سے نکلتے تو درود و سلام کے بعد ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ

---

[1] [صحيح : مسند احمد (٤٨١/٢) ترمذی : كتاب الدعوات : باب ما جآء في القوم يجلسون و لا يذكرون الله (٣٣٨٠)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

[2] [فضل الصلاة على النبي (٥٥)]

[3] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الصلاة : باب استحباب القول مثل قول المؤذن (٣٨٤) نسائی : كتاب الاذان : باب الصلاة على النبي بعد الاذان (٦٧٧) ابو داؤد : كتاب الصلاة : باب ما يقول اذا سمع المؤذن (٥٢٣) ترمذی : كتاب المناقب : باب فضل النبي (٣٦١٤) مسند احمد (١٦٨/٢)]

[4] [ضعيف : مسند احمد (١٠٨/٤) طبرانی كبير (٢٦/٥) وفي الاوسط (٣٣٠٩)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٦٩٩١)]

﴿اَبْوَابَ فَضْلِكَ﴾ پڑھتے۔[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے جب مسجدوں میں جاؤ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرو۔

③ نماز کے آخری قعدہ میں التحیات کا درود: اس کی بحث پہلے گزر چکی۔ ہاں اول تشہد میں اسے کسی نے واجب نہیں کہا۔ البتہ مستحب ہونے کا ایک قول شافعی رحمہ اللہ کا ہے۔ گو دوسرا قول اس کے خلاف بھی انہی سے مروی ہے۔

④ جنازے کی نماز میں آپ پر درود پڑھنا: چنانچہ سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں سورۂ فاتحہ پڑھے۔ دوسری میں درود پڑھے۔ تیسری میں میت کے لئے دعا کرے۔ چوتھی میں ﴿اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ﴾ الخ، پڑھے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مسنون نماز جنازہ یوں ہے کہ امام تکبیر کہہ کر آہستہ سے سورۂ الحمدللہ پڑھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور جنازے کے لئے مخلصانہ دعا کرے اور تکبیروں میں کچھ نہ پڑھے پھر آہستہ سے سلام پھیر دے۔[2] (نسائی)

⑤ عید کی نماز میں: حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کے پاس آ کر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کہتا ہے عید کا دن ہے بتلاؤ تکبیروں کی کیا کیفیت ہے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تکبیر تحریمہ کہہ کر اللہ کی حمد کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج دعا مانگ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر۔ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر۔ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر۔ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر پھر قراءت کر پھر تکبیر کہہ کر رکوع کر پھر کھڑا ہو کر پڑھ اور اپنے رب کی حمد بیان کر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور دعا کر اور تکبیر کہہ کر اور اسی طرح کر پھر رکوع میں جا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔[3]

⑥ دعا کے خاتمے پر: ترمذی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دعا زمین و آسمان میں معلق رہتی ہے یہاں تک کہ تو درود پڑھے تب چڑھتی ہے۔[4] ایک مرفوع روایت بھی اسی طرح کی آئی ہے اس میں یہ ہے کہ دعا کے اول میں درمیان میں اور آخر میں درود پڑھ لیا کرو۔ ایک غریب اور ضعیف حدیث میں ہے مجھے سوار کے پیالے کی طرح نہ کر لو کہ جب وہ اپنی تمام ضروری چیزیں لے لیتا ہے تو پانی کا کٹورہ بھی بھر لیتا ہے اگر وضو کی ضرورت پڑی تو وضو کر لیا پیاس لگی تو پانی پی لیا ورنہ پانی بہا دیا۔ دعا کی ابتداء میں دعا کے درمیان میں اور دعا کے آخر میں مجھ پر درود پڑھا کرو۔[5] خصوصاً دعائے قنوت میں درود کی زیادہ تاکید ہے۔

---

① [صحیح: مسند احمد (۵/۴۲۵) ترمذی: کتاب الصلاۃ: باب ما جآء ما یقول عند دخول المسجد (۳۱٤) ابن ماجه: کتاب المساجد: باب الدعاء عند دخول المسجد (۷۷۱)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

② [بیهقی فی الکبری (٤/۳۹) مستدرك حاکم (۱/۳٦۰)] امام حاکم رحمہ اللہ اور امام ذہبی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔]

③ [اسماعیل القاضی (۸۸)]

④ [حسن: ترمذی: کتاب الوتر: باب ما جآء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی (٤۸٦)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحه (۲۰۵۳)]

⑤ [ذکره ابن الاثیر فی جامع الاصول (٤/۱۵۵)]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کلمات سکھائے جنہیں میں وتروں میں پڑھا کرتا تھا۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ اِنَّهٗ لَایَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ﴾ (اہل السنن)[1] نسائی کی ایک روایت میں آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ ((وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ))[2]

⑦ **جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات:** مسند احمد میں ہے سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اسی میں قبض کیے گئے اسی میں نفخہ ہے اسی میں بے ہوشی ہے پس تم اس دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو۔ تمہارے درود مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا آپ تو زمین میں دفنا دیئے گئے ہوں گے پھر ہمارے درود آپ پر کیسے پیش کیے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسموں کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ابوداؤد نسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔[3] ابن ماجہ میں ہے جمعہ کے دن بکثرت درود پڑھو اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جب کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ جب تک کہ وہ فارغ ہو پوچھا گیا موت کے بعد بھی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا گلانا سڑانا حرام کر دیا ہے نبی اللہ زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔[4] یہ حدیث غریب ہے اور اس میں انقطاع ہے عبادہ بن نسی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو پایا نہیں۔ واللہ اعلم۔ بیہقی میں بھی حدیث ہے کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر بکثرت درود بھیجو لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔ ایک روایت میں ہے اس کا جسم زمین نہیں کھاتی جس سے روح القدس نے کلام کیا ہو۔ لیکن یہ حدیث مرسل ہے ایک مرسل حدیث میں بھی جمعہ کے دن اور رات میں درود کی کثرت کا حکم ہے۔

⑧ **اسی طرح خطیب پر بھی دونوں خطبوں میں درود واجب ہے:** اس کے بغیر خطبے صحیح نہ ہوں گے اس کے لئے

---

① [**صحیح** : مسند احمد (۱/ ۲۰۰) ابو داؤد : کتاب الوتر : باب القنوت فی الوتر (۱۴۲۵) نسائی : کتاب قیام اللیل و تطوع النهار : باب الدعا فی الوتر (۱۷۴۴) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوٰة : باب ما جآء فی القنوت فی الوتر (۱۱۷۸) ترمذی : کتاب الصلاة : باب ما جآء فی القنوت فی الوتر (۴۶۴)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود ، ارواء الغلیل (۴۲۹)]

② [**ضعیف و منقطع** : نسائی: کتاب قیام اللیل : باب الدعاء فی الوتر (۱۷۴۷)] حافظ ابن حجر ؒ اس روایت کو منقطع کہتے ہیں ۔ [التلخیص الحبیر (۱/ ۲۶۰)] شیخ البانی ؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے ۔ [ضعیف نسائی ، تمام المنة (ص : ۲۴۳) ارواء لغلیل (۴۳۱)]

③ [**صحیح** : مسند احمد (۸/٤) ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب تفریع ابواب الجمعة (۱۰۴۷) نسائی : کتاب الجمعة : باب اکثار الصلاة علی النبی یوم الجمعه (۱۳۷۳) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة : باب فی فضل الجمعة (۱۰۸۵)] شیخ البانی ؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود ، السلسلة الصحیحة (۱۵۲۷)]

④ [**ضعیف** : ابن ماجه : کتاب الجنائز : باب ذکر وفاته ودفنه (۱۶۳۷)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

کہ یہ عبادت ہے اور اس میں ذکر اللہ واجب ہے پس ذکر رسول ﷺ بھی واجب ہوگا۔ جیسے اذان ونماز۔ شافعی اور احمد رحمہما اللہ کا یہی مذہب ہے۔

⑨ **آپ کی قبر شریف کی زیارت کے وقت:** ابوداؤد میں ہے جو مسلمان مجھ پر سلام پڑھتا ہے۔ اللہ میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔ [1] ابوداؤد میں ہے اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ میری قبر پر عرس میلہ نہ لگاؤ۔ ہاں مجھ پر درود پڑھو گو تم کہیں بھی ہو لیکن تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ [2] قاضی اسماعیل بن اسحاق رحمہ اللہ اپنی کتاب فضل الصلاۃ میں ایک روایت لائے ہیں کہ ایک شخص ہر صبح روضہ رسول ﷺ پر آتا تھا اور درود پڑھتا تھا۔ ایک دن اس سے حضرت علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا تم روز ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ حضور ﷺ پر سلام کرنا مجھے بہت مرغوب ہے۔ آپ نے فرمایا سنو! میں تمہیں ایک حدیث سناؤں میں نے اپنے باپ سے انہوں نے میرے دادا سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میری قبر کو عید نہ بناؤ نہ اپنے گھروں کو قبریں بناؤ جہاں کہیں تم ہو وہیں مجھ پر درود وسلام بھیجو وہ مجھے پہنچ جاتے ہیں'' [3] اس کی اسناد میں ایک راوی مبہم ہے جس کا نام مذکور نہیں۔ اور سند سے یہ روایت مرسل مروی ہے۔ حسن بن حسن بن علی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ کی قبر کے پاس کچھ لوگوں کو دیکھ کر انہیں یہ حدیث سنائی کہ آپ کی قبر پر میلہ لگانے سے آپ نے روک دیا ہے۔ ممکن ہے ان کی کسی بے ادبی کی وجہ سے یہ حدیث آپ کو سنانے کی ضرورت پڑی ہو مثلاً وہ بلند آواز سے بول رہے ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حضور ﷺ کے روضہ پر پے در پے آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ تو اور جو شخص اندلس میں ہے حضور ﷺ پر سلام بھیجنے کے اعتبار سے بالکل یکساں ہیں۔ طبرانی میں ہے جہاں کہیں تم ہو وہیں سے سلام بھیجو تمہارے سلام مجھے پہنچا دیئے جاتے ہیں۔ [4] طبرانی میں ہے حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ خالص راز ہے اگر تم مجھ سے نہ پوچھتے تو میں بھی نہ بتاتا۔ سنو! میرے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں جب میرا ذکر کسی مسلمان کے سامنے کیا جاتا ہے اور وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ فرشتے کہتے ہیں اللہ تجھے بخشے۔ اور خود اللہ اور اس کے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ [5] یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔ مسند احمد میں ہے اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے رہتے

---

① [حسن: ابو داؤد: كتاب المناسك: باب زيارة القبور (٢٠٤١) مسند احمد (٥٢٧/٢)] حافظ عراقی رحمہ اللہ اس کی سند کو جید کہتے ہیں۔ [المغنی عن حمل الاسفار (٢٦٦/١)] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [فتح الباری (٤٨٨/٦)] امام نووی رحمہ اللہ اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [رياض الصالحين (٤٠٥/١)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحيح ابوداود (١٧٧٩) السلسلة الصحيحة (٢٢٦٦)]

② [صحيح: ابو داؤد: كتاب المناسك: باب زيارة القبور (٢٠٤٢)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

③ [صحيح: مسند ابویعلی (٤٦٩)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح الجامع (٣٧٨٥)]

④ [صحيح بالشواهد: طبرانی اوسط (٣٦٧) عبد الرزاق (٦٧٢٧) مجمع الزوائد (١٦٢/١٠)]

⑤ [موضوع: طبرانی (٢٧٥٣) مجمع الزوائد (١١٢٨٣)] اس میں حکم بن عبداللہ بن خطاف کذاب ہے۔]

ہیں میری امت کے سلام مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ [1] نسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے ایک حدیث میں ہے کہ جو میری قبر کے پاس سے مجھ پر سلام پڑھتا ہے اسے میں سنتا ہوں اور جو دور سے سلام بھیجتا ہے اسے میں پہنچایا جاتا ہوں۔ [2] یہ حدیث سنداً صحیح نہیں محمد بن مروان سدی صغیر متروک ہے۔

⑩ **ہمارے ساتھیوں کا قول ہے کہ احرام والا جب لبیک پکارے تو اسے بھی درود پڑھنا چاہئے:** دار قطنی وغیرہ میں قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق کا فرمان مروی ہے کہ لوگوں کو اس بات کا حکم کیا جاتا تھا۔ صحیح سند سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ جب تم مکہ پہنچو تو سات مرتبہ طواف کرو مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کرو۔ پھر صفا پر چڑھو تا کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آئے وہاں کھڑے رہ کر سات تکبیریں کہو ان کے درمیان اللہ کی حمد وثنا بیان کرو اور درود پڑھو۔ اور اپنے لئے دعا کرو پھر مروہ پر بھی اسی طرح کرو۔

⑪ **ہمارے ساتھیوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ذبح کے وقت بھی اللہ کے نام کے ساتھ درود پڑھنا چاہئے:** آیت ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ [3] سے انہوں نے تائید چاہی ہے کیونکہ اس کی تفسیر میں ہے کہ جہاں اللہ کا ذکر کیا جائے وہیں آپ کا نام بھی لیا جائے جمہور اس کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں یہاں صرف ذکر اللہ کافی ہے۔ جیسے کھانے کے وقت اور جماع کے وقت وغیرہ وغیرہ۔ کہ ان اوقات میں درود کا پڑھنا سنت سے ثابت نہیں ہوا۔ ایک اور حدیث میں ہے اللہ کے تمام انبیاء اور رسولوں پر بھی صلوٰۃ وسلام بھیجو وہ بھی میری طرح اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ [4] لیکن اس کی سند میں دو ضعیف راوی ہیں عمر بن ہارون اور ان کے استاد۔ کان کی سنسناہٹ کے وقت بھی درود پڑھنا ایک حدیث میں ہے۔ اگر اس کی اسناد صحیح ثابت ہو جائے تو۔ صحیح ابن خزیمہ میں ہے جب تم میں سے کسی کے کان میں سرسراہٹ ہو تو مجھے ذکر کر کے درود پڑھے اور کہے کہ جس نے مجھے بھلائی سے یاد کیا اسے اللہ بھی یاد کرے [5] اس کی سند غریب ہے اور اس کے ثبوت میں نظر ہے۔

مسئلہ: اہل کتاب اس بات کو مستحب جانتے ہیں کہ کاتب جب کبھی حضور ﷺ کا نام لکھے (ﷺ) لکھے۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کتاب میں مجھ پر درود لکھے اس کے درود کا ثواب اس وقت تک جاری رہتا ہے جب

---

① [**صحیح** : نسائی : کتاب السھو : باب التسلیم علی النبی (۱۲۸۳) مسند احمد (۱/۳۸۷) مستدرك حاکم (۲/۴۲۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

② [**ضعیف** : العقیلی فی الضعفاء (۴/۱۳۶)]

③ [سورۃ الم نشرح: آیت ۴]

④ [**ضعیف** : اسماعیل القاضی (۴۳۵) فضل الصلاۃ علی النبی (۴۵)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ اور محمد بن ثابت دو راوی ضعیف ہے۔]

⑤ [**ضعیف** : طبرانی کبیر (۲/۱۲۰) مسند بزار (۳۱۲۵) ابن حبان (۲/۲۵۰) عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (۱۶۵) ابن عدی فی الکامل (۶/۱۱۳) العقیلی فی الضعفاء (۴/۱۰۴)] اس کی سند میں محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ضعیف ہے، امام بخاریؒ اور دیگر اہل علم اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

تک وہ کتاب رہے [1] لیکن کئی وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں۔ بلکہ امام ذہبی رحمہ اللہ کے استاد تو اسے موضوع کہتے ہیں۔ یہ حدیث بہت سے طریق سے مروی ہے لیکن ایک سند بھی صحیح نہیں۔ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب آداب الراوی والسامع میں لکھتے ہیں میں نے امام احمد رحمہ اللہ کی دستی لکھی ہوئی کتاب میں بہت جگہ رسول اللہ ﷺ کا نام دیکھا جہاں درود لکھا ہوا نہ تھا۔ آپ زبانی درود پڑھ لیا کرتے تھے۔

فصل: نبیوں کے سوا غیر نبیوں پر صلوٰۃ بھیجنا اگر تبعاً ہو تو بے شک جائز ہے جیسے حدیث میں ہے ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ﴾ ہاں صرف غیر نبیوں پر صلوٰۃ بھیجنے میں اختلاف ہے۔ بعض تو اسے جائز بتاتے ہیں اور دلیل میں آیت ﴿ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ﴾ [2] الخ، اور ﴿اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ﴾ [3] اور ﴿وَصَلِّ عَلَیْھِمْ﴾ [4] پیش کرتے ہیں اور یہ حدیث بھی کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی قوم کا صدقہ آتا تو آپ فرماتے ((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْھِمْ)) چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جب میرے والد آپ کے پاس اپنا صدقے کا مال لائے تو آپ نے فرمایا ((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی)) بخاری و مسلم۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ پر اور میرے خاوند پر درود بھیجئے تو آپ نے فرمایا ((صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکِ وَعَلٰی زَوْجِکِ)) لیکن جمہور علماء اس کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء کے سوا اوروں پر خاصتہً صلوٰۃ بھیجنا ممنوع ہے۔ اس لئے کہ اس لفظ کا استعمال انبیاء علیہم السلام کیلئے اس قدر بکثرت ہو گیا کہ سنتے ہی ذہن میں یہی خیال آتا ہے کہ یہ نام کسی نبی کا ہے تو احتیاط اسی میں ہے کہ غیر نبی کے لئے یہ الفاظ نہ کہے جائیں۔ مثلاً ابوبکر صدیق ﷺ یا علی ﷺ نہ کہا جائے گو معنی اس میں کوئی قباحت نہیں جیسے محمد "عزوجل"، نہیں کہا جاتا۔ حالانکہ ذی عزت اور ذی مرتبہ آپ بھی ہیں اس لئے کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مشہور ہو چکے ہیں۔ اور کتاب وسنت میں صلوٰۃ کا جو استعمال غیر انبیاء کے لئے ہوا ہے وہ بطور دعا کے ہے۔ اسی وجہ سے آل ابی اوفی کو اس کے بعد کسی نے ان الفاظ سے یاد نہیں کیا نہ حضرت جابر اور ان کی بیوی کو۔ یہی مسلک ہمیں بھی اچھا لگتا ہے واللہ اعلم۔ بعض ایک اور وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ غیر انبیاء کے لئے یہ الفاظ صلوٰۃ استعمال کرنا بد دینوں کا شیوہ ہو گیا ہے۔ وہ اپنے بزرگوں کے حق میں یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ پس ان کی اقتداء ہمیں نہ کرنی چاہئے۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ مخالفت کس درجے کی ہے حرمت کے طور پر یا کراہت کے طور پر یا خلاف اولیٰ۔ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اس لئے کہ بدعتیوں کا طریقہ ہے۔ جس پر ہمیں کاربند ہونا ٹھیک نہیں۔ اور مکروہ وہی ہوتا ہے جس میں نہی مقصود ہو۔ زیادہ تر اعتبار اسی میں ہے کہ صلوٰۃ کا لفظ سلف میں نبیوں پر ہی بولا جاتا رہا جیسے عزوجل کا لفظ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بولا جاتا رہا۔ اب رہا سلام سو اس کے

---

[1] [ضعیف و باطل : ابو القاسم الاصبھانی فی الترغیب والترھیب (۱/ ۲۰۵)] اس کی سند میں کادح بن رحمہ کذاب اور نہشل متروک ہے۔]

[2] [سورۃ الاحزاب: آیت ٤٣]

[3] [سورۃ البقرہ: آیت ١٥٧]

[4] [سورۃ التوبہ: آیت ١٠٣]

بارے میں شیخ ابو محمد جوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہے پس غائب پر اس کا استعمال نہ کیا جائے اور جو نبی نہ ہو اس کے لئے خاصۃً اسے بھی نہ بولا جائے۔ پس علی علیہ السلام نہ کہا جائے زندوں اور مردوں کا یہی حکم ہے۔ ہاں جو سامنے موجود ہو اس سے خطاب کرکے ((سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ يَا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَلَيْكُمْ)) کہنا جائز ہے اور اس پر اجماع ہے۔ یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عموماً مصنفین کے قلم سے علی علیہ السلام نکلتا ہے یا علی کرم اللہ وجہہ نکلتا ہے گو معنی اس میں کوئی حرج نہ ہو۔ لیکن اس سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جناب میں ایک طرح کی سوء ادبی پائی جاتی ہے۔ ہمیں سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھنی چاہیے۔ یہ الفاظ تعظیم و تکریم کے ہیں اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ مستحق ان کے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ نہ بھیجنی چاہیے ہاں مسلمان مردوں عورتوں کے لئے دعا مغفرت کرنی چاہیے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ بعض لوگ آخرت کے اعمال سے دنیا کو جمع کرنے کی فکر میں ہیں اور بعض مولوی، واعظ اپنے خلیفوں اور امیروں کے لئے صلوٰۃ کے وہی الفاظ بولتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے۔ جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو انہیں کہہ دینا کہ صلوٰۃ صرف نبیوں کے لئے کہیں اور عام مسلمانوں کے لئے اس کے سوا جو چاہیں دعا کریں۔

حضرت کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں ہر صبح ستر ہزار فرشتے اتر کر قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پر سمیٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا رحمت کرتے رہتے ہیں۔ اور ستر ہزار رات کو آتے ہیں یہاں تک کہ قیامت کے دن جب آپ کی قبر شق ہوگی تو آپ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے (فرع) امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام ایک ساتھ بھیجنے چاہئیں صرف (صلی اللہ علیہ وسلم) یا صرف علیہ السلام نہ کہے۔ اس آیت میں بھی دونوں ہی کا حکم ہے پس اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے ((صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا))۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ
لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا
فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

ع

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے نہایت ذلیل عذاب تیار ہیں ○ جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد نہ ہوا ہو وہ بڑے ہی بہتان باز اور کھلم کھلا گنہگار ہیں ○

دنیا و آخرت میں لعنتی: جو لوگ اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرکے اس کے روکے ہوئے کاموں سے نہ رک کر اس کی نافرمانیوں پر جم کر اسے ناراض کررہے ہیں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں وہ ملعون اور معذب لوگ ہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد تصویریں بنانے والے ہیں۔

بخاری ومسلم میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے ابن آدم ایذا دیتا ہے وہ زمانے کو گالیاں دیتا ہے اور زمانہ میں ہوں میں ہی دن رات کا تغیر وتبدل کر رہا ہوں۔ [1] مطلب یہ ہے کہ جاہلیت والے کہا کرتے تھے ہائے زمانے کی ہلاکی اس نے ہمارے ساتھ یہ کیا اور یوں کیا پس اللہ کے افعال کو زمانے کی طرف منسوب کر کے پھر زمانے کو برا بھلا کہتے تھے تو گویا افعال کے فاعل یعنی خود اللہ کو برا کہتے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے جب حضور ﷺ نے نکاح کیا تو اس پر بھی بعض لوگوں نے باتیں بنانا شروع کی تھیں۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ آیت اس بارے میں اتری۔ آیت عام ہے کسی طرح بھی اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دے وہ اس آیت کے ماتحت ملعون اور معذب ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینی گویا اللہ کو ایذا دینی ہے۔ جس طرح آپ کی اطاعت عین اطاعت الٰہی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں دیکھو اللہ کو بیچ میں رکھ کر تم سے کہتا ہوں کہ میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کو میرے بعد نشانہ نہ بنا لینا میری محبت کی وجہ سے ان سے بھی محبت رکھنا ان سے بغض (بیر) رکھنے والا مجھ سے دشمنی کرنے والا ہے۔ انہیں جس نے ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی یقین مانو کہ اللہ اس کی بھوسی اڑا دے گا۔ [2] یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے۔ جو لوگ ایمانداروں کی طرف ان برائیوں کو منسوب کرتے ہیں۔ جن سے وہ بری ہیں وہ بڑے بہتان باز ہیں اور زبردست گنہگار ہیں۔ اس وعید میں سب سے پہلے تو کفار داخل ہیں۔

پھر رافضی شیعہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم پر عیب گیری کرتے ہیں اور اللہ نے جن کی تعریفیں کی ہیں یہ انہیں برا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ انصار ومہاجرین سے خوش ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ ان کی مدح وستائش موجود ہے۔ لیکن یہ بے خبر کند ذہن انہیں برا کہتے ہیں ان کی مذمت کرتے ہیں۔ اور ان میں وہ باتیں بتاتے ہیں جن سے وہ بالکل الگ ہیں۔ حق یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ان کے دل اوندھے ہو گئے ہیں اس لئے ان کی زبانیں بھی الٹی چلتی ہیں۔ قابل مدح لوگوں کی مذمت کرتے ہیں اور مذمت والوں کی تعریفیں کرتے ہیں حضور ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ غیبت کسے کہتے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں تیرا اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جسے اگر وہ سنے تو اسے برا معلوم ہو۔ آپ سے سوال ہوا کہ اگر وہ بات اس میں ہو تب؟ آپ نے فرمایا جبھی تو غیبت ہے ورنہ بہتان ہے۔ [3] (ترمذی) ایک مرتبہ آپ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ سب سے بڑی سود خواری کیا

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب سورۃ الجاثیہ (٤٨٢٦)، (٧٤٩١) صحیح مسلم : کتاب الالفاظ من الادب : باب النهی عن سب الدهر (٢٢٤٦) مسند احمد (٢/٢٣٨)]

[2] [ضعیف : ترمذی : کتاب المناقب : باب فیمن سب اصحاب النبی (٣٨٦٢) مسند احمد (٤/٨٧)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، السلسلة الضعيفة (٢٩٠١)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ راوی مجہول ہے۔]

[3] [صحیح : مسند احمد (٢/٣٨٤) ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی الغيبة (٤٨٧٤) ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی الغيبة (١٩٣٤)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

ہے؟ انہوں نے کہا اللہ جانے اور اللہ کا رسول۔ آپ نے فرمایا سب سے بڑا سود اللہ کے نزدیک کسی مسلمان کی آبرو ریزی کرنا ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ
ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۹ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ
وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ
فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۶۰ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝۶۱ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي
الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝۶۲

الربع معانقة ۱

اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔ اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے ○ اگر اب بھی یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینے کے وہ لوگ جو غلط افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم تجھے ان کی تباہی پر مسلط کر دیں گے ○ پھر تو وہ چند دنوں ہی تیرے ساتھ اس شہر میں رہ سکیں گے ○ ان پر پھٹکار برسائی گئی۔ جہاں بھی مل جائیں پکڑ دکڑ اور خوب مار پیٹ کی جائے ان سے اگلوں میں بھی اللہ کا یہی دستور جاری رہا۔ تو اللہ کے دستور میں کبھی ردوبدل نہ پائے گا ○

پردے کا حکم: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو فرماتا ہے کہ آپ مومن عورتوں سے فرما دیں بالخصوص اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں سے کیونکہ وہ تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر و افضل ہیں کہ وہ اپنی چادریں قدرے لٹکا لیا کریں تا کہ جاہلیت کی عورتوں سے ممتاز ہو جائیں اسی طرح لونڈیوں سے بھی آزاد عورتوں کی پہچان ہو جائے ((جلباب)) اس چادر کو کہتے ہیں جو عورتیں اپنی دوپٹیا کے اوپر ڈالتی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ جب وہ اپنے کسی کام کاج کے لئے باہر نکلیں تو جو چادر وہ اوڑھتی ہیں اسے سر پر سے جھکا کر منہ ڈھک لیا کریں۔ صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے سوال پر حضرت عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ نے اپنا چہرہ اور سر ڈھانک کر اور بائیں آنکھ کھلی رکھ کر بتا دیا کہ یہ مطلب اس آیت کا ہے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اپنی چادر سے اپنا گلا تک ڈھانپ لے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس آیت کے اترنے کے بعد انصار کی عورتیں جب نکلتی تھیں تو اس طرح لکی چھپی چلتی تھیں گویا ان کے سروں پر پرند ہیں سیاہ چادریں اپنے اوپر ڈال لیا کرتی تھیں۔ حضرت زہری رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ کیا لونڈیاں بھی چادر اوڑھیں؟ خواہ خاوندوں والیاں ہوں یا بے خاوندوں کی ہوں۔ فرمایا دوپٹیا تو ضرور اوڑھیں اگر وہ خاوندوں والیاں ہوں اور چادر نہ اوڑھیں تا کہ ان میں اور آزاد عورتوں میں فرق رہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ذمی کافروں کی عورتوں کی زینت کا دیکھنا صرف خوف زنا کی وجہ

سے ممنوع ہے نہ کہ ان کی حرمت وعزت کی وجہ سے۔ کیونکہ آیت میں مومنوں کی عورتوں کا ذکر ہے۔ چادر کا لٹکانا
چونکہ علامت ہے آزاد پاک دامن عورتوں کی۔ اس لئے یہ چادر کے لٹکانے سے پہچان لی جائیں گی کہ یہ نہ واہی
عورتیں ہیں نہ لونڈیاں ہیں۔ سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ فاسق لوگ اندھیری راتوں میں راستے سے گزرنے والی
عورتوں پر آوازے کستے تھے اس لئے یہ نشان ہوگیا کہ گھر گرہست عورتوں اور لونڈیوں باندیوں وغیرہ میں تمیز ہو
جائے اور ان پاک دامن عورتوں پر کوئی لب نہ ہلا سکے۔ پھر فرمایا کہ جاہلیت کے زمانے میں جو بے پردگی کی رسم تھی
جب تم اللہ کے اس حکم کے عامل بن جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمام اگلی خطاؤں سے درگزر فرمالے گا اور تم پر مہر وکرم کرے
گا۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر منافق اور بدکار لوگ اور جھوٹی افواہیں دشمنوں کی چڑھائی وغیرہ کی اڑانے والے اب بھی
باز نہ آئے اور حق کے طرف دار نہ ہوئے تو ہم اے نبی تجھے ان پر غالب اور مسلط کردیں گے۔ پھر تو وہ مدینے میں
ٹھہر ہی نہیں سکیں گے۔ بہت جلد تباہ کر دیئے جائیں گے اور جو کچھ دن ان کے مدینے کی اقامت کے گزریں گے
وہ بھی لعنت وپھٹکار میں ذلت اور مار میں گزریں گے۔ ہر طرف سے دھتکارے جائیں گے راندہ درگاہ ہوجائیں
گے۔ جہاں جائیں گے گرفتار کئے جائیں گے اور بری طرح قتل کئے جائیں گے۔ ایسے کفار ومنافقین پر جب کہ وہ
اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں مسلمانوں کو غلبہ دینا ہماری قدیمی سنت ہے۔ جس میں نہ کبھی تغیر وتبدل ہوا نہ اب ہوگا۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ
تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝۶۳ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝۶۴ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ
لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝۶۵ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ
وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝۶۶ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاۗءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝۶۷
ع رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝۶۸

لوگ تجھ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے تجھے کیا خبر بہت ممکن ہے کہ
قیامت بالکل ہی قریب ہو ○ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے ○ جس
میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کوئی حامی اور مددگار نہ پائیں گے ○ اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے
حسرت وافسوس سے کہیں گے کاش کہ ہم اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ○ اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے
سرداروں اور اپنے بزرگوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا ○ پروردگار تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر
بہت بڑی لعنت نازل فرما ○

قیامت قریب ہی ہے: لوگ یہ سمجھ کر کہ قیامت کب آئے گی؟۔ اس کا علم حضور ﷺ کو ہے۔ آپ سے سوال
کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سب کو اپنے نبی کی زبانی معلوم کرا دیا کہ اس کا مطلق مجھے علم نہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی
جانتا ہے۔ سورۂ اعراف میں بھی یہ بیان ہے اور اس سورت میں بھی پہلی سورت مکے میں اتری تھی یہ سورت مدینے

میں نازل ہوئی۔ جس سے ظاہر کرا دیا گیا کہ ابتدا سے انتہا تک قیامت کے صحیح وقت کی تعیین آپ کو معلوم نہ تھی۔ ہاں اتنا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو معلوم کرا دیا تھا کہ قیامت کا وقت ہے قریب۔ جیسے اور آیت میں ہے: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ [1] اور آیت میں ہے ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ [2] اور ﴿اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ﴾ [3] وغیرہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے ان پر اپنی ابدی لعنت فرمائی ہے۔ دار آخرت میں ان کے لئے آگ جہنم تیار ہے جو بڑی بھڑکنے والی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ کبھی نکل سکیں گے نہ چھوٹ سکیں گے اور وہاں نہ کوئی اپنا فریادرس پائیں گے نہ کوئی دوست مددگار جو انہیں چھڑا لے یا بچا سکے، یہ جہنم میں منہ کے بل ڈالے جائیں گے۔ اس وقت تمنا کریں گے کہ کاش ہم اللہ و رسول کے تابعدار ہوتے۔ میدان قیامت میں بھی ان کی یہی تمنائیں رہیں گی۔ ہاتھ کو چباتے ہوئے کہیں گے کہ کاش کہ ہم قرآن وحدیث کے عامل ہوتے۔ کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے قرآن حدیث سے بہکا دیا فی الواقع شیطان انسان کو ذلیل کرنے والا ہے۔

اور آیت میں ہے ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ [4] عنقریب کفار آرزو کریں گے کہ کاش کہ وہ مسلمان ہوتے۔ اس وقت کہیں گے کہ اللہ ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے علماء کی پیروی کی۔ امراء اور مشائخین کے پیچھے لگے رہے۔ رسولوں کا خلاف کیا اور یہ سمجھا کہ ہمارے بڑے راہ راست پر ہیں۔ ان کے پاس حق ہے آج ثابت ہوا کہ درحقیقت وہ کچھ نہ تھے۔ انہوں نے تو ہمیں بہکا دیا پروردگار تو انہیں دوہرا عذاب کر۔ ایک تو ان کے اپنے کفر کا ایک ہمیں برباد کرنے کا۔ اور ان پر بدترین لعنت نازل کر۔ ایک قرأت میں ﴿كَبِيْرًا﴾ کے بدلے ﴿كَثِيْرًا﴾ ہے مطلب دونوں کا یکساں ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایسی دعا کی درخواست کی جسے وہ نماز میں پڑھیں تو آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ [5] یعنی اے اللہ! میں نے بہت سے گناہ کئے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی انہیں معاف نہیں کر سکتا پس تو اپنی خصوصی بخشش سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر تو بڑا ہی بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ اس حدیث میں بھی ﴿ظُلْمًا كَثِيْرًا﴾ اور ﴿كَبِيْرًا﴾ دونوں ہی مروی ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دعا میں ﴿كَثِيْرًا

---

[1] [سورة القمر: آیت ١]
[2] [سورة الانبياء: آیت ١]
[3] [سورة النحل: آیت ١]
[4] [سورة الحجر: آیت ٢]
[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب الدعاء قبل السلام (٨٣٤) و کتاب الدعوات (٦٣٢٦) صحیح مسلم: کتاب الدعوات: باب استحباب خفض الصوت بالذکر (٢٧٠٥) ابن ماجه: کتاب الدعأ: باب دعاء رسول الله (٣٨٣٥) ترمذی: کتاب الدعوات (٣٥٣١) نسائی: کتاب السهو: باب نوع آخر من الدعاء (١٣٠١)]

﴿كَبِيْـرًا﴾ دونوں لفظ ملالے۔لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ بلکہ ٹھیک یہ ہے کہ کبھی ﴿كَثِيْـرًا﴾ کہے اور کبھی ﴿كَبِيْـرًا﴾ دونوں لفظوں میں سے جسے چاہے پڑھ سکتا ہے لیکن دونوں کو جمع نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک ساتھی آپ کے مخالفین سے کہہ رہا تھا کہ کیا تم اللہ کے ہاں جا کر یہ کہو گے کہ ﴿رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا﴾ الخ'۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ
اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿٦٩﴾

ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ بن جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی جو داغ وہ لگاتے تھے اللہ نے انہیں اس سے بری کر دیا وہ اللہ کے نزدیک ذی عزت تھے ○

موسیٰ علیہ السلام کی شرم وحیا: صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت ہی شرمیلے اور بڑے لحاظ دار تھے۔ [1] یہی مطلب ہے قرآن کی اس آیت کا۔ کتاب التفسیر میں تو امام صاحب رحمہ اللہ اس حدیث کو اتنی ہی مختصر لائے ہیں۔لیکن احادیث انبیاء کے بیان میں اسے مطول لائے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ وہ بوجہ سخت حیا وشرم کے اپنا بدن کسی کے سامنے ننگا نہیں کرتے تھے۔ بنو اسرائیل آپ کی ایذا کے درپے ہو گئے اور یہ اڑا دیا کہ چونکہ ان کے جسم پر برص کے داغ ہیں یا ان کے بیضے بڑھ گئے ہیں یا کوئی آفت ہے اس وجہ سے یہ اس قدر پردے داری کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ یہ بدگمانی آپ سے دور کر دے ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں ننگے نہا رہے تھے ایک پتھر پر آپ نے اپنے کپڑے رکھ دیئے جب غسل سے فارغ ہو کر آئے کپڑے لینے چاہے تو پتھر آگے کو سرک گیا آپ اپنی لکڑی لئے اس کے پیچھے گئے وہ دوڑنے لگا۔ آپ بھی اے پتھر! میرے کپڑے میرے کپڑے کرتے ہوئے اسی کے پیچھے دوڑے۔ بنی اسرائیل کی جماعت ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی جب آپ وہاں تک پہنچ گئے تو اللہ کے حکم سے پتھر ٹھہر گیا۔ آپ نے اپنے کپڑے پہن لئے بنو اسرائیل نے آپ کے تمام جسم کو دیکھ لیا اور جو فضول باتیں ان کے کانوں میں پڑی تھیں ان سے اللہ نے اپنے نبی کو بری کر دیا غصے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تین یا چار یا پانچ لکڑیاں پتھر پر ماری تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں واللہ! لکڑیوں کے نشان اس پتھر پر پڑ گئے۔ اسی براءت وغیرہ کا ذکر اس آیت میں ہے۔ [2]

یہ حدیث مسلم میں نہیں یہ روایت بہت سی سندوں سے بہت سی کتابوں میں ہے۔ بعض روایتیں موقوف ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ پر گئے تھے جہاں حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہو گیا لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بدگمانی کی اور آپ کو ستانا شروع کیا۔ پروردگار عالم نے فرشتوں کو حکم دیا اور وہ اسے اٹھا لائے اور بنو اسرائیل کی مجلس کے پاس سے گزرے اللہ نے اسے زبان دی اور قدرتی موت کا اظہار کیا۔ ان کی قبر کا صحیح نشان نامعلوم ہے صرف اس ٹیلے کا لوگوں کو علم ہے۔ اور وہی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لا تکونوا کالذین اذوا موسی (٤٧٩٩)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء (٣٤٠٤) ترمذی : کتاب التفسیر (٣٢٢١)]

ان کی قبر کی جگہ جانتا ہے۔ لیکن بے زبان ہے۔ تو ہوسکتا ہے کہ ایذا یہی ہو۔ اور ہوسکتا ہے وہ ایذا ہو جس کا بیان پہلے گزرا۔ لیکن میں کہتا ہوں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اور یہ دونوں ہوں بلکہ ان کے سوا اور بھی ایذائیں ہوں۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ لوگوں میں کچھ تقسیم کیا اس پر ایک شخص نے کہا اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب یہ سنا تو کہا اے اللہ کے دشمن! میں تیری اس بات کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ضرور پہنچاؤں گا۔ چنانچہ میں نے جا کر حضور ﷺ کو خبر دی کہ آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا پھر فرمایا اللہ کی رحمت ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وہ اس سے بہت زیادہ ایذا دیئے گئے لیکن صبر کیا۔ [1] (بخاری، مسلم)

اور روایت میں ہے حضور ﷺ کا عام ارشاد تھا کہ کوئی بھی میرے پاس کسی کی طرف سے کوئی بات نہ پہنچائے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں تم میں آکر بیٹھوں تو میرے دل میں کسی کی طرف سے کوئی بات نہ چبھتی ہو۔ ایک مرتبہ کچھ مال آپ کے پاس آیا آپ نے اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ دو شخص اس کے بعد آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ واللہ! اس تقسیم سے نہ تو حضور ﷺ نے اللہ کی خوشی کا ارادہ کیا نہ آخرت کے گھر کا۔ میں ٹھہر گیا اور دونوں کی باتیں سنیں۔ پھر خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ نے تو یہ فرمایا ہے کہ کسی کی کوئی بات میرے سامنے نہ لایا کرو ابھی کا واقعہ ہے کہ میں جا رہا تھا جو فلاں اور فلاں سے میں نے یہ باتیں سنیں اسے سن کر حضور ﷺ کا چہرہ غصے کے مارے سرخ ہوگیا اور آپ پر یہ بات بہت ہی گراں گزری۔ پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا عبداللہ! جانے دو دیکھو موسیٰ علیہ السلام اس سے بھی زیادہ ستائے گئے لیکن انہوں نے صبر کیا' [2] قرآن فرماتا ہے موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والے تھے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ جو دعا کرتے تھے قبول ہوتی تھی۔ ہاں اللہ کا دیدار نہ ہوا اس لئے کہ یہ طاقت انسانی سے خارج تھا۔ سب سے بڑھ کر ان کی وجاہت کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے نبوت مانگی اللہ نے وہ بھی عطا فرمائی۔ فرماتا ہے ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا﴾ [3] ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی اور سچی باتیں کیا کرو ○ تا کہ اللہ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے، جو بھی اللہ اور اس کے رسول کے تابعداری کرے اس نے بڑی مراد پالی ○

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة الطائف (٤٣٣٥) صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب اعطاء المؤلفة قلوبهم علی الاسلام (١٠٦٢) مسند احمد (١/٣٨٠)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (١/٣٩٥)] اس میں ولید بن ہشام مجہول ہے۔

[3] [سورۃ مریم: آیت ٥٣]

تقویٰ کی تلقین اور اس کے فوائد: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے تقویٰ کی ہدایت کرتا ہے ان سے فرماتا ہے کہ اس طرح وہ اس کی عبادت کریں کہ گویا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور بات بالکل صاف، سیدھی، سچی، اچھی بولا کریں۔ جب وہ دل میں تقویٰ زبان پر سچائی اختیار کر لیں گے تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ انہیں اعمال صالحہ کی توفیق دے گا۔ اور ان کے تمام اگلے گناہ معاف فرما دے گا بلکہ آئندہ کے لئے بھی انہیں استغفار کی توفیق دے گا تا کہ گناہ باقی نہ رہے۔ اللہ رسول کے فرماں بردار سچے کامیاب ہیں جہنم سے دور اور جنت سے سرفراز ہیں۔ ایک دن ظہر کی نماز کے بعد مردوں کی طرف متوجہ ہو کر حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ کا حکم ہوا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے اور سیدھی بات بولنے کا حکم دوں۔ پھر عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر یہی فرمایا۔ (1) (ابن ابی حاتم)

ابن ابی الدنیا کی کتاب التقوی میں ہے حضور ﷺ ہمیشہ منبر پر خطبے میں یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے (2) لیکن اس کی سند غریب ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جسے یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کی عزت کریں اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قول سدید ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔ حضرت خباب رحمہ اللہ فرماتے ہیں سچی بات قول سدید ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر سیدھی بات قول سدید میں داخل ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا
وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿72﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ
الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿73﴾

ع ۹

ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں پر زمینوں پر اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھا لیا وہ بڑا ہی ظالم و جاہل ہے ○ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں عورتوں کو اور مشرک مردوں، عورتوں کو سزا دے اور مومن مردوں اور عورتوں کی توبہ قبول فرمائے اللہ بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے ○

انسان کے پاس بڑی بھاری امانت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ امانت سے مراد یہاں اطاعت ہے۔ اسے حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کرنے سے پہلے زمین و آسمان اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا لیکن وہ بار امانت نہ اٹھا سکے اور اپنی مجبوری اور معذوری کا اظہار کیا۔ جناب باری عز اسمہٗ نے اسے اب حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کیا کہ یہ سب تو انکار کر رہے ہیں تم کہو آپ نے پوچھا اللہ اس میں بات کیا ہے؟ فرمایا اگر بجا لاؤ گے ثواب پاؤ گے اور برائی

---

(1) [ضعیف: مسند احمد (٣٩١/٤) بزار (البحر الزخار۔ ٣١٤٨) مجمع الزوائد (١١٢٨٥)] اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔ امام ہیثمیؒ اسے مضطرب الحدیث کہتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [ضعیف: اس کی سند میں عبدالعزیز بن عمران راوی ضعیف ہے۔ [میزان (٥١١٩)]

کی سزا پاؤ گے۔آپ نے فرمایا میں تیار ہوں۔آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ امانت سے مراد فرائض ہیں دوسروں پر جو پیش کیا تھا یہ بطور حکم کے نہ تھا بلکہ جواب طلب کیا تھا۔ تو ان کا انکار اور اظہار مجبوری گناہ نہ تھا۔ بلکہ اس میں ایک قسم کی تعظیم تھی کہ باوجود پوری طاقت کے اللہ کے خوف سے تھرا اٹھے کہ کہیں پوری ادائیگی نہ ہو سکے اور مارے نہ جائیں۔لیکن انسان جو کہ بھولا تھا اس بار امانت کو خوشی خوشی اٹھالیا۔آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ عصر کے قریب یہ امانت اٹھائی تھی اور مغرب سے پہلے ہی خطا سرزد ہوگئی تھی۔حضرت ابی کا بیان ہے کہ عورت کی پاک دامنی بھی اللہ کی امانت ہے۔قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے دین' فرائض حدود سب اللہ کی امانت ہیں۔ جنابت کا غسل بھی بقول بعض امانت ہے۔ زید بن اسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں تین چیزیں اللہ کی امانت ہیں غسل جنابت' نماز اور روزہ۔ مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں سب کی سب امانت میں داخل ہیں۔تمام احکام بجالانے تمام ممنوعات سے پرہیز کرنے کا انسان مکلّف ہے جو بجالائے گا ثواب پائے گا جہاں گناہ کرے گا سزا پائے گا۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں خیال کرو آسمان باوجود اس پختگی' زینت' اور نیک فرشتوں کا مسکن ہونے کے اللہ کی امانت کو برداشت نہ کرسکا جب اس نے یہ معلوم کرلیا کہ بجا آوری اگر نہ ہوئی تو عذاب ہوگا۔ زمین صلاحیت کے باوجود اور سختی کی لمبائی اور چوڑائی کے ڈر گئی اور اپنی عاجزی ظاہر کرنے لگی۔ پہاڑ باوجود اپنی بلندی اور طاقت اور سختی کے اس سے کانپ گئے۔اور اپنی لاچاری ظاہر کرنے لگے۔مقاتل فرماتے ہیں کہ پہلے آسمانوں نے جواب دیا اور کہا یوں تو ہم مطیع ہیں لیکن ہاں ہمارے بس کی یہ بات نہیں کیونکہ عدم بجا آوری کی صورت میں بہت بڑا خطرہ ہے۔ پھر زمین سے کہا گیا اگر پوری اتری تو فضل و کرم سے نوازدوں گا۔لیکن اس نے کہا یوں تو ہر طرح تابع فرمان ہوں جو فرمایا جائے عمل کروں لیکن میری وسعت سے تو یہ باہر ہے۔ پھر پہاڑوں سے کہا گیا انہوں نے بھی جواب دیا کہ نافرمانی تو ہم کرنے کے نہیں امانت ڈال دی جائے تو اٹھالیں گے لیکن یہ بس کی بات نہیں ہمیں معاف فرمادیا جائے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا انہوں نے کہا اللہ اگر پورا اتروں تو کیا ملے گا؟ فرمایا بڑی بزرگی ہوگی جنت ملے گی رحم و کرم ہوگا۔ اور اگر اطاعت نہ کی نافرمانی کی تو پھر سخت عذاب ہوگا۔ اور آگ میں ڈال دیئے جاؤ گے انہوں نے کہا اللہ منظور ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں آسمان نے کہا میں نے ستاروں کو جگہ دی فرشتوں کو اٹھالیا لیکن یہ نہیں اٹھاسکوں گا یہ تو فرائض کا بوجھ ہے جس کی مجھ میں طاقت نہیں۔ زمین نے کہا مجھ میں تو نے درخت بوئے دریا جاری کئے۔لوگوں کو بسائے گا۔لیکن یہ امانت میری بس کی نہیں۔ میں فرض کی پابند ہو کر ثواب کی امید پر عذاب کے احتمال کو نہیں اٹھاسکتی۔ پہاڑوں نے بھی یہی کہا لیکن انسان نے لپک کر اسے اٹھالیا۔بعض روایات میں ہے کہ تین دن تک وہ گریہ وزاری کرتے رہے اور اپنی بے بسی کا اظہار کرتے رہے لیکن انسان نے اسے اپنے ذمے لے لیا۔ اللہ نے اسے فرمایا اب سن اگر تو نیک نیت رہا تو میری امانت ہمیشہ تیرے شامل حال رہے گی تیری آنکھوں پر میں دو پلکیں کردیتا ہوں کہ میری ناراضگی کی چیزوں سے تو انہیں بند کرلے۔ میں تیری زبان پر دو ہونٹ بنادیتا ہوں کہ جب وہ مرضی کے خلاف بولنا چاہے تو تو اسے بند کر

لے۔ تیری شرمگاہ کی حفاظت کے لئے میں لباس کو اتارتا ہوں کہ میری مرضی کے خلاف نہ کھولے۔ زمین و آسمان نے ثواب وعذاب سے انکار کر دیا اور فرماں برادی میں مسخر رہے لیکن انسان نے اسے اٹھالیا۔

ایک بالکل غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ امانت اور وفا انسان پر نبیوں کی معرفت نازل ہوئیں اللہ کا کلام ان کی زبانوں میں اترا نبیوں کی سنتوں سے انہوں نے ہر بھلائی اور برائی معلوم کر لی ۔ ہر شخص نیکی بدی کو جان گیا یاد رکھو۔ سب سے پہلے لوگوں میں امانت داری تھی پھر وفا اور عہد کی نگہبانی اور ذمہ داری کو پورا کرنا تھا۔ امانت داری کے دھندلے سے نشان لوگوں کے دلوں پر رہ گئے ۔ کتابیں ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ عالم عمل کرتے ہیں جاہل جانتے ہیں لیکن انجان بن رہے ہیں اب یہ امانت وفا مجھ تک اور میری امت تک پہنچی۔ یادرکھو اللہ اسی کو ہلاک کرتا ہے جو اپنے آپ کو ہلاک کر لے۔ اسے چھوڑ کر غفلت میں پڑ جائے۔ لوگو ہوشیار رہو اپنے آپ پر نظر رکھو۔ شیطانی وسوسوں سے بچو۔ اللہ تمہیں آزمارہا ہے۔ کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والا کون ہے؟ [1] حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص ایمان کے ساتھ ان چیزوں کو لائے گا جنت میں جائے گا۔ پانچوں وقت کی نماز کی حفاظت کرتا ہو، وضو، رکوع، سجدہ اور وقت سجدہ اور وقت سمیت زکوۃ ادا کرتا ہو۔ دل کی خوشی کے ساتھ زکوۃ کی رقم نکالتا ہو۔ سنو واللہ! یہ بغیر ایمان کے ہو ہی نہیں سکتا۔ اور امانت کو ادا کرے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ امانت کی ادائیگی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جنابت کا فرضی غسل۔ پس اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اپنے دین میں سے کسی چیز کی اس کے سوا امانت نہیں دی۔ [2] تفسیر ابن جریر میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ کی راہ کا قتل تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے مگر امانت کی خیانت نہیں مٹاتا ان خائنوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا جاؤ ان کی امانتیں ادا کرو یہ جواب دیں گے اللہ کہاں سے ادا کریں؟ دنیا تو جاتی رہی تین مرتبہ یہی سوال جواب ہوگا پھر حکم ہوگا کہ انہیں ان کی ماں ہاویہ میں لے جاؤ۔ فرشتے دھکے دیتے ہوئے گرادیں گے۔ یہاں تک کہ اس کی تہہ میں پہنچ جائیں گے تو انہیں اسی امانت کی شکل میں جہنم کی آگ کی چیز نظر آئے گی۔ یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھیں گے جب کنارے تک پہنچیں گے تو وہاں پاؤں پھسل جائے گا۔ پھر گر پڑیں گے اور جہنم کے نیچے تک گرتے جائیں گے۔ پھر لائیں گے پھر گریں گے ہمیشہ اسی عذاب میں رہیں گے۔ امانت وضو بھی ہے۔ نماز میں بھی ہے۔ امانت بات چیت میں بھی ہے اور ان سب سے زیادہ امانت ان چیزوں میں ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائیں۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سوال ہوتا ہے کہ آپ کے بھائی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ کیا حدیث بیان فرمارہے ہیں؟ تو آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہاں ٹھیک ہے۔ [3] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸٦۸۹)] اس میں عیسیٰ بن ابراہیم راوی ضعیف ہے۔]

[2] [حسن : ابو داؤد: کتاب الصلاۃ : باب المحافظة علی الصلوات (٤۲۹) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۹/۲۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸٦۹٤)] اس کی سند میں شریک راوی ضعیف ہے۔]

اللہ ﷺ سے میں نے دو حدیثیں سنی ہیں ایک کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور دوسری کے ظہور کا مجھے انتظار ہے ایک تو یہ ہے کہ آپ نے فرمایا امانت لوگوں کی جبلت میں اتاری گئی پھر قرآن اترا احدیثیں بیان ہوئیں۔ پھر آپ نے امانت کے اٹھ جانے کی بابت فرمایا انسان سوئے گا جو اس کے دل سے امانت اٹھ جائے گی اور ایسا نشان رہ جائے گا جیسے کسی کے پیر پر کوئی انگارہ لڑھک کر آ گیا ہو اور پھپھولا پڑ گیا ہو کہ ابھرا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن اندر کچھ بھی نہیں۔ پھر آپ نے ایک کنکر لے کر اسے اپنے پیر پر لڑھکا کر دکھا دیا کہ اس طرح لوگ لین دین خرید و فروخت کیا کریں گے۔ لیکن تقریباً ایک بھی ایماندار نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ مشہور ہو جائے گا فلاں قبیلے میں کوئی امانت دار ہے۔ اور یہاں تک کہ کہا جائے گا یہ شخص کیسا عقلمند کس قدر زیرک دانا اور فراست والا ہے؟ حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان نہ ہوگا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دیکھو اس سے پہلے تو میں ہر ایک سے ادھار سدھار کر لیا کرتا تھا کیونکہ اگر مسلمان ہے تو وہ خود میرا حق مجھے دے جائے گا اور اگر یہودی یا نصرانی ہے تو حکومت اسلام مجھے اس سے دلوا دے گی۔ لیکن اب تو صرف فلاں فلاں کو ہی ادھار دیتا ہوں باقی بند کر دیا۔ [1] (مسلم وغیرہ)

مسند احمد میں ہے فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ چار باتیں تجھ میں ہوں پھر اگر ساری دنیا بھی فوت ہو جائے تو تجھے نقصان نہیں۔ امانت کی حفاظت، بات چیت کی صداقت، حسن اخلاق، اور وجہ حلال کی روزی۔ [2] حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی کتاب الزہد میں ہے کہ جبلہ بن سحیم حضرت زیاد کے ساتھ تھے اتفاق سے ان کے منہ سے باتوں ہی باتوں میں نکل گیا قسم ہے امانت کی۔ اس پر حضرت زیاد رونے لگے بہت روئے میں ڈر گیا کہ مجھ سے کوئی سخت گناہ سرزد ہوا میں نے کہا کیا وہ اسے مکروہ جانتے تھے؟ فرمایا ہاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسے بہت ہی مکروہ جانتے تھے اور اس سے منع فرماتے تھے۔ ابوداؤد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں جو امانت کی قسم کھائے۔ [3] امانتداری جو حضرت آدم علیہ السلام نے کی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ منافق مرد و عورت اور مشرک مرد و عورت یعنی وہ جو ظاہر میں مسلمان اور باطن میں کافر تھے اور وہ جو اندر باہر یکساں کافر تھے انہیں تو سخت سزا ملے اور مومن مرد و عورت پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔ جو اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کے رسولوں کو مانتے تھے اور اللہ کے سچے فرمانبردار رہے۔ اللہ غفور و رحیم ہے۔ الحمد للہ سورہ احزاب کی تفسیر ختم ہوئی۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب رفع الامانة (٦٤٩٧) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب رفع الامانة والایمان (١٤٣) مسند احمد (٣٨٣/٥) ترمذی : کتاب الفتن : باب ما جاء فی رفع الامانة (٢١٧٩) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب ذهاب الامانة (٤٠٥٣)]

[2] [ضعیف : مسنداحمد (١٧٧/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (٦٦٥٢)] اس میں ابن لہیعہ بھی ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح : ابو داؤد: کتاب الایمان والنذور : باب فی کراهية الحلف بالامانة (٣٢٥٣) مسند احمد (٣٥٢/٥)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود ، السلسلة الصحیحه (٩٤)]

تفسیر سورہ سبا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَلَہُ الۡحَمۡدُ فِی الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَھُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۱﴾ یَعۡلَمُ مَا یَلِجُ فِی الۡاَرۡضِ وَمَا یَخۡرُجُ مِنۡھَا وَمَا یَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعۡرُجُ فِیۡھَا ؕ وَھُوَ الرَّحِیۡمُ الۡغَفُوۡرُ ﴿۲﴾

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
تمام تر تعریفیں اس معبود برحق کے لئے سزاوار ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے آخرت میں بھی قابل تعریف وہی ہے وہ بڑی حکمتوں والا اور پورا خبردار ہے ○ جو زمین میں جائے اور جو اس سے نکلے جو آسمان سے اترے اور جو چڑھ کر اس میں جائے وہ سب سے باخبر ہے' اور وہ بڑا مہربان نہایت بخشش والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کی چند صفات: چونکہ دنیا اور آخرت کی سب نعمتیں رحمتیں اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ ساری حکومتوں کا حاکم وہی ایک ہے۔ اس لئے ہر قسم کی تعریف وثناء کا مستحق بھی وہی ہے۔ وہی معبود ہے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اسی کے لئے دنیا اور آخرت کی حمد وثناء سزاوار ہے۔ اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف سب کے سب لوٹائے جاتے ہیں۔ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب اس کے ماتحت ہے۔ جتنے بھی ہیں سب اس کے غلام ہیں۔ اس کے قبضے میں ہیں سب پر تصرف اسی کا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاِنَّ لَنَا لَلۡاٰخِرَۃَ وَالۡاُوۡلٰی﴾ [1] آخرت میں اسی کی تعریفیں ہوں گی۔ وہ اپنے اقوال' افعال' تقدیر' شریعت سب پر حکومت والا ہے اور ایسا خبردار ہے جس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔ جس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔ جو اپنے احکام میں حکیم جو اپنی مخلوق سے باخبر جتنے قطرے بارش کے زمین میں جاتے ہیں جتنے دانے اس میں بوئے جاتے ہیں اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو زمین سے نکلتا ہے اگتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اس کے محیط' وسیع اور بے پایاں علم سے کوئی چیز دور نہیں۔ ہر چیز کی گنتی کیفیت اور صفت اسے معلوم ہے۔ آسمان سے جو بارش برستی ہے اس کے قطروں کی گنتی بھی اس کے علم میں محفوظ ہے جو رزق وہاں سے اترتا ہے اس کے علم سے نیک اعمال وغیرہ جو آسمان پر چڑھتے ہیں وہ بھی اس کے علم میں ہیں۔ وہ اپنے بندوں پر خود ان سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ اسی وجہ سے ان کے گناہوں پر اطلاع رکھتے ہوئے انہیں جلدی سے سزا نہیں دیتا۔ بلکہ مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ کر لیں۔ برائیاں چھوڑ دیں رب کی طرف رجوع کریں۔ پھر غفور ہے۔ ادھر بندہ جھکا رویا پیٹا ادھر اس نے بخش دیا یا معاف فرما دیا درگزر کر لیا۔ توبہ کرنے والا دھتکارا نہیں جاتا۔ توکل کرنے والا نقصان نہیں اٹھاتا۔

---

[1] [سورۃ اللیل : آیت ۱۳]

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ لَا یَعْزُبُ

عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَ لَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ

كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۟ۙ ۳ لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ

كَرِیْمٌ ۴ وَ الَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۵ وَ یَرَى

الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَ یَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطِ

الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۶

کفار کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت قائم ہونے ہی کی نہیں ۔تو کہہ دے مجھے میرے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے کہ وہ یقیناً تم پر آئے گی۔ اللہ سے ایک ذرے کے برابر کی بھی چیز پوشیدہ نہیں۔ نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی ہر چیز واضح کتاب میں موجود ہے ○ تا کہ وہ ایمان والوں اور نیک کاروں کو بھلا بدلہ عطا فرمائے یہی لوگ ہیں جن کے لئے با کرامت روزی ہے ○ ہماری آیتوں کے مقابلے میں جنہوں نے کوشش کی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے المناک سزاؤں کا عذاب ہے ○ جنہیں علم ہے وہ دیکھ لیں گے کہ جو کچھ تیری جانب تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ سراسر حق ہے اور اللہ غالب خوبیوں والے کی راہ کی رہبری کرتا ہے ○

اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھائی کہ قیامت ضرور آئے گی: پورے قرآن میں تین آیتیں ہیں جہاں قیامت کے آنے پر قسم کھا کر بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک تو سورۂ یونس میں ﴿ وَیَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَّمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴾ [1] لوگ تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا قیامت کا آنا حق ہے؟ تو کہہ دے کہ ہاں ہاں میرے رب کی قسم وہ یقیناً حق ہی ہے اور تم اللہ کو مغلوب نہیں کر سکتے دوسری آیت یہی۔ تیسری آیت سورۂ تغابن میں ﴿ زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ﴾ [2] یعنی کفار کا خیال ہے کہ وہ قیامت کے دن اٹھائے نہ جائیں گے۔ تو کہہ دے کہ ہاں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر اپنے اعمال کی خبر دیئے جاؤ گے اور یہ تو اللہ پر بالکل ہی آسان ہے۔ پس یہاں بھی کافروں کا انکار قیامت کا ذکر کر کے اپنے نبی کو ان کے بارے قسمیہ بتا کر پھر اس کی مزید تاکید کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ اللہ جو عالم الغیب ہے جس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں سب اس کے علم میں ہے۔ گو ہڈیاں سڑ گل جائیں ان کے ریزے متفرق ہو جائیں لیکن وہ کہاں ہیں؟ کتنے ہیں؟ سب وہ جانتا ہے وہ ان سب کو جمع کرنے پر قادر ہے۔ جیسے کہ انہیں پہلے پیدا کیا۔ وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اور تمام چیزیں اس کے پاس اس کی کتاب میں بھی لکھی ہوئی ہیں۔ پھر قیامت کے آنے کی حکمت بیان فرمائی کہ ایمان والوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے گا۔ وہ مغفرت اور رزق کریم سے نوازے جائیں اور جنہوں نے اللہ کی باتوں سے ضد کی، رسولوں کی نہ مانی انہیں بدترین اور سخت سزائیں ہوں۔ نیک کار مومن جزا اور

---

[1] [سورۂ یونس: آیت ۵۳]
[2] [سورۃ التغابن: آیت ۷]

بدکار سزا پائیں گے۔ جیسے فرمایا جہنمی اور جنتی برابر نہیں۔ جنتی کامیاب اور مقصد پانے والے ہیں۔ (۱)

اور آیت میں ہے ﴿ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ (۲) الخ، یعنی مومن اور مفسد متقی اور فاجر برابر نہیں۔ پھر قیامت کی ایک اور حکمت بیان فرمائی کہ ایماندار بھی قیامت کے دن جب نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ علم الیقین سے عین الیقین حاصل کر لیں گے اور اس وقت کہہ اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔ اور اس وقت کہا جائے گا کہ یہ ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے دیا تھا۔ اور رسولوں سے سچ سچ کہہ دیا تھا۔ اللہ نے تو لکھ دیا تھا کہ تم قیامت تک رہو گے تو اب قیامت کا دن آ چکا ہے۔ وہ اللہ عزیز ہے یعنی بلند جناب والا بڑی سرکار والا ہے۔ بہت عزت والا ہے پورے غلبے والا ہے نہ اس پر کسی کا بس نہ کسی کا زور۔ ہر چیز اس کے سامنے پست و عاجز۔ وہ قابل تعریف ہے اپنے اقوال و افعال شرع و فعل میں۔ ان تمام میں اس کی ساری مخلوق اس کی ثناخواں ہے۔ جَلَّ وَعَلَا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ
اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ﴿۷﴾ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۹﴾ ع

کافروں نے کہا آؤ ہم تمہیں ایک ایسا شخص بتلائیں جو تمہیں یہ خبر پہنچا رہا ہے کہ جب تم بالکل ہی ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم پھر سے ایک نئی پیدائش میں آؤ گے ہم نہیں کہہ سکتے کہ خود اس نے ہی اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا اسے دیوانگی ہے ○ حقیقت یہ ہے کہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے ہی عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں ○ کیا وہ اپنے آگے پیچھے آسمان وزمین کو دیکھ نہیں رہے۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔ یقیناً اس میں پوری دلیل ہے ہر اس بندے کے لئے جو دل سے متوجہ ہو ○

کفار کے کفریہ کلمات: کافر اور ملحد جو قیامت کے آنے کو محال جانتے تھے اور اس پر اللہ کے نبی ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے ان کے کفریہ کلمات کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آپس میں کہتے تھے "لو اور سنو ہم میں ایک صاحب ہیں جو فرماتے ہیں کہ جب مر کر مٹی میں مل جائیں گے اور چورا چورا اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اس کے بعد بھی ہم زندہ کئے جائیں گے اس شخص کی نسبت دو ہی خیال ہو سکتے ہیں یا تو یہ کہ ہوش حواس کی درستی میں وہ عمداً اللہ کے ذمے ایک جھوٹ بول رہا ہے اور جو اس نے نہیں فرمایا وہ اس کی طرف نسبت کر کے یہ کہہ رہا ہے اور اگر یہ نہیں تو اس کا دماغ خراب ہے، مجنون ہے، بے سوچے سمجھے جو جی میں آئے کہہ دیتا ہے" اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتا ہے کہ یہ

---

(۱) [سورۃ الحشر: آیت ۲۰] (۲) [سورۃ ص: آیت ۲۸]

دونوں باتیں نہیں۔ آنحضرت ﷺ سچے ہیں' نیک ہیں' راہ یافتہ ہیں' دانا ہیں' باطنی اور ظاہری بصیرت والے ہیں۔ لیکن اسے کیا کیا جائے کہ منکر لوگ جہالت اور نادانی سے کام لے رہے ہیں۔ اور غور وفکر سے بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے حق بات اور سیدھی راہ ان سے چھوٹ جاتی ہے اور وہ بہت دور نکل جاتے ہیں۔ کیا اس کی قدرت میں تم کوئی کمی دیکھ رہے ہو۔ جس نے محیط آسمان اور بسیط زمین پیدا کر دی۔ جہاں جاؤ نہ آسمان کا سایہ ختم ہو نہ زمین کا فرش۔

جیسے فرمان ہے ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنَاهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ وَالْاَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ﴾ [1] ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں۔ زمین کو ہم نے ہی بچھایا اور ہم بہت اچھے بچھانے والے ہیں۔ یہاں بھی فرمایا کہ آگے دیکھو پیچھے دیکھو اسی طرح دائیں دیکھو بائیں کی طرف التفات کرو تو وسیع آسمان اور بسیط زمین ہی نظر آئے گی۔ اتنی بڑی مخلوق کا خالق اتنی زبردست قدرتوں پر قادر کیا تم جیسی چھوٹی سی مخلوق کو فنا کر کے پھر پیدا کرنے پر قدرت کھو بیٹھے؟ وہ تو قادر ہے کہ اگر چاہے تمہیں زمین میں دھنسا دے۔ یا آسمان تم پر توڑ دے یقیناً تمہارے ظلم اور گناہ اسی قابل ہیں۔ لیکن اللہ کا حکم اور عفو ہے کہ وہ تمہیں مہلت دیئے ہوئے ہے۔ جس میں عقل ہے جس میں دور بینی کا مادہ ہو جس میں غور وفکر کی عادت ہو۔ جس کی اللہ کی طرف جھکنے والی طبیعت ہو۔ جس کے سینے میں دل' دل میں حکمت اور حکمت میں نور ہو وہ تو ان زبردست نشانات کو دیکھنے کے بعد اس قادر وخالق اللہ کی اس قدرت میں شک کر ہی نہیں سکتا کہ مرنے کے بعد پھر جینا ہے۔ آسمانوں جیسے شامیانے اور زمینوں جیسے فرش جس نے پیدا کر دیئے اس پر انسان کی پیدائش کیا مشکل ہے؟ جس نے ہڈیوں' گوشت' کھال کو ابتداءً پیدا کیا۔ اسے ان کے سڑ گل جانے اور ریزہ ریزہ ہو کر جھڑ جانے کے بعد اکٹھا کر کے اٹھا بٹھانا کیا بھاری ہے؟

اسی کو اور آیت میں فرمایا ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِیْ﴾ [2] الخ' یعنی آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا کیا وہ ان کے مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک وہ قادر ہے اور آیت میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [3] یعنی انسانوں کی پیدائش سے بہت زیادہ مشکل تو آسمان زمین کی پیدائش ہے۔ لیکن اکثر لوگ بے علمی برتتے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿١٠﴾
اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١﴾

ہم نے داؤد پر اپنا فضل کیا' اے پہاڑو اس کے ساتھ رغبت سے تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی' اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کر دیا ○ کہ تو پوری پوری زرہیں بنا اور جوڑوں میں اندازہ رکھ تم سب نیک کام کیا کرو' یقین مانو کہ میں

---

[1] [سورۃ الزاریات: آیت ۴۷-۴۸]
[2] [سورۃ یس: آیت ۸۱]
[3] [سوۃ غافر: آیت ۵۷]

داؤد علیہ السلام پر خصوصی انعامات کا ذکر: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول حضرت داؤد علیہ السلام پر دنیوی اور اخروی رحمت نازل فرمائی۔ نبوت بھی دی بادشاہت بھی دی لاؤ لشکر بھی دیئے طاقت وقوت بھی دی۔ پھر ایک پاکیزہ معجزہ عطا فرمایا کہ ادھر نغمہ داؤدی ہوا میں گونجا' ادھر پہاڑوں اور پرندوں کو بھی وجد آ گیا۔ پہاڑوں نے آواز میں آواز ملا کر اللہ کی حمد وثناء شروع کی پرندوں نے پر ہلانے چھوڑ دیئے اور اپنی قسم قسم کی پیاری پیاری بولیوں میں رب کی وحدانیت کے گیت گانے لگے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رات کو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے دیر تک سنتے رہے پھر فرمانے لگے انہیں نغمہ داؤدی کا کچھ حصہ مل گیا ہے۔ [1] ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ واللہ! ہم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے زیادہ پیاری آواز کسی باجے کی بھی نہیں سنی۔ ﴿أَوِّبِي﴾ کے معنی حبشی زبان میں یہ ہیں کہ تسبیح بیان کرو۔ لیکن ہمارے نزدیک اس میں مزید غور کی ضرورت ہے لغت عرب میں یہ لفظ ترجیع کے معنی میں موجود ہے۔ پس پہاڑوں کو اور پرندوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ حضرت داؤد کی آواز کے ساتھ اپنی آواز بھی ملا لیا کریں۔ ﴿تَأْوِيبٌ﴾ کے ایک معنی دن کو چلنے کے بھی آتے ہیں۔

جیسے ﴿سَرٰى﴾ کے معنی رات کو چلنے کے ہیں۔ لیکن یہ معنی بھی یہاں کچھ زیادہ مناسبت نہیں لگتے یہاں تو یہی مطلب ہے کہ داؤد علیہ السلام کی تسبیح کی آواز میں تم بھی آواز ملا کر خوش آوازی سے رب کی حمد وثناء بیان کرو۔ اور فضل ان پر یہ ہوا کہ ان کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا نہ انہیں لوہے کو بھٹی میں ڈالنے کی ضرورت نہ ہتھوڑے مارنے کی حاجت ہاتھ میں آتے ہی ایسا ہو جاتا تھا جیسے دھاگے' اب اس لوہے سے بفرمان اللہ آپ زرہیں بناتے تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے زرہ آپ ہی نے ایجاد کی ہے۔ ہر روز صرف ایک زرہ بناتے اس کی قیمت چھ ہزار لوگوں کے کھلانے پلانے میں صرف کر دیتے۔ زرہ بنانے کی ترکیب خود اللہ کی سکھائی ہوئی تھی کہ کڑیاں ٹھیک ٹھیک رکھیں حلقے چھوٹے نہ ہوں کہ ٹھیک نہ بیٹھیں بہت بڑے نہ ہوں کہ ڈھیلا پن رہ جائے بلکہ ناپ تول اور صحیح اندازے سے حلقے اور کڑیاں ہوں۔

ابن عساکر میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر نکلا کرتے اور رعایا کے لوگوں سے مل کر ان سے اور باہر کے آنے جانے والوں سے دریافت فرماتے کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ لیکن ہر شخص کو تعریفیں کرتا ہوا ہی پاتے۔ کسی سے کوئی بات اپنی نسبت قابل اصلاح نہ سنتے۔

ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو انسانی صورت میں نازل فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ان سے بھی ملاقات ہوئی تو جیسے اوروں سے پوچھتے تھے ان سے بھی سوال کیا انہوں نے کہا داؤد ہے تو اچھا اگر ایک کمی اس میں

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل القرآن : باب استحباب تحسین الصوت با لقرآن (۷۹۳) مسند احمد (۳٤۹/٥)]

نہ ہوتی تو کامل بن جاتا۔ آپ نے بڑی رغبت سے پوچھا کہ وہ کیا؟ فرمایا وہ اپنا بوجھ مسلمانوں کے بیت المال پر ڈالے ہوئے ہیں خود بھی اسی میں سے لیتا ہے اور اپنی اہل وعیال کو اسی میں سے کھلاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ شخص ٹھیک کہتا ہے اسی وقت جناب باری کی طرف جھک پڑے اور گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرنے لگے کہ اللہ مجھے کوئی کام کاج ایسا سکھا دے جس سے میرا پیٹ بھر جایا کرے۔ کوئی صنعت اور کاریگری مجھے بتادے جس سے میں اتنا حاصل کرلیا کروں کہ وہ مجھے اور میرے بال بچوں کو کافی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زرہیں بنانا سکھائیں اور پھر اپنی رحمت سے لوہے کو ان کے لئے بالکل نرم کر دیا۔ سب سے پہلے زرہیں آپ نے ہی بنائی ہیں۔ ایک زرہ بنا کر فروخت فرماتے اور اس کی قیمت کے تین حصے کرتے ایک اپنے کھانے پینے وغیرہ کے لئے ایک صدقے کے لئے ایک رکھ چھوڑتے تاکہ دوسری زرہ بنانے تک اللہ کے بندوں کو دیتے رہیں۔ حضرت داؤد کو جو نغمہ دیا گیا تھا وہ تو محض بے نظیر تھا۔

اللہ کی کتاب زبور پڑھنے بیٹھتے۔ تو آواز نکلتے ہی چرند صبر وسکون کے ساتھ محویت کے عالم میں آپ کی آواز سے متاثر ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ سارے باجے شیاطین نے نغمہ داؤدی سے نکالے ہیں۔ آپ کی بے مثل خوش آواز کی یہ چڑاؤنی جیسی نقلیں ہیں۔ اپنی ان نعمتوں کو بیان فرما کر حکم دیتا ہے کہ اب تمہیں بھی چاہئے کہ نیک اعمال کرتے رہو۔ میرے فرمان کے خلاف نہ کرو۔ یہ بہت بری بات ہے کہ جس کے اتنے بڑے اور بے پایاں احسان ہوں۔ اس کی فرمانبرداری ترک کر دی جائے۔ میں تمہارے اعمال کا نگراں ہوں۔ تمہارا کوئی عمل چھوٹا بڑا نیک بد مجھ سے پوشیدہ نہیں۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾

ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ صبح کی منزل اس کی مہینہ بھر کی ہوتی تھی اور شام کی منزل بھی' اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے ○ جو کچھ سلیمان چاہتے تھے وہ جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی مظبوط دیگیں اے آل داؤد اس کے شکریہ میں نیک اعمال کرو میرے بندوں میں سے شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں ○

سلیمان علیہ السلام پر خصوصی انعامات: حضرت داؤد علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا بیان کر کے پھر آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا بیان ہو رہا ہے۔ کہ ان کے لئے ہوا کو تابع فرمان بنا دیا۔

مہینے کی راہ صبح ہی صبح ہوجاتی تھی اور اتنی ہی مسافت کا سفر شام کو ہوجاتا۔ مثلاً دمشق سے تخت مع فوج واسباب کے اڑا اور تھوڑی دیر میں **اصطخر** پہنچادیا جو تیز سوار کے لئے بھی مہینے بھر کا سفر تھا۔ اسی طرح شام کو وہاں سے تخت اڑا اور شام ہی کو کابل پہنچ گیا۔ تانبے کو بطور پانی کے کر کے اللہ تعالیٰ نے اس کے چشمے بہادیئے تھے کہ جس کام میں جس طرح جس وقت لانا چاہیں تو بلادقت لے لیا کریں۔ یہ تانبا انہیں کے وقت سے کام میں آرہا ہے۔ سدی کا قول ہے کہ تین دن تک یہ بہتا رہا۔ جنات کو ان کی ماتحتی میں کردیا وہ جو چاہتے تھے اپنے سامنے ان سے کام لیتے۔ ان میں سے جو جن احکام سلیمان علیہ السلام کی تعمیل سے جی چراتا تھا فوراً آگ میں جلادیا جاتا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنات کی تین قسمیں ہیں ایک تو پردار ہے۔ دوسری قسم سانپ اور کتے ہیں تیسری قسم وہ ہے جو سواریوں پر سوار ہوتے ہیں اترتے ہیں وغیرہ۔ [1] یہ حدیث بہت غریب ہے۔ ابن نعیم سے روایت ہے کہ جنات کی تین قسمیں ہیں ایک کے لئے تو عذاب وثواب ہے ایک آسمان وزمین میں اڑتے رہتے ہیں ایک سانپ کتے ہیں۔ انسانوں کی بھی تین قسمیں ہیں ایک وہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سایہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوائے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اور ایک قسم مثل چوپایوں کے ہے بلکہ ان سے بھی بدتر۔ اور تیسری قسم انسانی صورتوں میں شیطانی دل رکھنے والے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جن ابلیس کی اولاد میں سے ہیں اور انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں دونوں میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں عذاب ثواب میں دونوں شریک ہیں دونوں کے ایماندار ولی ہیں اور دونوں کے بے ایمان شیطان ہیں' محاریب کہتے ہیں بہترین عمارتوں کو' گھر کے بہترین حصے کو' مجلس کی صدرات کی جگہ کو۔ بقول مجاہد رحمہ اللہ ان عمارتوں کو جو محلات سے کم درجے کی ہوں۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسجدوں کو۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں بڑے بڑے محل اور مسجدوں کو۔ ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں گھروں کو۔ تماثیل تصویروں کو کہتے ہیں یہ تانبے کی تھیں۔ بقول قتادہ رحمہ اللہ وہ مٹی اور شیشے کی تھیں۔ **جَوَابٌ** جمع ہے **جابیہ** کی۔ جابیہ اس حوض کو کہتے ہیں جس میں پانی آتا رہتا ہے۔ یہ مثل تالاب کے تھیں بہت بڑے بڑے لگن تھے تاکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بڑی فوج کے لئے بہت سا کھانا بیک وقت تیار ہو سکے اور ان کے سامنے لایا جا سکے۔ اور جمی ہوئی دیگیں جو بوجہ اپنی بڑائی کے اور بھاری پنے کے ادھر ادھر نہیں کی جاسکتی تھیں۔ ان سے اللہ نے فرمادیا تھا کہ دین ودنیا کی جو نعمتیں میں نے تمہیں دے رکھی ہیں ان پر میرا شکر کرو۔ شکر مصدر ہے بغیر فعل کے یا مفعول لہ ہے اور دونوں تقدیروں پر اس میں دلالت ہے کہ شکر جس طرح قول اور ارادہ سے ہوتا ہے فعل سے بھی ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول ہے ۔

اَفَادَتْكُمُ النَّعْمَاءُ مِنِّىْ ثَلَاثَةً ۔۔۔ يَدِىْ وَلِسَانِىْ وَالضَّمِيْرُ الْمُحَجَّبَا

اس میں بھی شاعر نعمتوں کا شکر تینوں طرح مانتا ہے فعل سے' زبان سے اور دل سے۔ حضرت عبدالرحمٰن سلمی

---

[1] [مستدرك حاكم (۲/۴۵٦) طبرانی كبير (۲۲/۲۱٤) صحيح ابن حبان (۲۰۰۷) مجمع الزوائد (۱۳۳۸٦) ابو نعيم فى الحلية (۵/۱۳۷)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

سے مروی ہے کہ نماز بھی شکر ہے اور روزہ بھی شکر ہے اور بھلا عمل جسے تو اللہ کے لئے کرے۔شکر ہے اور سب سے افضل شکر حمد ہے۔

محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں شکر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے اور نیک عمل ہے۔آل داؤد دونوں طرح شکر ادا کرتے تھے قولاً بھی اور فعلاً بھی۔ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی اہل وعیال، اولاد اور عورتوں پر اس طرح اوقات کی پابندی کے ساتھ نفل نماز کی تقسیم کی تھی کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی نماز میں مشغول نظر آتا تھا۔بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤد کی نماز تھی۔آپ آدھی رات سوتے تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ سو رہتے اسی طرح سب روزوں سے زیادہ محبوب روزے بھی اللہ تعالیٰ کو آپ ہی کے تھے۔آپ ایک دن روزے سے رہتے اور ایک دن بے روزہ ایک خوبی آپ میں یہ تھی کہ دشمن سے جہاد کے وقت منہ نہ پھیرتے۔ [1] ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے آپ سے فرمایا پیارے بچے رات کو بہت نہ سویا کرو رات کی زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دن فقیر بنا دیتی ہے۔ [2]

ابن ابی حاتم میں ہے اس موقعہ پر حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک معطول حدیث مروی ہے۔اسی کتاب میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری سے عرض کیا کہ الٰہ العالمین تیرا شکر کیسے ادا ہوگا؟۔شکر گزاری خود تیری ایک نعمت ہے جواب ملا داؤد اب تو نے میری شکر گزاری ادا کر لی جب کہ تو نے اسے جان لیا کہ کل نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں۔پھر ایک واقعے کی خبر دی جاتی ہے کہ بندوں میں سے شکر گزار بندے بہت ہی کم ہیں۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿١٤﴾

پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم بھیج دیا تو ان کی موت کی خبر جنات کو کسی نے نہ دی بجز گھن کے کیڑے کے جو ان کی لکڑی کو کھا رہا تھا۔پس جب سلیمان گر پڑے اس وقت جنوں نے جان لیا کہ اگر وہ غیب داں ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں مبتلا نہ رہتے ○

سلیمان علیہ السلام کی وفات اور جنات کی لاعلمی: حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کی کیفیت بیان ہو رہی ہے اور یہ بھی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التہجد : باب من نام عند السحر (۱۱۳۱)، (۳۴۲۰) صحیح مسلم : کتاب الصیام : باب النہی عن صوم الدھر (۱۱۵۹) نسائی : کتاب صیام اللیل : باب ذکر الصلاۃ نبی اللہ داؤد باللیل (۱۶۲۹) ابن ماجہ : کتاب الصیام : باب ما جآء فی صیام داؤد (۱۷۱۲) ابو داؤد : کتاب الصیام : باب فی صوم یوم وفطر یوم (۲۴۴۸) مسند احمد (۱۸۹/۲)]

[2] [ضعیف : ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلاۃ : باب ما جاء فی قیام اللیل (۱۳۳۲)] حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[الزوائد (۴۳۳/۱)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجہ (۲۷۹) الروض النضیر (۲۲۲) التعلیق الرغیب (۲۲۴/۱) ضعیف الجامع الصغیر (۴۰۷۰)]

کہ جو جنات ان کے فرمان کے تحت کام کاج میں مصروف تھے ان پر ان کی موت کیسے نامعلوم رہی؟ وہ انتقال کے بعد بھی لکڑی کے ٹیکے پر کھڑے ہی رہے اور یہ انہیں زندہ سمجھتے ہوئے سر جھکائے اپنے سخت سخت کاموں میں مشغول رہے۔ مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں تقریباً سال بھر اسی طرح گزر گیا۔ جس لکڑی کے سہارے آپ کھڑے تھے جب اسے دیمک چاٹ گئی اور وہ کھوکھلی ہوگئی تو آپ گر پڑے۔ اب جنات اور انسانوں کو آپ کی موت کا پتہ چلا۔ تب تو نہ صرف انسانوں کو بلکہ خود جنات کو بھی یقین ہوگیا کہ ان میں سے کوئی بھی غیب داں نہیں۔

ایک مرفوع منکر اور غریب حدیث میں ہے لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس کا مرفوع ہونا ٹھیک نہیں فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب نماز پڑھتے تو ایک درخت اپنے سامنے دیکھتے اس سے پوچھتے کہ تو کیسا درخت ہے تیرا کیا نام ہے؟۔ وہ بتا دیتا آپ اسے اسی استعمال میں لاتے۔ ایک مرتبہ جب نماز کو کھڑے ہوئے اور اسی طرح ایک درخت دیکھا تو پوچھا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا ضروب۔ پوچھا تو کس لئے ہے؟ کہا اس گھر کو اجاڑنے کے لئے تب آپ نے دعا مانگی کہ اللہ میری موت کی خبر جنات پر ظاہر نہ ہونے دے تاکہ انسان کو یقین ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے۔ اب آپ ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور جنات کو مشکل کام سونپ دیئے آپ کا انتقال ہوگیا لیکن لکڑی کے سہارے آپ ویسے ہی کھڑے رہے جنات دیکھتے رہے اور سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہے ایک سال کامل ہوگیا۔ چونکہ دیمک آپ کی لکڑی کو چاٹ رہی تھی سال بھر گزرنے پر وہ اسے کھا گئی اور اب حضرت سلیمان علیہ السلام گر پڑے اور انسانوں نے جان لیا کہ جنات غیب نہیں جانتے ورنہ سال بھر تک اس مصیبت میں نہ رہتے۔ لیکن اس کے ایک راوی عطا بن مسلم خراسانی کی بعض احادیث میں نکارت ہوتی ہے۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عادت تھی آپ سال سال دو دو سال یا کم وبیش مدت کے لئے مسجد قدس میں اعتکاف میں بیٹھ جاتے آخری مرتبہ انتقال کے وقت بھی آپ مسجد بیت المقدس میں تھے ہر صبح ایک درخت آپ کے سامنے نمودار ہوتا۔ آپ اس سے نام پوچھتے فائدہ پوچھتے وہ بتاتا آپ اسی کام میں اسے لاتے بالآخر ایک درخت ظاہر ہوا جس نے اپنا نام ضروبہ بتایا کہا تو کس مطلب کا ہے؟ کہا اس مسجد کے اجاڑنے کے لئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے فرمانے لگے میری زندگی میں تو یہ مسجد ویران ہوگی نہیں البتہ تو میری موت اور اس شہر کی ویرانی کے لئے ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے اپنے باغ میں لگا دیا مسجد کی بیچ کی جگہ میں کھڑے ہو کر ایک لکڑی کے سہارے نماز شروع کر دی۔ وہیں انتقال ہوگیا لیکن کسی کو اس کا علم نہ ہوا۔ شیاطین سب کے سب اپنی اپنی نوکری بجا لاتے رہے کہ ایسا نہ ہو ہم ڈھیل کریں اور اللہ کے رسول علیہ السلام آ جائیں تو ہمیں سزا دیں۔ یہ محراب کے آگے پیچھے آئے ان میں جو بڑا پاجی شیطان تھا اس نے کہا دیکھو جی اس میں آگے اور پیچھے سوراخ ہیں اگر میں یہاں سے جا کر وہاں سے نکل آؤں تو میری طاقت مانو گے یا نہیں؟ چنانچہ وہ گیا اور نکل آیا لیکن اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی آواز نہ آئی۔ دیکھ تو سکتے نہ تھے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف نگاہ بھر کر

دیکھتے ہی وہ مرجاتے تھے لیکن اس کے دل میں کچھ خیال سا گزرا اس نے پھر اور جرأت کی اور مسجد میں چلا گیا دیکھا کہ وہاں جانے کے بعد وہ نہ جلا تو اس کی ہمت اور بڑھ گئی اور اس نے نگاہ بھر کر آپ کو دیکھا تو دیکھا کہ وہ گرے پڑے ہیں اور انتقال فرما چکے ہیں اب آ کر سب کو خبر کی لوگ آئے محراب کو کھولا تو واقعی اللہ کے رسول علیہ السلام کو زندہ نہ پایا۔ آپ کو مسجد سے نکال لائے۔ مدت انتقال کا علم حاصل کرنے کے لئے انہوں نے لکڑی کو دیمک کے سامنے ڈال دیا ایک دن رات تک جس قدر دیمک نے اسے کھایا اسے دیکھ کر اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کے انتقال کو پورا سال گزر چکا۔ تمام لوگوں کو اس وقت کامل یقین ہو گیا کہ جنات جو بنتے تھے کہ ہم غیب کی خبریں جانتے ہیں یہ محض ان کی دھونس تھی۔ ورنہ سال بھر تک کیوں مصیبت جھیلتے رہتے۔ اس وقت سے جنات گھن کے کیڑے کو مٹی اور پانی لا دیا کرتے ہیں گویا اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہا یہ بھی تھا کہ اگر تو کچھ کھاتا پیتا ہوتا تو بہتر سے بہتر غذا ہم تجھے پہنچاتے۔ لیکن یہ سب بنی اسرائیل کے علماء کی روایتیں ہیں ان میں جو مطابق حق ہوں قبول۔ خلاف حق ہوں مردود دونوں سے الگ ہوں وہ نہ تصدیق کے قابل نہ تکذیب کے۔ واللہ اعلم

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سلمان علیہ السلام نے ملک الموت سے کہہ رکھا تھا کہ میری موت کا وقت مجھے کچھ پہلے بتا دینا حضرت ملک الموت نے یہی کیا تو آپ نے جنات کو بغیر دروازے کے ایک شیشے کا مکان بنانے کا حکم دیا اور اس میں ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر نماز شروع کی یہ موت کے ڈر کی وجہ سے نہ تھا۔ حضرت ملک الموت اپنے وقت پر آئے اور روح قبض کر کے چلے گئے۔ پھر لکڑی کے سہارے آپ سال بھر تک اسی طرح کھڑے رہے جنات ادھر ادھر سے دیکھ کر آپ کو زندہ سمجھ کر اپنے کاموں میں آپ کی ہیبت کی وجہ سے مشغول رہے لیکن جو کیڑا آپ کی لکڑی کو کھا رہا تھا جب وہ آدھی کھا چکا تو اب لکڑی بوجھ نہ اٹھا سکی اور آپ گر پڑے جنات کو آپ کی موت کا یقین ہو گیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور بھی بہت سے اقوال سلف سے یہ مروی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ
وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ﴿١٥﴾ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ
وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ﴿١٦﴾
ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ﴿١٧﴾

قوم سبا کے لئے اپنی بستیوں میں قدرت الٰہی کی نشانی تھی ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے کہ اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکریہ ادا کرو۔ عمدہ شہر اور بخشنے والا رب ○ لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر زور کی رو کا پانی کا نالا بھیج دیا اور ہم نے ان کے ہرے بھرے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ میووں والے بکثرت جھاؤ اور کچھ بیری کے درختوں والے تھے ○ ہم نے ان کی ناشکری کا یہ بدلہ انہیں دیا۔ ہم ایسی سخت سزا بڑے بڑے ناشکروں ہی کو دیتے ہیں ○

قوم سبا کا ذکر: قومِ سبا یمن میں رہتی تھی۔ تبع بھی ان میں سے ہی تھے۔ بلقیس بھی انہیں میں سے تھیں۔ یہ بڑی

نعمتوں اور راحتوں میں تھے۔ چین آرام سے زندگی گزار رہے تھے۔ اللہ کے رسول ان کے پاس آئے انہیں شکر کرنے کی تلقین کی۔ رب کی وحدانیت کی طرف بلایا اس کی عبادت کا طریقہ سمجھایا۔ کچھ زمانے تک وہ یونہی رہے لیکن پھر جب کہ انہوں نے سرتابی اور روگردانی کی احکام اللہ بے پرواہی سے ٹال دیئے تو ان پر زور کا سیلاب آیا اور تمام ملک باغات اور کھیتیاں وغیرہ تاخت وتاراج ہو گئیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا کہ سبا کسی عورت کا نام ہے۔ یا مرد کا یا جگہ کا؟ تو آپ نے فرمایا یہ ایک مرد تھا جس کے دس لڑکے تھے جن میں سے چھ تو یمن میں جا بسے تھے اور چار شام میں۔ مذحج، کندہ، ازد، اشعری، اغار، حمیر یہ چھ قبیلے یمن میں۔ لخم، جذام، عاملہ اور غسان یہ چار قبیلے شامی ہیں۔ (1) (مسند احمد) فردہ بن مسیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں اپنی قوم میں سے ماننے والوں اور آگے بڑھنے والوں کو لے کر نہ ماننے اور پیچھے ہٹنے والوں سے لڑوں؟ آپ نے فرمایا ہاں جب میں جانے لگا تو آپ نے مجھے بلا کر فرمایا دیکھو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا نہ مانیں تب جہاد کی تیاری کرنا۔ میں نے کہا حضور ﷺ! یہ سبا کس کا نام ہے؟ تو آپ کا جواب تقریباً وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ قبیلہ انمار میں سے بجیلہ اور خثعم بھی ہیں۔ (2) ایک اور مطول روایت میں اس آیت کے شان نزول کے متعلق اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حضرت فروہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا یا رسول اللہ ﷺ! جاہلیت کے زمانے میں قوم سبا کی عزت تھی مجھے اب ان کے ارتداد کا خوف ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے جہاد کروں۔ آپ نے فرمایا ان کے بارے میں مجھے کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ پس یہ آیت اتری۔ لیکن اس میں غرابت ہے اس سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے۔ حالانکہ سورت مکیہ ہے۔

محمد بن اسحاق سبا کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتے ہیں عبد شمس بن العرب بن قحطان اسے سبا اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے سب سے پہلے عرب میں دشمن کے قید کرنے کا رواج ڈالا تھا۔ اس وجہ سے اسے رائش بھی کہتے ہیں۔ مال کو ریش اور ریاش بھی عربی میں کہتے ہیں۔ یہ بھی مذکور ہے کہ اس بادشاہ نے آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے ہی آپ کی پیشین گوئی کی تھی۔ کہ ملک کا مالک ہمارے بعد ایک نبی ہوگا جو حرم کی عزت کرے گا۔ اس کے بعد اس کے خلیفہ ہوں گے، جن کے سامنے دنیا کے بادشاہ سرنگوں ہو جائیں گے پھر ہم میں بھی بادشاہت آئے گی۔ اور بنو قحطان کے ایک نبی بھی ہوں گے اس نبی کا نام احمد ہوگا (ﷺ) کاش کہ میں بھی ان کی نبوت کے زمانے کو پالیتا تو ہر طرح کی خدمت کو غنیمت سمجھتا۔ لوگو! جب بھی اللہ کے وہ رسول ﷺ ظاہر ہوں تو تم پر فرض ہے

---

(1) [حسن : مسند احمد (1/316) مستدرك حاكم (4/423)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (2898)] حافظ زبیر علی زئی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [حسن صحیح : ترمذی : كتاب تفسير القرآن (3222) ابو داؤد : كتاب الحروف والقراءات (3988) تفسير ابن جرير الطبرى (28783)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

ان کا ساتھ دو اور ان کے مددگار بن جاؤ۔ اور جو بھی آپ سے ملے اس پر میری جانب سے فرض ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا دے (اکیل ہمدانی) قحطان کے بارے میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ارم بن سام بن نوح کی نسل میں سے ہے۔ دوسرا یہ کہ عابر یعنی حضرت ہود علیہ السلام کی نسل میں سے ہے۔

تیسرا یہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہے۔ اس سب کو تفصیل کے ساتھ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الابناہ میں ذکر کیا ہے۔ بعض روایتوں میں جو آیا ہے کہ سبا عرب میں سے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے جن کی نسل سے عرب ہوئے۔ ان کا نسل ابراہیمی میں سے ہونا مشہور نہیں۔ واللہ اعلم

صحیح بخاری میں ہے کہ قبیلہ اسلم جب تیروں سے نشانہ بازی کر رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے نکلے تو آپ نے فرمایا اے اولاد اسماعیل! تیر اندازی کئے جاؤ تمہارے والد بھی پورے تیر انداز تھے۔ [1] اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سبا کا سلسلہ نسب خلیل الرحمٰن علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ اسلم انصار کا ایک قبیلہ تھا اور انصار سارے کے سارے غسان میں سے ہیں اور یہ سب یمنی تھے۔ سبا کی اولاد ہیں۔ یہ لوگ مدینے میں اس وقت آئے جب سیلاب سے ان کا وطن تباہ ہو گیا۔ ایک جماعت یہاں آ کر بسی تھی دوسری شام چلی گئی۔ انہیں غسانی اس لئے کہتے ہیں کہ اسی نام کی پانی والی ایک جگہ پر یہ ٹھہرے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مشلل کے قریب ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شعر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک پانی والی جگہ یا اس کنویں کا نام غسان تھا۔ یہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی دس اولادیں تھیں اس سے مراد صلبی اولادیں نہیں کیونکہ بعض بعض دو دو تین تین نسلوں بعد کے بھی ہیں۔ جیسے کہ کتب انساب میں موجود ہے۔ جو شام اور یمن میں جا کر آباد ہوئے یہ بھی سیلاب کے آنے کے بعد کا ذکر ہے۔ بعض وہیں رہے بعض ادھر ادھر چلے گئے دیوار کا قصہ یہ ہے کہ ان کے دونوں جانب پہاڑ تھے۔ جہاں سے نہریں اور چشمے بہہ بہہ کر ان کے شہروں میں آتے تھے اسی طرح نالے اور دریا بھی ادھر ادھر سے آتے تھے ان کے قدیمی بادشاہوں میں سے کسی نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط پشتہ بنوا دیا تھا جس دیوار کی وجہ سے پانی ادھر ادھر ہو گیا تھا۔ اور بصورت دریا جاری رہا کرتا تھا جس کے دونوں جانب باغات اور کھیتیاں لگا دی تھیں۔ پانی کی کثرت اور زمین کی عمدگی کی وجہ سے یہ خطہ بہت ہی زرخیز اور ہرا بھرا رہا کرتا تھا یہاں تک کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کوئی عورت اپنے سر پر جھلی رکھ کر چلتی تھی۔ کچھ دور جانے تک پھلوں سے وہ جھلی بلکل بھر جاتی تھی۔ درختوں سے پھل خود بخود جو جھڑتے تھے وہ اس قدر کثرت سے ہوتے تھے کہ ہاتھ سے توڑنے کی حاجت نہیں پڑتی تھی۔ یہ دیوار مارب میں تھی صنعاء سے تین مراحل پر تھی اور سد مارب کے نام سے مشہور تھی۔ آب و ہوا کی عمدگی، صحت مزاج اور اعتدال عنایت الٰہیہ سے اس طرح تھا کہ ان کے ہاں مکھی، مچھر اور زہریلے جانور بھی نہیں ہوتے تھے۔ یہ اس لئے تھا کہ وہ لوگ اللہ کی توحید کو مانیں اور دل و جان سے اس کی خلوص کے ساتھ عبادت کریں۔ یہ تھی وہ نشانی قدرت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان آبادبستی اور بستی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب التحریض علی الرمی (۲۸۹۹) مسند احمد (۴/ ۵۰)]

کے دونوں طرف ہرے بھرے پھل دار باغات اور سرسبز کھیتیاں۔ اور ان سے جناب باری نے فرمادیا تھا کہ اپنے رب کی دی ہوئی روزیاں کھاؤ پیو اور اس کے شکر میں لگے رہو۔ لیکن انہوں نے اللہ کی توحید کو اور اس کی نعمتوں کے شکر کو بھلادیا اور سورج کی پرستش کرنے لگے۔

جیسے کہ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ ﴿جِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍۭ بِنَبَإٍ يَّقِيْنٍ﴾ [1] الخ یعنی میں تمہارے پاس سبا کی ایک پختہ خبر لایا ہوں۔ ایک عورت ان کی بادشاہت کررہی ہے جس کے پاس تمام چیزیں موجود ہیں عظیم الشان تخت سلطنت پر وہ متمکن ہے رانی اور رعایا سب سورج پرست ہیں۔ شیطان نے ان کو گمراہ کر رکھا ہے۔ بے راہ ہورہے ہیں مروی ہے کہ بارہ یا تیرہ پیغمبران کے پاس آئے تھے۔ بالآخر شامت اعمال رنگ لائی جو دیوار انہوں نے بنا رکھی تھی وہ چوہوں نے اندر سے کھوکھلی کردی اور بارش کے زمانے میں وہ ٹوٹ گئی پانی کی ریل پیل ہوگئی ان دریاؤں کے، چشموں کے، بارش کے، نالوں کے، سب پانی آگئے ان کی بستیاں، ان کے محلات، ان کے باغات اور ان کی کھیتیاں سب تباہ و برباد ہوگئیں۔ ہاتھ ملتے رہ گئے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ پھر تو وہ تباہی آئی کہ اس زمین پر کوئی پھلدار درخت جمتا ہی نہ تھا۔ پیلو۔ جھاؤ، کیکر، ببول اور ایسے ہی بے میوہ بدمزہ بے کار درخت اگتے تھے۔ ہاں البتہ کچھ بیریوں کے درخت اگ آئے تھے۔ جو نسبتاً اور درختوں سے کارآمد تھے۔ لیکن وہ بھی بہت زیادہ خاردار اور بہت کم پھل دار تھے۔ یہ تھا ان کے کفر و شرک کی سرکشی اور تکبر کا بدلہ کہ نعمتیں کھو بیٹھے اور زحمتوں میں مبتلا ہوگئے کافروں کو یہی اور اس جیسی ہی سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔ حضرت ابو خیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں گناہوں کا بدلہ یہی ہوتا ہے کہ عبادتوں میں سستی آجائے روزگار میں تنگی واقع ہو لذتوں میں تلخی آجائے یعنی جہاں کسی راحت کا منہ دیکھا وہاں فوراً کوئی زحمت آپڑی اور مزہ مٹی ہوگیا۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ۝۱۸ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۱۹

ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی چند بستیاں اور رکھی تھیں جو برسرِ راہ ظاہر تھیں اور ان میں چلنے کی منزلیں ہم نے مقرر کردی تھیں ○ ان میں راتوں اور دنوں کو بہ امن و امان چلتے پھرتے رہو لیکن انہوں نے پھر درخواست کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفر دور دراز کے کردے چونکہ خود انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا برا کیا اس لئے ہم نے انہیں گزشتہ افسانوں کی صورت میں کردیا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے ہر ایک صبر و شکر کرنے والے کے لئے اس ماجرے میں بہت سی عبرتیں ہیں ○

قوم سبا پر اللہ کے انعامات: ان پر جو نعمتیں تھیں ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ قریب قریب آبادیاں تھیں۔ کسی مسافر کو

---

[1] [سورہ النمل: آیت ۲۲۔۲۴]

اپنے سفر میں توشہ یا پانی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ تھی۔ ہر ہر منزل پر پختہ مزے دار تازے میوے خوشگوار میٹھا پانی موجود ہر رات کوکسی بستی میں گزار لیں اور راحت و آرام امن و مان سے جائیں آئیں کہتے ہیں کہ یہ بستیاں صنعاء کے قرب وجوار میں تھیں باعد کی دوسری قراءت «بَعِّدْ» ۔اس راحت و آرام سے وہ پھول گئے اور جس طرح بنواسرائیل نے من وسلویٰ کے بدلے لہسن' پیاز وغیرہ طلب کیا تھا انہوں نے بھی دور دراز کے سفر طے کرنے کی چاہت کی تا کہ درمیان میں جنگل بھی آئیں غیر آباد جگہیں بھی آئیں کھانے پینے کا لطف بھی آئے ۔قوم موسیٰ علیہ السلام کی اس طلب نے ان پر ذلت ومسکنت ڈالی اسی طرح انہیں بھی فراخی روزی کے بعد ہلاکت ملی۔ بھوک اور خوف میں پڑے۔ اطمینان اور امن غارت ہوا۔ انہوں نے کفر کر کے خود اپنا بگاڑا۔ اب ان کی کہانیاں رہ گئیں۔لوگوں میں ان کے افسانے رہ گئے۔تتر بتر ہو گئے۔ یہاں تک کہ جو قوم تین تیرہ ہو جائے تو عرب میں انہیں سبائیوں کی مثل سناتے ہیں۔

عکرمہ رحمہ اللہ ان کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں ایک کاہنہ اور ایک کاہن تھا جن کے پاس جنات ادھر ادھر کی خبریں لایا کرتے تھے اس کاہن کو کہیں پتہ چل گیا کہ اس بستی کی ویرانی کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور یہاں کے لوگ ہلاک ہونے والے ہیں۔ تھا یہ بڑا مالدار خصوصاً جائیداد بہت ساری تھی اس نے سوچا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے ان حویلیوں اور مکانات اور باغات کی نسبت کیا انتظام کرنا چاہیے؟ آخر ایک بات اس کی سمجھ میں آ گئی اس کے سسرال کے لوگ بہت سارے تھے اور وہ قبیلہ بھی جری ہونے کے علاوہ مالدار تھا۔اس نے اپنے لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا سنو! کل لوگ میرے پاس جمع ہو جائیں گے میں تجھے کسی کام کو کہوں گا تو انکار کر دینا میں تجھے برا بھلا کہوں گا تو بھی مجھے میری گالیوں کا جواب دینا میں اٹھ کر تجھے تھپڑ ماروں گا تو بھی اس کے جواب میں مجھے تھپڑ مارنا اس نے کہا ابا جی مجھ سے یہ کیسے ہو سکے گا ؟ کاہن نے کہا تم نہیں سمجھتے ایک ایسا ہی اہم معاملہ در پیش ہے اور تمہیں میرا حکم مان لینا چاہیے۔اس نے اقرار کیا دوسرے دن جب کہ اس کے پاس اس کے ملنے جلنے والے سب جمع ہو گئے اس نے اپنے اس لڑکے سے کسی کام کو کہا اس نے صاف انکار کر دیا اس نے اسے گالیاں دیں تو اس نے بھی سامنے گالیاں دیں۔ یہ غصے میں اٹھا اور اسے مارا لڑکے نے بھی پلٹ کر اسے پیٹا یہ اور غضبناک ہوا اور کہنے لگا چھری لاؤ تو میں اسے ذبح کروں گا تمام لوگ گھبرا گئے ہر چند سمجھایا لیکن یہ یہی کہتا رہا کہ میں تو اسے ذبح کروں گا لوگ دوڑے بھاگے اور لڑکے کے ننھیال والوں کو خبر کی وہ سب آ گئے اول تو منت سماجت کی۔ منوانا چاہا لیکن یہ کب مانتا تھا انہوں نے کہا آپ اسے کوئی اور سزا دیجئے اس کے بدلے ہمیں جو جی چاہے سزا دیجئے لیکن اس نے کہا میں تو اسے لٹا کر باقاعدہ اپنے ہاتھوں سے ذبح کروں گا انہوں نے کہا ایسا آپ نہیں کر سکتے اس سے پہلے ہم آپ کو مار ڈالیں گے۔اس نے کہا اچھا جب یہاں تک بات پہنچ گئی ہے تو میں ایسے شہر میں نہیں رہنا چاہتا جہاں میرے اور میری اولاد کے درمیان اور لوگ پڑیں مجھ سے میرے مکانات جائیدادیں اور زمینیں خرید لو میں یہاں سے کہیں اور چلا جاتا ہوں چنانچہ اس نے سب کچھ بیچ ڈالا اور قیمت نقد

وصول کر لی جب اس طرف سے اطمینان ہوگیا تو اس نے اپنی قوم کو خبر دی کہ سنو عذاب اللہ آ رہا ہے زوال کا وقت قریب پہنچ چکا ہے اب تم میں سے جو محنت کر کے لمبا سفر کر کے نئے گھروں کا آرزومند ہو تو وہ عمان چلا جائے اور جو کھانے پینے کا شوقین ہو وہ بصرے چلا جائے اور جو مزیدار کھجوریں باغات میں بیٹھ کر آزادی سے کھانا پینا چاہتا ہو وہ مدینے چلا جائے ۔قوم کو اس کی باتوں کا یقین تھا جسے جو جگہ اور جو چیز پسند تھی وہ اسی طرف منہ اٹھائے بھاگا ۔بعض عمان کی طرف، بعض بصرے طرف، کی بعض مدینے کی طرف ۔اس طرح تین قبیلے چلے تھے ۔اوس اور خزرج اور بنوعثمان ۔جب یہ لوگ بطن مر میں پہنچے تو بنوعثمان نے کہا ہمیں یہ جگہ بہت پسند ہے اب ہم آگے نہیں جائیں گے ۔چنانچہ یہ یہیں بس گئے اور اسی وجہ سے انہیں خزاعہ کہا گیا۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے اور اوس وخزرج برابر مدینے پہنچے اور یہاں آ کر قیام کیا۔

یہ اثر بھی عجیب وغریب ہے ۔جس کاہن کا اس میں ذکر ہے اس کا نام عمرو بن عامر ہے یہ یمن کا ایک سردار تھا اور سبا کے بڑے لوگوں میں سے تھا اور ان کا کاہن تھا ۔سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ سب سے پہلے یہی یمن سے نکلا تھا اس لئے کہ سد مآرب کو کھوکھلا کرتے ہوئے اس نے چوہوں کو دیکھ لیا تھا اور سمجھ لیا تھا کہ اب یمن کی خیر نہیں ۔یہ دیوار گری اور سیلاب سب تہ وبالا کرے گا تو اس نے اپنے سب سے چھوٹے لڑکے کو وہ مکر سکھایا جس کا ذکر اوپر گزرا اس وقت اس نے غصے میں کہا کہ میں ایسے شہر میں رہنا پسند نہیں کرتا میں اپنی جائیدادیں اور زمینیں اسی وقت بیچتا ہوں لوگوں نے کہا عمرو کے اس غصے کو غنیمت جانو چنانچہ سستا مہنگا سب کچھ بیچ ڈالا اور فارغ ہو کر چل پڑا قبیلہ اسد بھی اس کے ساتھ ہولیا راستے میں علہ ان سے لڑے برابر برابر کی لڑائی رہی ۔جس کا ذکر عباس بن مرداس اسلمی کے شعروں میں بھی ہے ۔پھر یہ یہاں سے چل کر مختلف شہروں میں پہنچ گئے ۔آل جفنتہ بن عمرو بن عامر شام میں گئے اوس وخزرج مدینے میں خزاعہ مر میں، ازمراۃ سراۃ میں ۔ازد عمان عمان میں یہاں سیلاب آیا جس نے مآرب کے بند کو توڑ دیا۔ سدی نے اس قصے میں بیان کیا ہے کہ اس نے اپنے مقابلے کے لئے اپنے بیٹے کو نہیں بلکہ اپنے بھتیجے کو کہا تھا۔ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ اس کی عورت جس کا نام طریفہ تھا اس نے اپنی کہانت سے یہ بات معلوم کر کے سب کو بتائی تھی ۔

اور روایت میں ہے کہ عمان میں غسانی اور ازدبھی ہلاک کر دیئے گئے ۔میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی ریل پیل پھلوں اور کھیتوں کے بے شمار روزی کے باوجود سیل عرم سے یہ حالت ہوگئی کہ ایک ایک لقمے کو اور ایک بوند پانی کو ترس گئے یہ پکڑ اور عذاب یہ تنگی اور سزا جو انہیں پہنچی اس سے ہر صابر وشاکر عبرت حاصل کر سکتا ہے کہ اللہ کی نافرمانیاں کس طرح انسان کو گھیر لیتی ہیں عافیت کو ہٹا کر آفت کو لے آتی ہیں۔ مصیبتوں پر صبر، نعمتوں پر شکر کرنے والے اس پر دلائل قدرت پائیں گے ۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مومن کے لئے تعجب ناک فیصلہ کیا ہے اگر اسے راحت ملے تو یہ شکر کرے تو اجر پائے ۔اور اگر اسے مصیبت پہنچے اور صبر کرے تو اجر پائے ۔غرض مومن کو ہر حالت پر اجر وثواب ملتا ہے اس کا ہر کام نیک ہے ۔یہاں تک کہ محبت کے ساتھ جو لقمہ اٹھا کر یہ اپنی بیوی

کے منہ میں دے اس پر بھی اسے ثواب ملتا ہے۔ [1] (مسند احمد) بخاری و مسلم میں ہے آپ فرماتے ہیں تعجب ہے کہ مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہر قضا بھلائی لئے ہوتی ہے اگر اسے راحت اور خوشی پہنچتی ہے تو شکر کر کے بھلائی حاصل کرتا ہے۔ اور اگر برائی اور غم پہنچتا ہے تو یہ صبر کرتا ہے اور بدلہ حاصل کرتا ہے۔ یہ نعمت تو صرف مومن کو ہی حاصل ہے کہ جس کی ہر حالت بہتری اور بھلائی والی ہے۔ [2] حضرت مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں صبر و شکر کرنے والا بندہ کتنا ہی اچھا ہے کہ جب نعمت اسے ملے تو شکر کرے اور جب زحمت پہنچے تو صبر کرے۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَمَا كَانَ
لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٢١﴾

شیطان نے ان کے بارے میں سوچ رکھا تھا اسے سچا کر دکھایا یہ سب کے سب اس کے تابعدار بن گئے سوائے مومنوں کی جماعت کے ○ شیطان کا ان پر کوئی زور اور دباؤ نہ تھا مگر تا کہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں میں ممتاز طور پر ظاہر کر دیں جو اس شک میں ہیں۔ تیرا رب ہر ہر چیز پر نگہبان ہے ○

ابلیس اور اس کے مرید: سبا کے قصے کے بیان کے بعد شیطان کے اور مریدوں کا عام طور پر ذکر فرماتا ہے کہ وہ ہدایت کے بدلے ضلالت بھلائی کے بدلے برائی لے لیتے ہیں۔ ابلیس نے راندۂ درگاہ ہو کر جو کہا تھا کہ میں ان کی اولاد کو ہر طرح برباد کرنے کی کوشش کروں گا اور تھوڑی سی جماعت کے سوا باقی سب لوگوں کو تیری سیدھی راہ سے بھٹکا دوں گا۔ اس نے یہ کر دکھایا اور اولاد آدم کو اپنے پنجے میں پھانس لیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام اپنی خطا کی وجہ سے جنت سے اتار دیئے گئے اور ابلیس لعین بھی ان کے ساتھ اترا اس وقت وہ بہت خوش تھا اور جی میں اترا رہا تھا کہ جب انہیں میں نے بہکا لیا تو ان کی اولاد کو تباہ کر دینا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اس خبیث کا قول تھا کہ میں ابن آدم کو سبز باغ دکھاتا رہوں گا غفلت میں رکھوں گا۔ طرح طرح سے دھوکے دوں گا اور اپنے جال میں پھنسائے رکھوں گا۔ جس کے جواب میں جناب باری جل جلالہ نے فرمایا تھا مجھے بھی اپنی عزت کی قسم موت کے غرغرے سے پہلے جب کبھی وہ توبہ کرے گا میں فوراً قبول کر لوں گا۔ وہ مجھے جب پکارے گا میں اس کی طرف متوجہ ہو جاؤں گا۔ مجھ سے جب کبھی جو کچھ مانگے گا میں اسے دوں گا مجھ سے جب وہ بخشش طلب کرے گا میں اسے بخش دوں گا۔ (ابن ابی حاتم)

اس کا کوئی غلبہ، حجت، زبردستی، مار پیٹ انسان پر نہ تھی۔ صرف دھوکہ، فریب اور مکر بازی تھی جس میں یہ سب پھنس گئے۔ اس میں حکمت الٰہی یہ تھی کہ مومن و کافر ظاہر ہو جائیں۔ حجت اللہ ختم ہو جائے آخرت کو ماننے والے

---

[1] [حسن : مسند احمد (۱/۱۷۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۵۳۱)]

[2] [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الزهد : باب المؤمن امره كله خير (۲۹۹۹)]

شیطان کی نہیں مانیں گے۔ اس کے منکر رحمان کی اتباع نہیں کریں گے۔ اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے مومنوں کی جماعت اس کی حفاظت کا سہارا لیتی ہے اس لئے ابلیس ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ اور کافروں کی جماعت خود اللہ کو چھوڑ دیتی ہے اس لئے ان پر سے اللہ کی نگہبانی ہٹ جاتی ہے اور وہ شیطان کے ہر فریب کا شکار بن جاتے ہیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

کہہ دے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکار لو۔ نہ تو ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرے کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے ○ درخواست شفاعت بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز اس کے جن کے لئے اجازت ہو جائے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جائے گی تو پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا' اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے ○

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں: بیان ہو رہا ہے کہ اللہ اکیلا ہے' واحد ہے' احد ہے' فرد ہے' صمد ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ بے نظیر' لاشریک اور بے مثل ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' ساتھی نہیں' مشیر نہیں' وزیر نہیں' مددگار و پیشی بان نہیں۔ پھر ضد کرنے والا اور خلاف کرنے والا کہاں؟ جن جن کو پکارا کرتے ہو پکار کر دیکھ لو معلوم ہو جائے گا کہ ایک ذرے کے بھی مختار نہیں۔ محض بے بس اور بالکل محتاج و عاجز ہیں' نہ زمینوں میں ان کی کچھ چلے نہ آسمانوں میں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ (۱) کہ وہ ایک کھجور کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اور یہی نہیں کہ انہیں خود اختیار حکومت نہ ہو نہ سہی شرکت کے طور پر ہی ہو نہیں شرکت کے طور پر بھی نہیں۔ نہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے کسی کام میں مدد لیتا ہے۔ بلکہ یہ سب کے سب فقیر محتاج ہیں اس کے در کے غلام اور اس کے بندے ہیں' اس کی عظمت و کبریائی عزت و بڑائی ایسی ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے کسی کی جرأت نہیں کہ اس کے سامنے کسی کی سفارش کے لئے بھی لب ہلا سکے۔ جیسے فرمان ہے ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (۲) کون ہے؟ جو اس کے سامنے کسی کی شفاعت بغیر اس کی رضامندی کے کر سکے۔ اور آیت میں ہے ﴿كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ (۳) الخ' یعنی آسمانوں کے کل فرشتے بھی اس کے سامنے کسی کی سفارش کے لئے لب ہلا نہیں سکتے مگر جس کے لئے اللہ اپنی رضامندی سے اجازت دے دے۔ ایک اور جگہ فرمان ہے ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ (۴) الخ' وہ لوگ صرف ان کی شفاعت کر سکتے ہیں جن کے لئے اللہ کی رضامندی

---

(۱) [سورۃ فاطر: آیت ۱۳]
(۲) [سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۵]
(۳) [سورۃ النجم: آیت ۲۶]
(۴) [سورۃ الانبیاء: آیت ۲۸]

ہو وہ تو خود ہی اس کے خوف سے تھرا رہے ہیں۔ تمام اولاد آدم کے سردار سب سے بڑے شفیع اور سفارشی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی قیامت کے دن مقام محمود میں شفاعت کے لئے تشریف لے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ آئے اور مخلوق کے فیصلے کرے اس وقت کی نسبت آپ فرماتے ہیں میں اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا اللہ ہی جانتا ہے کہ کب تک سجدے میں پڑا رہوں گا اس سجدے میں اس قدر اپنے رب کی تعریفیں بیان کروں گا۔ کہ اس وقت تو وہ الفاظ بھی مجھے معلوم نہیں۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھایئے آپ بات کیجئے آپ کی بات سنی جائے گی آپ مانگئے آپ کو دیا جائے گا۔ آپ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی۔ [1]

رب کی عظمت کا ایک مقام بیان ہو رہا ہے کہ جب وہ اپنی وحی میں کلام کرتا ہے اور آسمانوں کے مقرب فرشتے اسے سنتے ہیں تو ہیبت سے کانپ اٹھتے ہیں اور غشی والے کی طرح ہو جاتے ہیں جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ ہٹ جاتی ہے۔ ﴿فُزِّعَ﴾ کی دوسری قرأت ﴿فُرِّغَ﴾ بھی آئی ہے مطلب دونوں کا ایک ہے۔ تو اب آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں کہ اس وقت رب کا کیا حکم نازل ہوا؟ پس اہل عرش اپنے پاس والوں کو وہ اپنے پاس والوں کو یونہی درجہ بدرجہ حکم پہنچا دیتے ہیں۔ بلا کم و کاست ٹھیک ٹھیک اسی طرح پہنچا دیتے ہیں۔ ایک مطلب اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب سکرات کا وقت آتا ہے۔ اس وقت مشرک یہ کہتے ہیں اور قیامت کے دن بھی جب اپنی غفلت سے چونکیں گے اور ہوش و حواس قائم ہو جائیں گے اس وقت یہ کہیں گے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ جواب ملے گا کہ حق فرمایا' حق فرمایا اور جس چیز سے دنیا میں بے فکر تھے آج اس کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔ تو دلوں سے گھبراہٹ دور کئے جانے کے یہ معنی ہوئے کہ جب آنکھوں پر سے پردہ اٹھا دیا جائے گا اس وقت سب شک و تکذیب الگ ہو جائیں گے۔ شیطانی وساوس دور ہو جائیں گے اس وقت رب کے وعدوں کی حقانیت تسلیم کریں گے اور اس کی بلندی اور بڑائی کے قائل ہوں گے۔ پس نہ تو موت کے وقت کا اقرار نفع دے نہ قیامت کے میدان کا اقرار فائدہ پہنچائے لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی تفسیر ہی راجح ہے یعنی مراد اس سے فرشتے ہیں۔ اور یہی ٹھیک ہے اور اس کی تائید احادیث و آثار سے بھی ہوتی ہے۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا فیصلہ آسمان میں کرتا ہے تو فرشتے عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں اور رب کا کلام ایسا واقع ہوتا ہے جیسے اس زنجیر کی آواز جو پتھر پر بجائی جاتی ہو جب ہیبت کم ہو جاتی ہے۔ تو پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے اس وقت کیا فرمایا؟ جواب ملتا ہے کہ جو فرمایا حق ہے اور وہ اعلیٰ و کبیر ہے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جو جنات فرشتوں کی باتیں سننے کی غرض سے گئے ہوئے ہیں اور جو تہ بہ تہ ایک دوسروں کے اوپر ہیں وہ کوئی کلمہ سن لیتے ہیں اوپر والا نیچے والے کو وہ اپنے سے نیچے والے کو سنا دیتا ہے اور وہ کاہنوں کے کانوں تک پہنچا دیتے ہیں ان کے پیچھے فوراً ان کے جلانے کو آگ کا شعلہ لپکتا

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قول اللہ تعالی لما خلقت بیدی (٧٤١٠) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب ادنی اہل الجنۃ منزلۃ فیہا (١٩٣)]

ہے لیکن کبھی کبھی تو وہ اس کے آنے سے پہلے ہی ایک دوسرے کو پہنچا دیتا ہے اور کبھی پہنچانے سے پہلے ہی جلا دیا جاتا ہے۔ کاہن اس ایک کلمے کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر لوگوں میں پھیلاتا ہے۔ وہ ایک بات سچی نکلتی ہے لوگ اس کے مرید بن جاتے ہیں کہ دیکھو یہ بات اس کے کہنے کے مطابق ہی ہوئی۔ (1)

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا اور زبردست روشنی ہوگئی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ جاہلیت میں تمہارا خیال ان ستاروں کے ٹوٹنے کی نسبت کیا تھا؟ انہوں نے کہا ہم اس موقعہ پر سمجھتے تھے کہ یا تو کوئی بہت بڑا آدمی پیدا ہوا یا مرا۔ زہری رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ کیا جاہلیت کے زمانے میں بھی ستارے جھڑتے تھے؟ کہا ہاں لیکن کم۔ آپ کی بعثت کے زمانے سے ان میں بہت زیادتی ہو گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا سنو! انہیں کسی کی موت وحیات سے کوئی واسطہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ جب ہمارا رب تبارک وتعالیٰ کسی امر کا آسمانوں میں فیصلہ کرتا ہے تو حاملان عرش اس کی تسبیح کرتے ہیں پھر ساتویں آسمان والے پھر چھٹے آسمان والے یہاں تک کہ یہ تسبیح آسمان دنیا تک پہنچتی ہے۔ پھر عرش کے آس پاس کے فرشتے عرش کو اٹھانے والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ وہ انہیں بتاتے ہیں پھر ہر نیچے والا اوپر والے سے دریافت کرتا ہے اور وہ اسے بتاتا ہے یہاں تک آسمان اول والوں کو خبر پہنچتی ہے۔ کبھی اچک لے جانے والے جنات اسے سن لیتے ہیں تو ان پر یہ ستارے جھڑتے ہیں تاہم جو بات اللہ کو پہنچانی منظور ہوتی ہے اسے وہ لے اڑتے ہیں اور اس کے ساتھ بہت کچھ باطل اور جھوٹ ملا کر لوگوں میں شہرت دیتے ہیں۔ (2)

ابن ابی حاتم میں ہے اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی امر کی وحی کرتا ہے تو آسمان مارے خوف سے کپکپا اٹھتے ہیں اور فرشتے ہیبت زدہ ہو کر سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں اور اللہ کا فرمان سنتے ہیں پھر ان کی زبانی فرشتے سنتے ہیں اور وہ کہتے جاتے ہیں کہ اللہ نے حق فرمایا وہ بلندی اور بڑائی والا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کا امین فرشتہ جس کی طرف ہو اسے پہنچا دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ اس وحی کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبیوں کے نہ ہونے کے زمانے میں بند ہو کر پھر ابتداء ختم المرسلین ﷺ پر نازل ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ابتدائی وحی کے بھی اس آیت کے تحت میں داخل ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن آیت اس کو اور سب کو شامل ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ لَّا تُسْــَٔـلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔـلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب الا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبين (٤٧٠١)]

(2) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب السلام: باب تحريم الكهانة واتيان الكاهن (٢٢٢٩)]

پوچھ تو کہ تمہیں آسمانوں اور زمین میں سے روزی کون پہنچاتا ہے۔ خود جواب دے کہ اللہ سنو ہم یا تم یا تو یقیناً ہدایت پر یا کھلی گمراہی میں ہیں ○ کہہ کہ ہمارے کیے ہوئے گناہوں کی بابت تم میں سے کوئی سوال نہ کیا جائے گا نہ تمہارے اعمال کی باز پرس ہم سے کی جائے گی ○ انہیں خبر دے دے کہ ہم سب کو ہمارا رب جمع کر کے پھر ہم میں سچے فیصلے کر دے گا۔ وہ فیصلے چکانے والا ہے اور دانا ○ کہہ کہ اچھا مجھے بھی تو ذرا انہیں دکھا دو جنہیں تم شریک اللہ ٹھہرا کر اس کے ساتھ ملا رہے ہو ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہی اللہ ہے غالب باحکمت ○

خالق ورازق صرف اللہ تعالیٰ: اللہ تعالیٰ اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ صرف وہی خالق ورازق ہے اور صرف وہی الوہیت والا ہے۔ جیسے ان لوگوں کو اس کا اقرار ہے کہ آسمان سے بارشیں برسانے والا زمینوں سے اناج اگانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ایسے ہی انہیں یہ بھی مان لینا چاہئے کہ عبادت کے لائق بھی فقط وہی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جب ہم تم میں اتنا بڑا اختلاف ہے تو لامحالہ ایک ہدایت پر اور دوسرا ضلالت پر ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں فریق ہدایت پر ہوں یا دونوں ضلالت پر ہوں۔ ہم موحد ہیں اور توحید کے دلائل کھلم کھلا اور واضح ہم بیان کر چکے ہیں اور تم شرک پر ہو جس کی دلیل تمہارے پاس نہیں۔ پس یقیناً ہم ہدایت پر اور یقیناً تم ضلالت پر ہو۔ اصحاب رسول ﷺ نے مشرکوں سے یہی کہا تھا کہ ہم فریقین میں سے ایک ضرور سچا ہے۔ کیونکہ اس قدر تضاد وتباین کے بعد دونوں کا سچا ہونا تو عقلاً محال ہے۔ اس آیت کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ ہم ہی ہدایت پر اور تم ضلالت پر ہو۔ ہمارا تمہارا بالکل کوئی تعلق نہیں۔ ہم تم سے اور تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہیں۔ ہاں جس راہ ہم چل رہے ہیں اسی راہ پر تم بھی آ جاؤ تو بیشک تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں ورنہ ہم تم میں کوئی تعلق نہیں۔ اور ایک آیت میں بھی ہے کہ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے کہ میرا عمل میرے ساتھ ہے اور تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے، تم میرے اعمال سے چڑتے ہو اور میں تمہارے کرتوت سے بیزار ہوں۔

سورۂ ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ [1] الخ، میں بھی اسی بے تعلقی اور براءت کا ذکر ہے، رب العالمین تمام عالم کو میدان قیامت میں اکٹھا کر کے سچے فیصلے کر دے گا۔ نیکوں کو ان کی جزا اور بدوں کو ان کی سزا دے گا۔ اسی دن تمہیں ہماری حقانیت وصداقت معلوم ہو جائے گی۔ جیسے ارشاد ہے ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾ [2] الخ، قیامت کے دن سب جدا جدا ہو جائیں گے۔ ایماندار جنت کے پاک باغوں میں خوش وقت وفرحان ہوں گے اور ہماری آیتوں اور آخرت کے دن کو جھٹلانے والے، کفر کرنے والے دوزخ کے گڑھوں میں حیران وپریشان ہوں گے۔ وہ حاکم وعادل ہے، حقیقت کا پورا علم ہے، تم اپنے ان معبودوں کو ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ۔ لیکن کہاں سے ثبوت دے سکو گے۔ جبکہ میرا رب لانظیر، بے شریک اور عدیم المثیل ہے، وہ اکیلا ہے، وہ ذی عزت ہے جس نے سب کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے اور ہر ایک پر غالب آ گیا ہے۔ حکیم ہے اپنے اقوال وافعال میں۔ اسی طرح شریعت اور تقدیر میں بھی۔ برکتوں والا بلندیوں والا پاک منزہ اور مشرکوں کی تمام تہمتوں سے الگ ہے۔

---

[1] [سورۃ الکافرون: آیت ۱]
[2] [سورۃ الروم: آیت ۱۴۔۱۶]

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَيَقُوْلُوْنَ
مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ
سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٠﴾

ہم نے تجھے تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور دھمکا دینے والا بنا کر بھیجا ہے ہاں یہ صحیح ہے کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے ○ پوچھتے ہیں کہ وہ وعدہ ہے کب؟ سچے ہو تو بتا دو ○ جواب دے کہ وعدے کا دن ٹھیک معین ہے جس سے ایک ساعت نہ تم پیچھے ہٹ سکتے ہو نہ آگے بڑھ سکتے ہو ○

بعثت نبوی ساری انسانیت کے لیے: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے فرما رہا ہے کہ ہم نے تجھے تمام کائنات کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [1] یعنی اعلان کر دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اور آیت میں ہے ﴿تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ [2] بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہاں کو ہوشیار کر دے یہاں بھی فرمایا ''کہ اطاعت گزاروں کو بشارت جنت دے اور نافرمانوں کو خبر جہنم۔ لیکن اکثر لوگ اپنی جہالت سے نبی کی نبوت کو نہیں مانتے'' جیسے فرمایا ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ [3] گو تو ہر چند چاہے تاہم اکثر لوگ بے ایمان رہیں گے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوا اگر بڑی جماعت کی بات مانے گا تو وہ خود تجھے راہ راست سے ہٹا دیں گے۔ پس حضور ﷺ کی رسالت عام لوگوں کی طرف ہے۔ عرب و عجم سب کی طرف سے اللہ کو زیادہ پیارا وہ ہے جو سب سے زیادہ اس کا تابع فرمان ہو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو آسمان والوں پر اور نبیوں پر غرض سب پر فضیلت دی ہے۔ لوگوں نے اس کی دلیل دریافت کی تو آپ نے فرمایا دیکھو قرآن فرماتا ہے کہ ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا۔ تا کہ وہ اس میں کھلم کھلا تبلیغ کر دے اور آنحضرت ﷺ کی نسبت فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے عام لوگوں کی طرف اپنا رسول ﷺ بنا کر بھیجا۔ بخاری و مسلم میں فرمان رسالت مآب ہے کہ مجھے پانچ صفتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ مہینہ بھر کی راہ تک میری صرف مدد رعب سے کی گئی ہے۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاک بنائی گئی ہے۔ میری امت میں سے جس کسی کو جس جگہ نماز کا وقت آ جائے وہ اسی جگہ نماز پڑھ لے۔ مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے غنیمت کا مال حلال نہ تھا میرے لئے غنیمت حلال کر دی گئی۔ مجھے شفاعت دی گئی۔ ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ [4] اور حدیث میں ہے

---

[1] [الاعراف : ۱۵۸]   [2] [الفرقان : ۱]   [3] [یوسف : ۱۰۳]

[4] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب المساجد : باب المساجد ومواضع الصلاة (۵۲۱ - ۳)]

سیاہ وسرخ سب کی طرف میں نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ [1] یعنی جن وانس، عرب وعجم کی طرف، پھر کافروں کا قیامت کو محال ماننا بیان ہو رہا ہے کہ پوچھتے ہیں قیامت کب آئے گی؟ جیسے اور جگہ ہے بے ایمان تو اس کی جلدی مچا رہے ہیں اور باایمان اس سے کپکپا رہے ہیں اور اسے حق جانتے ہیں۔ [2] جواب دیتا ہے کہ تمہارے وعدے کا دن مقرر ہو چکا ہے جس میں تقدیم وتاخیر کمی وزیادتی ناممکن ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ﴾ [3] اور فرمایا ﴿وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ﴾ [4] الخ یعنی وہ مقررہ وقت پیچھے ہٹنے کا نہیں۔ تمہیں اس وقت مقررہ تک ڈھیل ہے جب وہ دن آ گیا پھر تو کوئی لب بھی نہ ہلا سکے گا۔ اس دن بعض نیک بخت ہوں گے اور بعض بد بخت۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ
الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضِ ِۨ الْقَوْلَ ۚ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ
اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْ لَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا
لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰی بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ
مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْ
مُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ
وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

کافروں نے کہا کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانیں نہ اس سے پہلے کی کتابوں کو۔ اے دیکھنے والے کاش کہ تو ان ظالموں کو اس وقت دیکھتا جب کہ یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے ادنیٰ درجے کے لوگ بڑے درجے کے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم مسلمان ہوتے ○ یہ بڑے ان چھوٹوں کو جواب دیں گے کہ تمہارے پاس ہدایت آ چکنے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روکا تھا؟ نہیں بلکہ تم خود گنہگار تھے ○ اس کے جواب میں یہ ادنیٰ لوگ ان متکبروں سے کہیں گے نہیں نہیں بلکہ تمہارا دن رات مکر وفریب سے ہمیں اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور اس کے شریک مقرر کرنے کا حکم دینا باعث ہوا ہماری بے ایمانی کا۔ عذاب کو دیکھتے ہی سب کے سب دل ہی دل میں پشیمان ہو رہے ہوں گے۔ کافروں کی گردنوں میں ہم طوق ڈال دیں گے انہیں صرف ان کے کئے کرائے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا ○

کافروں کی ضد وہٹ دھرمی: کافروں کی سرکشی اور باطل کی ضد کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ گو قرآن کی حقانیت کی ہزارہا دلیلیں دیکھ لیں لیکن نہیں مانیں گے بلکہ اس سے اگلی کتاب پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ انہیں اپنے اس قول کا مزہ اس وقت آئے گا جب اللہ کے سامنے جہنم کے کنارے کھڑے چھوٹے

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب المساجد ومواضع الصلاۃ (۳) مسند احمد (۱/ ۲۵۰)]

[2] [الشوریٰ: ۱۸] [3] [نوح: ۴] [4] [ھود: ۱۰۴۔۱۰۵]

بڑوں کو بڑے چھوٹوں کو الزام دیں گے۔ ہر ایک دوسرے کو قصور وار ٹھہرائے گا۔ تابعدار اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ تم ہمیں نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان لائے ہوئے ہوتے ان کے بزرگ انہیں جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں روکا تھا؟ ہم نے ایک بات کہی تم جانتے تھے کہ یہ سب بے دلیل ہے۔

دوسری جانب سے دلیلوں کی برستی ہوئی بارش تمہاری آنکھوں کے سامنے تھی پھر تم نے اس کی پیروی چھوڑ کر ہماری کیوں مان لی؟ یہ تو تمہاری اپنی بے عقلی تھی۔ تم خود شہوت پرست تھے۔ تمہارے اپنے دل اللہ کی باتوں سے بھاگتے تھے رسولوں کی تابعداری خود تمہاری طبیعتوں پر شاق گزرتی تھی۔ سارا قصور تمہارا اپنا ہی ہے ہمیں کیا الزام دے رہے ہو؟ اپنے بزرگوں کی مان لینے والے یہ بے دلیل انہیں پھر جواب دیں گے کہ تمہاری دن رات کی دھوکے بازیاں جعل سازیاں فریب کاریاں ہمیں اطمینان دلاتیں کہ ہمارے افعال اور عقائد ٹھیک ہیں ہم سے بار بار شرک وکفر کے نہ چھوڑنے پرانے دین کے نہ بدلنے باپ دادوں کی روش پر قائم رہنے کو کہنا ہماری کمر تھپکنا۔ ہمارے ایمان سے رک جانے کا یہی سبب ہوا۔ تم ہی آ آ کر ہمیں عقلی ڈھکوسلے سنا کر اسلام سے روگرداں کرتے تھے۔ دونوں الزام بھی دیں گے۔ براءت بھی کریں گے لیکن دل اپنے کیے پر پچھتا رہے ہوں گے۔ ان سب کے ہاتھوں کو گردن سے ملا کر طوق وزنجیر سے جکڑ دیا جائے گا۔ اب ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا گمراہ کرنے والوں کو بھی اور گمراہ ہونے والوں کو بھی۔ ہر ایک کو پورا پورا عذاب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جہنمی جب ہنکا کر جہنم کے پاس پہنچائے جائیں گے تو جہنم کے ایک ہی شعلے کے لپٹ سے سارے جسم کا گوشت جھلس کر پیروں پر آ پڑے گا۔[1] (ابن ابی حاتم)

حسن بن یحییٰ الخشنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہنم کے ہر قید خانے ہر غار ہر زنجیر ہر قید پر جہنمی کا نام لکھا ہوا ہے جب حضرت سلیمان درانی رحمہ اللہ کے سامنے یہ بیان ہوا تو آپ بہت روئے اور فرمانے لگے ہائے ہائے پھر کیا حال ہوگا اس کا جس پر یہ سب عذاب جمع ہو جائیں؟۔ پیروں میں بیڑیاں ہوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گردن میں طوق ہوں پھر جہنم کے غار میں دھکیل دیا جائے۔ اللہ تو بچا پروردگار تو ہمیں سلامت رکھنا۔ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۳۴
وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۳۵ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۳۶ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ
تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَزَاۗءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ
فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۳۷ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۳۸
قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ
فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۳۹

---

[1] [ضعیف : اس کی سند میں ضرار بن صرد راوی متروک ہے۔ [میزان (۲/۳۲۷)]

ہم نے تو جس بستی میں جو بھی آگاہ کرنے والا بھیجا وہاں کے سرکشوں نے یہی کہا کہ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے ساتھ کافر ہیں ○ کہنے لگے ہم مال واولاد میں بہت بڑھے ہوئے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم عذاب کئے جائیں ○ کہہ دے کہ میرا رب جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور تنگ بھی کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ تمہارے مال اور اولاد ایسے نہیں کہ تمہیں ہمارے پاس مرتبوں سے قریب کر دیں ہاں جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کے لئے ان کے اعمال کا دوہرا اجر ہے اور نڈر و بے خوف ہو کر بالاخانوں میں براج رہے ہوں گے ○ جو لوگ ہماری آیتوں کے مقابلے کی تگ ودو میں لگے رہتے ہیں یہی ہیں جو عذاب میں حاضر کئے جائیں گے ○ اعلان کر دے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ○

نبی کریم ﷺ کو تسلی: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتا ہے اور اگلے پیغمبروں کی سی سیرت رکھنے کو فرماتا ہے کہ جس بستی میں جو رسول گیا اس کا مقابلہ ہوا۔ بڑے لوگوں نے کفر کیا۔ ہاں غرباء نے تابعداری کی جیسے کہ قوم نوح نے اپنے نبی سے کہا تھا ﴿اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ [1] الخ، ہم تجھ پر کیسے ایمان لائیں؟ تیرے ماننے والے تو سب نیچے درجے کے لوگ ہیں۔ یہی مضمون دوسری آیت ﴿وَمَا نَرٰكَ اتَّبَعَكَ﴾ [2] الخ، میں ہے قوم صالح کے متکبر لوگ ضعیفوں سے کہتے تھے ﴿اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ [3] الخ کیا تمہیں حضرت صالح کے نبی ہونے کا یقین ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم تو مومن ہیں۔ تو متکبرین نے صاف کہا کہ ہم نہیں مانتے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا﴾ [4] الخ، یعنی اسی طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے فتنے میں ڈالا تا کہ وہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم سب میں سے احسان کیا۔ کیا اللہ شکر گزاروں کو جاننے والا نہیں؟ اور فرمایا ہر بستی میں وہاں کے بڑے لوگ مجرم اور مکار ہوتے ہیں اور فرمان ہے ﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا﴾ [5] الخ، جب کسی بستی کی ہلاکت کا ہم ارادہ کرتے ہیں تو اس کے سرکش لوگوں کو کچھ احکام دیتے ہیں وہ نہیں مانتے پھر ہم انہیں ہلاک کر دیتے ہیں۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ہم نے جس بستی میں کوئی نبی اور رسول بھیجا ہے وہاں کے جاہ وحشمت، شان وشوکت والے رئیسوں، امیروں، سرداروں اور بڑے لوگوں نے جھٹ اپنے کفر کا اعلان کر دیا۔

ابن ابی حاتم میں ہے ابو رزین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو شخص آپس میں شریک تھے ایک تو سمندر پار چلا گیا، ایک وہیں رہا جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تو اس نے اپنے ساتھی سے لکھ کر دریافت کیا کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب میں لکھا کہ گرے پڑے لوگوں نے اس کی بات مانی ہے۔ شریف قریشیوں نے اس کی اطاعت نہیں کی۔ اس خط کو پڑھ کر وہ اپنی تجارت چھوڑ چھاڑ کر سفر کر کے اپنے شریک کے پاس پہنچا۔ یہ پڑھا لکھا آدمی تھا، کتابوں کا اسے علم حاصل تھا۔ اس سے پوچھا کہ بتاؤ حضور کہاں ہیں؟ معلوم کر کے آپ کی خدمت میں

---

[1] [الشعراء: ۱۱۱] [2] [ھود: ۲۷] [3] [الاعراف: ۷۵]
[4] [الانعام: ۵۳] [5] [الاسراء: ۱۶]

حاضر ہوا آپ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس چیز کی طرف بلاتے ہیں؟ آپ نے اسلام کے ارکان اس کے سامنے بیان فرمائے۔ وہ اسے سنتے ہی ایمان لے آیا۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس کی تصدیق کیونکر ہوگئی؟ اس نے کہا اس بات سے کہ تمام انبیاء کے ابتدائی ماننے والے ہمیشہ ضعیف مسکین لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ اور حضور ﷺ نے آدمی بھیج کر انہیں کہلوایا کہ تمہاری بات کی سچائی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ (1) اسی طرح ہرقل نے کہا تھا جب کہ اس نے ابوسفیان سے ان کی جاہلیت کی حالت میں آنحضرت ﷺ کی نسبت دریافت فرمایا تھا کہ کیا شریف لوگوں نے ان کی تابعداری کی ہے یا ضعیفوں نے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ ضعیفوں نے۔ اس پر ہرقل نے کہا کہ ہر رسول کے اولاً تابعداری کرنے والے یہی ضعیف لوگ ہوتے ہیں (2) پھر فرمایا یہ خوش حال لوگ مال و اولاد کی کثرت پر ہی فخر کرتے ہیں۔ اور اسے اس بات کی دلیل بناتے ہیں کہ وہ پسندیدہ اللہ ہیں اگر اللہ کی خالص عنایت و مہربانی ان پر نہ ہوتی تو انہیں یہ نعمتیں نہ دیتا۔ اور جب یہاں رب مہربان ہے تو آخرت میں بھی وہ مہربان ہی رہے گا۔ قرآن نے ہر جگہ اس کا رد کیا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ﴾ (3) الخ، کیا ان کا خیال ہے کہ مال و اولاد کی اکثریت ان کیلئے بہتر ہے؟ نہیں بلکہ برائی ہے لیکن یہ بے شعور ہیں۔ ایک اور آیت میں ہے ﴿وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ﴾ (4) الخ، ان کی مال و اولاد تجھے دھوکے میں نہ ڈالے اس سے انہیں دنیا میں بھی سزا ہوگی اور مرتے دم تک یہ کفر پر ہی رہیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا﴾ (5) الخ، یعنی مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دے جسے بہت سے فرزند دے رکھے ہیں۔ اور ہر طرح کا عیش اس کیلئے مہیا کر دیا ہے۔ تاہم اسے طمع ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔ ایسا نہیں یہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔ زمانہ جانتا ہے کہ اسے میں دوزخ کے پہاڑوں پر چڑھاؤں گا۔ اس شخص کا واقعہ بھی مذکور ہوا ہے جس کے دو باغ تھے مال والا، پھلوں والا، اولاد والا تھا۔ لیکن کسی چیز نے کوئی فائدہ نہ دیا عذاب الٰہی سے سب چیزیں دنیا میں ہی تباہ اور خاک سیاہ ہوگئیں۔ اللہ جس کی روزی کشادہ کرنا چاہے، کشادہ کر دیتا ہے اور جس کی روزی تنگ کرنا چاہے، تنگ کر دیتا ہے دنیا میں تو وہ اپنے دوستوں دشمنوں سب کو دیتا ہے۔ غنی یا فقیر ہونا اس کی رضامندی اور ناراضگی کی دلیل نہیں۔ بلکہ اس میں اور ہی حکمتیں ہوتی ہیں جنہیں اکثر لوگ جان نہیں سکتے، مال و اولاد کو ہماری عنایت کی دلیل بنانا غلطی ہے۔ یہ کوئی ہمارے پاس مرتبہ بڑھانے والی چیز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔ (6) (مسلم)

---

(1) [ضعیف : یہ روایت مرسل ہے۔]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الوحی (۷)]

(3) [المومنون: ۵۵۔۵۶] (4) [التوبه : ۵۵] (5) [المدثر: ۱۱۔۱۷]

(6) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم ظلم المسلم (۲۵۶٤۔۳٤) مسند احمد (۲/٤۳۹)]

ہاں اس کے پاس درجات دلانے والی چیز ایمان اور نیک اعمال ہیں۔ان کی نیکیوں کے بدلے انہیں بہت بڑھا چڑھا کر دیئے جائیں گے۔اور ایک ایک نیکی دس دس گناہ بلکہ سات سات سو گناہ کر کے دی جائے گی۔ جنت کی بلند ترین منزلوں میں ہر ڈر خوف سے غم سے پر امن ہوں گے۔کوئی دکھ درد نہ ہوگا۔ ایذا اور صدمہ نہ ہوگا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے نظر آتا ہے۔ ایک اعرابی نے کہا یہ بالا خانے کس کے لئے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو نرم کلامی کرے' کھانا کھلائے' بکثرت روزے رکھے اور لوگوں کی نیند کے وقت تہجد پڑھے۔ [1] (ابن ابی حاتم)

جو لوگ اللہ کی راہ سے اوروں کو روکتے ہیں' رسولوں کی تابعداری سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں' اللہ کی آیتوں کی تصدیق نہیں کرنے دیتے' وہ جہنم کی سزا میں حاضر کئے جائیں گے اور برا بدلہ پائیں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے مطابق جسے چاہے بہت ساری دنیا دیتا ہے اور جسے چاہے بہت کم دیتا ہے کوئی سکھ چین میں ہے کوئی دکھ درد میں مبتلا ہے۔رب کی حکمتوں کو کوئی نہیں جان سکتا اس کی مصلحتیں وہی خوب جانتا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿اُنْظُرْ کَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَلَلْاٰخِرَةُ اَکْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَکْبَرُ تَفْضِیْلًا﴾ [2] تو دیکھ لے کہ ہم نے کس طرح ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے اور البتہ آخرت درجوں اور فضیلتوں میں بہت بڑی ہے۔ یعنی جس طرح فقر وغنا کے ساتھ درجوں کی اونچ نیچ یہاں ہے۔ اسی طرح آخرت میں بھی اعمال کے مطابق درجات و درکات ہوں گے۔ نیک لوگ تو جنتوں کے بلند و بالا خانوں میں اور بدلوگ جہنم کے نیچے کے طبقے کے جیل خانوں میں۔ دنیا میں سب سے بہتر شخص رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ ہے جو سچا مسلمان ہو اور بقدر کفایت روزی پاتا ہو اور اللہ کی طرف سے قناعت بھی دیا گیا ہو۔ [3] (مسلم)

اللہ کے حکم یا اس کی اباحت کے ماتحت تم جو کچھ خرچ کرو گے اس کا بدلہ وہ تمہیں دونوں جہان میں دے گا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ہر صبح ایک فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اللہ بخیل کے مال کو تلف اور برباد کر۔ دوسرا دعا کرتا ہے اللہ خرچ کرنے والے کو نیک بدلہ دے۔ [4] حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا بلال خرچ کر اور عرش والے کی طرف سے تنگی کا خیال بھی نہ کر۔ [5]

---

[1] [حسن: ترمذی: کتاب البر والصلة: باب ما جآء فی قول المعروف (١٩٨٤) ابن ابی شیبه (٨/٦٢٥) مسند ابویعلی (٤٢٨)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

[2] [سورۃ الاسراء: آیت ٢١]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب فی الکفاف والقناعة (١٠٥٤) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب القناعة (٤١٣٨) ترمذی: کتاب الزهد: باب ما جآء فی الکفاف والصبر علیه (٢٣٤٩) مسنداحمد (٢/١٦٨)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الزکاة: باب قول الله تعالی فاما من اعطی واتقی (١٤٤٢) صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب فی المنفق والممسك (١٠١٠) مسند احمد (٢/٣٠٦)]

[5] [ضعیف: مسند الشهاب (٧٤٩) طبرانی (١٠٢٠)] اس کی سند میں قیس بن ربیع راوی ضعیف ہے۔]

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمہارے اس زمانے کے بعد ایسا زمانہ آرہا ہے جو کاٹ کھانے والا ہوگا۔ مال ہوگا لیکن مالدار نے گویا اپنے مال پر دانت گاڑے ہوئے ہوں گے کہ کہیں خرچ نہ ہو جائے پھر حضور ﷺ نے اسی آیت میں ﴿ وَمَا اَنفَقْتُمْ ﴾ الخ کی تلاوت فرمائی۔ [1] اور حدیث میں ہے بدترین لوگ وہ ہیں جو بے بس اور مضطر لوگوں کی چیزیں کم داموں خریدتے پھریں۔ یاد رکھو ایسی بیع حرام ہے' مضطر کی بیع حرام ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے رسوا کرے۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو دوسرے کے ساتھ سلوک اور بھلائی کرورنہ اس کی ہلاکت کو تو نہ بڑھا (ابو یعلی موصلی) یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور ضعیف بھی ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہیں اس آیت کا غلط مطلب نہ لے لینا۔ اپنے مال کو خرچ کرنے میں میانہ روی کرنا۔ روزیاں بٹ چکی ہیں' رزق مقسوم ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾ قَالُوا سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿٤٢﴾

ان سب کو اللہ تعالیٰ اس دن جمع کر کے فرشتوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے ہمارا ولی تو تو ہے نہ کہ یہ' یہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے ان میں کے اکثر کو انہی پر ایمان تھا۔ پس آج تم میں سے کوئی بھی کسی کے لئے بھی کسی قسم کے نفع نقصان کا مالک نہ ہوگا' ہم ظالموں سے کہہ دیں گے کہ اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے رہے۔

روز قیامت مشرکین کا محاسبہ: مشرکین کو شرمندہ لاجواب اور بے عذر کرنے کے لئے ان کے سامنے فرشتوں سے سوال ہوگا۔ جن کی مصنوعی شکلیں بنا کر یہ مشرک دنیا میں پوجتے رہے کہ وہ انہیں اللہ سے ملا دیں۔ سوال ہوگا کہ کیا تم نے انہیں اپنی عبادت کرنے کو کہا تھا؟

جیسے سورۂ فرقان میں ہے ﴿ ءَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَٰٓؤُلَآءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ﴾ [2] یعنی کیا تم نے انہیں گمراہ کیا تھا؟ یا یہ خود ہی بہکے ہوئے تھے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہی سوال ہوگا کہ کیا تم لوگوں سے کہہ آئے تھے کہ اللہ کو چھوڑ کر میری اور میری ماں کی عبادت کرنا؟ آپ جواب دیں گے کہ اللہ! تیری ذات پاک ہے جو کہنا مجھے سزاوار نہ تھا اسے میں کیسے کہہ دیتا؟ اسی طرح فرشتے بھی اپنی براءت ظاہر کریں گے اور کہیں گے تو اس

---

[1] [ضعیف ومنقطع : الدر المنثور للسیوطی (٥/٤٤٨)] اس کی سند میں کوثر بن حکیم راوی متروک ہے۔[المیزان (٦٩٨٣)]

[2] [سورۃ الفرقان : آیت ٧٨]

سے بہت بلند اور پاک ہے کہ تیرا کوئی شریک ہو۔ ہم تو خود تیرے بندے تھے اور ہم ان سے بیزار رہے اور اب بھی ان سے الگ ہیں۔ یہ شیاطین کی پرستش کرتے تھے۔ شیطانوں نے ہی ان کے لئے بتوں کی پوجا کو مزین کر رکھا تھا اور انہیں گمراہ کر دیا تھا ان میں سے اکثر کا شیطان پر ہی اعتقاد تھا۔

جیسے فرمان باری ہے ﴿اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا لَّعَنَہُ اللّٰہُ ۘ﴾ [1] یعنی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عورتوں کی پرستش کرتے ہیں اور سرکش شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ جس پر اللہ کی پھٹکار ہے۔ پس جن جن سے تم مشرکو! لو لگائے ہوئے تھے ان میں سے ایک بھی آج تمہیں کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا۔ اس شدت وکرب کے وقت یہ سارے جھوٹے معبود تم سے یک سو ہو جائیں گے کیونکہ انہیں کسی کے کسی طرح کے نفع وضرر کا اختیار تھا ہی نہیں۔ آج ہم خود مشرکوں سے فرما دیں گے کہ لو جس عذاب جہنم کو جھٹلا رہے تھے آج اس کا مزہ چکھو۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا ھٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیْدُ اَنْ یَّصُدَّکُمْ عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ
اٰبَآؤُکُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا ھٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكٌ مُّفْتَرًی ؕ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ ۙ
اِنْ ھٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَمَاۤ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ کُتُبٍ یَّدْرُسُوْنَھَا وَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْھِمْ
قَبْلَكَ مِنْ نَّذِیْرٍ ۝ وَکَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَاۤ اٰتَیْنٰھُمْ فَکَذَّبُوْا
رُسُلِیْ ۣ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ ۝

جب ان کے سامنے ہماری صاف صاف آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ شخص تو تمہیں تمہارے باپ دادوں کے معبودوں سے روک دینا چاہتا ہے اس کے سوا کوئی بات نہیں' اور کہتے ہیں کہ یہ تو تراشا ہوا بہتان ہے حق ان کے پاس آ چکا لیکن پھر بھی کافر یہی کہتے رہے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے ○ ان مکے والوں کو نہ تو ہم نے کتابیں دے رکھی ہیں جنہیں یہ پڑھتے ہوں نہ ان کے پاس تجھ سے پہلے کوئی آگاہ کرنے والا آیا ہے ○ ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی ہماری باتوں کو جھوٹا جانا تھا انہیں ہم نے جو دے رکھا تھا یہ تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا پھر دیکھ کہ میرے عذابوں کی کیا کیفیت ہوئی ○

کفار کا مستحق عذاب ٹھہرنے کا سبب: کافروں کی وہ شرارت بیان ہو رہی ہے جس کے باعث وہ اللہ کے عذابوں کے مستحق ہوئے ہیں کہ اللہ کا کلام تازہ بتازہ اس کے افضل رسول ﷺ کی زبان سے سنتے ہیں۔ قبول کرنا ماننا اس کے مطابق عمل کرنا تو ایک طرف کہتے ہیں کہ دیکھو یہ شخص تمہیں تمہارے پرانے اچھے اور سچے دین سے روک رہا ہے اور اپنے باطل خیالات کی طرف تمہیں بلا رہا ہے یہ قرآن تو اس کا خود تراشیدہ ہے آپ ہی گھڑ لیتا ہے۔ اور یہ تو جادو ہے اور اس کا جادو ہونا کچھ ڈھکا چھپا نہیں بالکل ظاہر ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان عربوں کی طرف نہ

[1] [سورۃ النسآء: آیت ۱۱۷]

تو اس سے پہلے کوئی کتاب بھیجی گئی ہے نہ آپ سے پہلے ان میں سے کوئی رسول آیا ہے۔ اس لئے انہیں مدت سے تمنا تھی کہ اگر اللہ کا رسول ہم میں آتا اگر کتاب اللہ ہم میں اترتی تو ہم سب سے پہلے مطیع اور پابند ہو جاتے۔ لیکن جب اللہ نے ان کی یہ دیرینہ آرزو پوری کی تو جھٹلانے اور انکار کرنے لگے ان سے اگلی امتوں کے نتیجے ان کے سامنے ہیں۔ وہ قوت وطاقت، مال ومتاع، اسباب دنیوی، ان لوگوں سے بہت زیادہ رکھتے تھے۔ یہ تو ابھی ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے لیکن میرے عذاب کے بعد نہ مال کام آئے نہ اولاد اور کنبے قبیلے کام آئے۔ نہ قوت وطاقت نے کوئی فائدہ دیا۔ برباد کر دیئے گئے۔

جیسے فرمایا ﴿ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ ﴾ [1] یعنی ہم نے انہیں قوت وطاقت دے رکھی تھی۔ آنکھیں اور کان بھی رکھتے تھے دل بھی تھے لیکن میری آیتوں کے انکار پر جب عذاب آیا اس وقت کسی چیز نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ اور جس کے ساتھ مذاق اڑاتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔ کیا یہ لوگ زمین میں چل پھر کر اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام نہیں دیکھتے جو ان سے تعداد میں زیادہ طاقت میں بڑھے ہوئے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ رسولوں کے جھٹلانے کے باعث پیس دیئے گئے۔ جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے۔ تم غور کر لو! دیکھ لو کہ میں نے کس طرح اپنے رسولوں کی نصرت کی اور کس طرح جھٹلانے والوں پر اپنا عذاب اتارا؟

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۗ مَا بِصَاحِبِكُمْ
مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿46﴾

کہہ دے کہ میں تمہیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خلوص کے ساتھ ضد چھوڑ کر دو دو مل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر سوچو تو سہی، تمہارے اس رفیق کو کوئی جنون نہیں وہ تو تمہیں ایک بڑی سخت آفت کے آنے سے پہلے ہوشیار کرنے والا ہے ○

کفار کی ہٹ دھرمی: حکم ہوتا ہے کہ یہ کافر جو تجھے مجنون بتا رہے ہیں ان سے کہہ کہ ایک کام تو کرو خلوص کے ساتھ تعصب اور ضد چھوڑ کر ذرا سی دیر سوچو تو۔ آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرو کہ کیا محمد ﷺ مجنون ہے؟ اور ایمانداری سے ایک دوسرے کو جواب دے۔ ہر شخص تنہا تنہا بھی غور کرے۔ اور دوسروں سے بھی پوچھے لیکن یہ شرط ہے کہ ضد اور ہٹ کو دماغ سے نکال کر تعصب اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر غور کرے۔ تمہیں خود معلوم ہو جائے گا تمہارے دل سے آواز اٹھے گی کہ حقیقت میں حضور ﷺ مجنون نہیں۔ بلکہ وہ تم سب کے خیر خواہ ہیں درد مند ہیں۔ ایک آنے والے خطرے سے جس سے تم بے خبر ہو وہ تمہیں آگاہ کر رہے ہیں۔

بعض لوگوں نے اس آیت سے تنہا اور جماعت سے نماز پڑھنے کا مطلب سمجھا ہے اور اس کے ثبوت میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں لیکن وہ حدیث ضعیف ہے۔ اس میں حضور ﷺ نے فرمایا میں تین چیزیں دیا گیا ہوں جو مجھ

[1] [سورۃ الاحقاف: آیت ۲۶]

سے پہلے کوئی نہیں دیا گیا یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا مجھ سے پہلے کسی کے لئے وہ حلال نہیں ہوا وہ مال غنیمت کو جمع کر کے جلا دیتے تھے۔ اور میں ہر سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں اور ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو کی چیز بنادی گئی ہے۔ تا کہ میں اس کی مٹی سے تیمّم کرلوں اور جہاں ہوں اور نماز کا وقت آ جائے نماز ادا کرلوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کے سامنے باادب کھڑے ہو جایا کرو دو دو اور ایک ایک۔ اور ایک مہینہ کی راہ تک میری مدد صرف رعب سے کی گئی ہے۔ [1] یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اس میں آیت کا ذکر اور اسے جماعت سے یا الگ نماز پڑھ لینے کے معنی میں لے لینا یہ راوی کا اپنا قول ہو اور اس طرح بیان کر دیا گیا ہو کہ بظاہر وہ الفاظ حدیث کے معلوم ہوتے ہوں کیونکہ حضور ﷺ کی خصوصیات کی حدیثیں بہ سند صحیح بہت سی مروی ہیں اور کسی میں بھی یہ الفاظ نہیں۔ واللہ اعلم۔

آپ لوگوں کو اس عذاب سے ڈرانے والے ہیں جو ان کے آگے ہے اور جس سے یہ بالکل بے خبر بے فکری سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ نبی ﷺ ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور عرب کے دستور کے مطابق ((یَا صَبَاحَاهُ)) کہہ کر بلند آواز کی جو علامت تھی کہ کوئی شخص کسی اہم بات کے لئے بلا رہا ہے۔ عادت کے مطابق اسے سنتے ہیں لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن تمہاری طرف چڑھائی کر کے چلا آ رہا ہے اور عجب نہیں کہ صبح شام ہی تم پر حملہ کر دے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے بیک زبان جواب دیا کہ ہاں بے شک ہم آپ کو سچا جانیں گے۔ آپ نے فرمایا سنو! میں تمہیں اس عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو تمہارے آگے ہے۔ یہ سن کر ابولہب ملعون نے کہا تیرے ہاتھ ٹوٹیں کیا اسی کے لئے تو نے ہم سب کو جمع کیا تھا؟ اس پر سورۂ ﴿ تَبَّتْ یَدَاۤ ﴾ الخ اتری۔ [2] یہ حدیثیں ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴾ کی تفسیر میں گزر چکی ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نکلے اور ہمارے پاس آ کر تین مرتبہ آواز دی۔ فرمایا لوگو! میری اور اپنی مثال جانتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول کو پورا علم ہے۔ آپ نے فرمایا میری اور تمہاری مثال اس قوم جیسی ہے جس پر دشمن حملہ کرنے والا تھا انہوں نے اپنا آدمی بھیجا کہ جا کر دیکھے اور دشمن کی نقل و حرکت سے انہیں مطلع کرے۔ اس نے جب دیکھا کہ دشمن ان کی طرف چلا آ رہا ہے اور قریب پہنچ چکا ہے تو وہ لپکتا ہوا قوم کی طرف بڑھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے اطلاع پہنچانے سے پہلے ہی دشمن حملہ نہ کر دے۔ اس لئے اس نے راستے میں سے ہی اپنا کپڑا ہلانا شروع کیا کہ ہوشیار ہو جاؤ دشمن آ پہنچا' ہوشیار ہو جاؤ دشمن آ پہنچا' تین مرتبہ یہی کہا۔ [3] ایک اور

---

[1] [ضعیف جدا : ابن ابی حاتم] اس کی سند میں عثمان بن ابی عاتکہ اور علی بن یزید راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ان هو الا نزیر لکم بین یدی عذاب شدید (٤٨٠١) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب فی قوله تعالی وانذر عشیرتك الاقربین (٢٠٨) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة تبت یدا (٣٣٦٣) مسند احمد (١/٢٨١)]

[3] [صحیح لغیره : مسند احمد (٥/٣٤٨)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیره کهتے هیں ۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٢٩٩٨)] حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

حدیث میں ہے میں اور قیامت ایک ساتھ ہی بھیجے گئے قریب تھا کہ قیامت مجھ سے پہلے ہی آ جاتی۔ [1]

قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٤٧﴾
قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿٤٨﴾ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا
يُعِيدُ ﴿٤٩﴾ قُلْ إِن ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي ۚ
إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ﴿٥٠﴾

کہہ دے کہ جو بدلہ میں تم سے مانگوں وہ تمہیں ہی دیا۔ میرا بدلہ تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ وہ ہر چیز پر حاضر اور مطلع ہے ○ کہہ دے کہ میرا رب حق سچی وحی فرماتا ہے وہ ہر عیب کا جاننے والا ہے ○ کہہ دے کہ حق آ چکا باطل نہ تو پہلی بار ابھرا نہ دوبارہ ابھر سکے ○ کہہ دے کہ اگر میں بہک جاؤں تو میرے بہکنے کا وبال مجھ پر ہی ہے اور اگر میں راہ ہدایت پر ہوں تو بسبب اس وحی کے جو میرے پروردگار نے مجھے کی ہے۔ وہ بڑا ہی سننے والا اور بہت ہی قریب ہے ○

بلا معاوضہ دعوت: حکم ہو رہا ہے کہ مشرکوں سے فرما دیجئے کہ میں جو تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں تمہیں احکام دینی پہنچا رہا ہوں وعظ و نصیحت کرتا ہوں اس پر میں تم سے کسی بدلے کا طالب نہیں ہوں۔ بدلہ تو اللہ ہی دے گا جو تمام چیزوں کی حقیقت سے مطلع ہے۔ میری تمہاری حالت اس پر خوب روشن ہے۔ پھر جو فرمایا اسی طرح کی آیت ﴿يُلْقِي الرُّوحَ﴾ [2] الخ' ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فرمان سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جس پر چاہتا ہے اپنی وحی کے ساتھ بھیجتا ہے وہ حق کے ساتھ فرشتہ اتارتا ہے۔ وہ علام الغیوب ہے اس پر آسمان و زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں۔ اللہ کی طرف سے حق اور مبارک شریعت آ چکی ہے۔ باطل پراگندہ اور بودا رہ کر برباد ہو گیا۔ جیسے فرمان ہے ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ [3] ہم باطل پر حق کو نازل فرما کر باطل کے ٹکڑے اڑا دیتے ہیں اور وہ چکنا چور ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے دن جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو وہاں کے بتوں کو اپنی کمان کی لکڑی سے گراتے جاتے تھے اور زبان سے فرماتے جاتے تھے ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [4] حق آ گیا باطل مٹ گیا وہ تھا ہی مٹنے والا۔ [5] (بخاری، مسلم)

باطل کا اور ناحق کا دباؤ سب ختم ہو گیا۔ بعض مفسرین سے مروی ہے کہ مراد یہاں باطل سے ابلیس ہے۔ یعنی نہ اس نے کسی کو پہلے پیدا کیا نہ آئندہ کر سکے نہ مردے کو زندہ کر سکے نہ اسے کوئی اور ایسی قدرت حاصل ہے بات

---

[1] [حسن لغیرہ: مسند احمد (۵/۳۴۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۹۰۰)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [غافر: ۱۵] [3] [الانبیاء: ۱۸] [4] [الاسراء: ۸۱]

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب وقل جآء الحق وزهق الباطل (۴۷۲۰) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب ازالة الاصنام من حول الكعبة (۱۷۸۱)]

تو یہ بھی سچی ہے لیکن یہاں یہ مراد نہیں۔ واللہ اعلم۔ پھر جو فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ خیر سب کی سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ کی بھیجی ہوئی وحی میں وہی سراسر حق ہے اور ہدایت و بیان ورشد ہے۔ گمراہ ہونے والے آپ ہی بگڑ رہے ہیں اور اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب کہ مفوضہ کا مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا اسے میں اپنی رائے سے بیان کرتا ہوں اگر صحیح ہو تو اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہے۔ وہ اللہ اپنے بندوں کی باتوں کا سننے والا ہے اور قریب ہے۔ پکارنے والے کی ہر پکار کو ہر وقت سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے اصحاب سے فرمایا تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے۔ جسے تم پکار رہے ہو وہ سمیع وقریب مجیب ہے۔ (1)

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٥١﴾ وَّقَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾ ۚ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿٥٤﴾ ع ۱۲

تجھے سخت تعجب ہو اگر تو دیکھے کہ جب یہ کفار گھبرا رہے ہوں گے لیکن بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہوگی اور قریب ہی کی جگہ سے گرفتار کر لئے جائیں گے ○ اس وقت کہیں گے کہ ہم اس قرآن پر ایمان لائے۔ لیکن اس قدر دور جگہ سے کیسے ہاتھ پہنچ سکتا ہے؟ ○ اس سے پہلے تو انہوں نے اس سے کفر کیا تھا اور دور دراز سے بن دیکھے ہی پھینکتے رہے۔ ان کی چاہتوں اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا جیسے کہ اس سے پہلے بھی ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا۔ یہ تھے ہی شک و تردد میں ○

جب کوئی بچاؤ کی صورت نہ ہوگی: اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے نبی! کاش کہ آپ ان کافروں کی قیامت کے دن کی گھبراہٹ دیکھتے۔ کہ ہر چند عذاب سے چھٹکارا چاہیں گے۔ لیکن بچاؤ کی کوئی صورت نہیں پائیں گے۔ نہ بھاگ کر، نہ چھپ کر، نہ کسی کی حمایت سے، نہ کسی کی پناہ سے۔ بلکہ فوراً ہی قریب سے ہی پکڑ لئے جائیں گے۔ ادھر قبروں سے نکلے ادھر پھانس لئے گئے۔ ادھر کھڑے ہوئے ادھر گرفتار کر لئے گئے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ قتل و اسیر ہوئے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ مراد قیامت کے دن کے عذاب ہیں بعض کہتے ہیں بنو عباس کی خلافت کے زمانے میں مکے مدینے کے درمیان ان لشکروں کا زمین میں دھنسایا جانا مراد ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے اسے بیان کر کے اس کی دلیل میں ایک حدیث وارد کی ہے جو بالکل ہی موضوع اور گھڑی ہوئی ہے۔ لیکن تعجب سا تعجب ہے کہ امام صاحب نے اس کا موضوع ہونا بیان نہیں کیا قیامت کے دن کہیں گے کہ ہم ایمان قبول کرتے ہیں اللہ پر،

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الدعوات: باب ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر (۲۹۹۲)
صحیح مسلم: کتاب الزکر والدعاء: باب استحباب خفض الصوت بالذکر (۲۷۰۴۔ ۴۴)]

اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔

جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ﴾ [1] الخ، کاش کہ تو دیکھتا جب کہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں کھڑے ہوں گے۔ اور شرمندگی سے کہہ رہے ہوں گے کہ اللہ ہم نے دیکھ سن لیا۔ ہمیں یقین آ گیا۔ اب تو ہمیں پھر سے دنیا میں بھیج دے تو ہم دل سے مانیں گے۔ لیکن کوئی شخص جس طرح بہت دور کی چیز کو لینے کے لئے دور سے ہی ہاتھ بڑھائے اور اس کے ہاتھ نہیں آ سکتی۔ اسی طرح یہی حال ان لوگوں کا ہے، کہ آخرت میں وہ کام کرتے ہیں جو دنیا میں کرنا چاہئے تھا۔ تو آخرت میں ایمان لانا بے سود ہے۔ اب نہ دنیا میں لوٹائے جائیں نہ اس وقت کی گریہ وزاری توبہ وفریاد ایمان واسلام کچھ کام آئے گا۔ اس سے پہلے دنیا میں تو منکر رہے نہ اللہ کو مانا نہ رسول پر ایمان لائے نہ قیامت کے قائل ہوئے یونہی جیسے کوئی بن دیکھے اندازے سے ہی نشانے پر تیر بازی کر رہا ہو اسی طرح اللہ کی باتوں کو اپنے گمان سے ہی رد کرتے رہے نبی ﷺ کو کبھی کاہن کہہ دیا کبھی شاعر بتا دیا۔ کبھی جادوگر کہا اور کبھی مجنون۔ صرف اٹکل پچو کیساتھ قیامت کو جھٹلاتے رہے۔ اور بے دلیل اوروں کی عبادت کرتے رہے جنت ودوزخ کا مذاق اڑاتے رہے۔ اب ایمان اور ان میں حجاب آ گیا۔ توبہ میں اور ان میں پردہ پڑ گیا۔ دنیا ان سے چھوٹ گئی یہ دنیا سے الگ ہو گئے۔ ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک عجیب وغریب اثر نقل کیا ہے جسے ہم پورا ہی نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنو اسرائیل میں ایک فاتح شخص تھا جس کے پاس مال بہت تھا۔ جب وہ مر گیا اور اسکا لڑکا اس کا وارث ہوا تو بری طرح نافرمانیوں میں مال لٹانے لگا۔ اس کے چچاؤں نے اسے ملامت کی اور اسے سمجھایا اس نے غصے میں آ کر سب چیزیں بیچ کر روپیہ لے کر عین شجاجہ کے پاس آ کر ایک محل تعمیر کرا کر یہاں رہنے لگا۔

ایک روز زور کی آندھی اٹھی جس میں ایک بہت خوبصورت خوشبودار عورت اس کے پاس آ گری۔ اس نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا بنی اسرائیلی شخص ہوں۔ کہا یہ محل آپ کا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پوچھا آپ کی بیوی بھی ہے؟ کہا نہیں۔ کہا پھر تم اپنی زندگی کا لطف کیا اٹھاتے ہو؟ اب اس نے پوچھا کہ کیا تمہارا خاوند ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر مجھے قبول کرو اس نے جواب دیا میں یہاں سے میل بھر دور رہتی ہوں کل تم یہاں سے اپنے ساتھ دن بھر کا کھانا پینا لے چلو اور میرے ہاں آؤ۔ راستے میں کچھ عجائبات دیکھو تو گھبرانا نہیں۔ اس نے قبول کیا اور دوسرے دن توشہ لے کر چلا۔ میل دور جا کر ایک نہایت عالی شان محل دیکھا دستک دینے سے ایک خوبصورت نوجوان شخص آیا پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ میں بنی اسرائیلی ہوں کہا کیسے آئے ہیں؟ کہا اس مکان کی ملکہ نے بلوایا ہے پوچھا راستے میں کچھ ہولناک چیزیں بھی دیکھیں جواب دیا ہاں اور اگر مجھے یہ کہا ہوا نہ ہوتا کہ گھبرانا مت تو میں ہول دہشت سے ہلاک ہو گیا ہوتا۔ میں چلا ایک چوڑے راستے پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک کتیا منہ پھاڑے بیٹھی ہوئی ہے میں گھبرا کر دوڑا تو دیکھا کہ مجھ سے آگے آگے وہ ہے اور اس کے پلے (بچے) اس کے پیٹ میں

---

[1] [سورۃ السجدہ : آیت ۱۲]

ہیں اور بھونک رہے ہیں۔ اس جوان نے کہا تو اسے نہیں پائے گا یہ تو آخر زمانے میں ہونے والی ایک بات کی مثال تجھے دکھائی گئی ہے کہ ایک نوجوان بوڑھے بڑوں کی مجلس میں بیٹھے گا اور ان سے اپنے راز کی پوشیدہ باتیں کرے گا۔ میں اور آگے بڑھا تو دیکھا ایک سو بکریاں جن کے تھن دودھ سے پر ہیں ایک بچہ ہے دودھ پی رہا ہے جب دودھ ختم ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ اور کچھ باقی نہیں رہا تو وہ منہ کھول دیتا ہے گویا' اور مانگ رہا ہے۔ اس نوجوان دربان نے کہا تو اسے بھی نہیں پائے گا یہ مثال تجھے بتائی گئی ہے ان بادشاہوں کی جو آخر زمانے میں آئیں گے لوگوں سے سونا چاندی گھسیٹیں گے یہاں تک کہ سمجھ لیں گے اب کسی کے پاس کچھ نہیں بچا تو بھی وہ ظلم وزیادتی کر کے منہ پھیلائے رہیں گے۔ اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو میں نے ایک درخت نہایت تر و تازہ خوش رنگ اور خوش وضع دیکھا میں نے اس درخت کی ایک ٹہنی توڑنی چاہی تو دوسرے درخت سے آواز آئی کہ اے بندہ الٰہی! میری ڈالی توڑ جا پھر ہر ایک درخت سے یہی آواز آنے لگی دربان نے کہا تو اسے بھی نہیں پائے گا کہ اس میں اشارہ ہے کہ آخر زمانے میں مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہو جائے گی یہاں تک کہ جب ایک مرد کی طرف سے کسی عورت کو پیغام جائے گا تو دس بیس عورتیں اسے اپنی طرف بلانے لگیں گی۔

اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک دریا کے کنارے ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور لوگوں کو پانی بھر بھر کر دے رہا ہے پھر اپنی مشک میں ڈالتا ہے لیکن اس میں ایک قطرہ بھی نہیں ٹھہرتا۔ دربان نے کہا تو اسے بھی نہیں پائے گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آخر زمانے میں ایسے علماء اور واعظ ہوں گے جو لوگوں کو علم سکھائیں گے۔ بھلی باتیں بتائیں گے۔ لیکن خود عامل نہیں ہوں گے۔ بلکہ خود گناہوں میں مبتلا رہیں گے۔ پھر جو میں آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک بکری ہے بعض لوگوں نے تو اس کے پاؤں پکڑ رکھے ہیں' بعض نے دم تھام رکھی ہے' بعض نے سینگ پکڑ رکھے ہیں' بعض اس پر سوار ہیں اور بعض اس کا دودھ دوہ رہے ہیں۔ اس نے کہا یہ مثال ہے دنیا کی جو اس کے پیر تھامے ہوئے ہیں۔ یہ تو وہ ہیں جو دنیا سے گر گئے جنہیں یہ نہ ملی جس نے سینگ تھام رکھے ہیں یہ وہ ہے جو اپنا گزارہ کر لیتا ہے لیکن تنگی ترشی سے دم پکڑنے والے ہیں جن سے دنیا بھاگ چکی ہے۔ سوار وہ ہیں جو از خود تارک دنیا ہو گئے ہیں۔ ہاں دنیا سے صحیح فائدہ اٹھانے والے وہ ہیں جنہیں تم نے اس بکری کا دودھ نکالتے ہوئے دیکھا۔ انہیں خوشی ہو یہ مستحق مبارک باد ہیں۔ اس نے کہا میں اور آگے چلا تو دیکھا کہ ایک شخص ایک کنویں میں سے پانی کھینچ رہا ہے اور ایک حوض میں ڈال رہا ہے جس حوض میں سے پانی پھر کنویں میں چلا جاتا ہے۔ اس نے کہا یہ وہ شخص ہے جو نیک عمل کرتا ہے لیکن قبول نہیں ہوتے۔ اس نے کہا پھر میں آگے بڑھا تو دیکھا ایک شخص نے دانے زمین میں بوئے اسی وقت کھیتی تیار ہو گئی اور بہت اچھے نفیس گیہوں نکل آئے۔ کہا یہ وہ شخص ہے جس کی نیکیاں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص چت لیٹا پڑا ہے۔ مجھ سے کہنے لگا بھائی میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دو واللہ! جب سے پیدا ہوا ہوں' بیٹھا ہی نہیں۔ میرے ہاتھ پکڑتے ہی وہ کھڑا ہو کر تیز دوڑا یہاں تک میری نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔ اس دربان نے کہا کہ یہ تیری عمر تھی جو جا چکی اور ختم ہو گئی میں

ملک الموت ہوں اور جس عورت سے تو ملنے آیا ہے اس کی صورت میں بھی میں ہی تھا اللہ کے حکم سے تیرے پاس آیا تھا کہ تیری روح اس جگہ قبض کروں پھر تجھے جہنم رسید کروں۔

اس کے بارے میں یہ آیت ﴿وَحِيلَ بَيْنَهُمْ﴾ الخ نازل ہوئی۔[1] یہ اثر غریب ہے اور اس کی صحت میں بھی نظر ہے۔ آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ کافروں کی جب موت آتی ہے ان کی روح حیات دنیا کی لذتوں میں اٹکی رہتی ہے۔ لیکن موت مہلت نہیں دیتی اور ان کی خواہش اور ان کے درمیان وہ حائل ہو جاتا ہے۔ جیسے اس مغرور و مفتون شخص کا حال ہوا۔ کہ گیا تو عورت ڈھونڈنے کو اور ملاقات ہوئی ملک الموت سے۔ امید پوری ہونے سے پہلے روح پرواز کر گئی۔ پھر فرماتا ہے ان سے پہلے کی امتوں کے ساتھ بھی یہی کیا گیا وہ بھی موت کے وقت زندگی اور ایمان کی آرزو کرتے رہے۔ جو محض بے سود تھی جیسے فرمان عالی شان ہے ﴿فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا﴾[2] الخ، جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس جس کو ہم شریک اللہ بتاتے تھے ان سب سے ہم انکار کرتے ہیں لیکن اس وقت ان کے ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا ان سے پہلوں میں بھی یہی اللہ کا طریقہ جاری رہا کفار نفع سے محروم ہی ہیں۔ یہاں فرمایا کہ دنیا میں تو زندگی بھر شک وشبہ میں اور تردد میں ہی رہے۔ اسی وجہ سے عذاب کے دیکھنے کے بعد ایمان بیکار رہا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے لائق ہے آپ فرماتے ہیں کہ شبہات اور شکوک سے بچو۔ اس پر جس کی موت آئی وہ قیامت کے دن بھی اسی پر اٹھایا جائے گا اور جو یقین پر مرا ہے اسے یقین پر ہی اٹھایا جائے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ الموافق للصواب۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے سورۂ سبا کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ فاطر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ
وَرُبٰعَ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

ساتھ نام اللہ بخشش ومہربانی والے کے

اس معبود برحق کے لئے تمام تر تعریفیں سزاوار ہیں جو ابتداءً آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا اور دو دو تین تین چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغام پہنچانے والا بنانے والا ہے مخلوق میں جو چاہے زیادتی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے ○

---

[1] [ضعیف: الدر المنثور للسیوطی (٧١٦/٦)] اس کی سند میں سعد بن طریف راوی ہے جسے امام ابن معین اور دیگر محققین ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ غافر: آیت ٨٤-٨٥]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فاطر کے بالکل ٹھیک معنی میں نے سب سے پہلے ایک اعرابی کی زبان سے سن کر معلوم کئے۔ وہ اپنے ایک ساتھی اعرابی سے جھگڑتا ہوا آیا ایک کنویں کے بارے میں ان کا اختلاف تھا تو اعرابی نے کہا ((اَنَا فَطَرْتُھَا)) یعنی پہلے پہل میں نے ہی اسے بنایا ہے پس معنی یہ ہوئے کہ ابتداء بے نمونہ صرف اپنی قدرت کاملہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا۔ ضحاک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ فاطر کے معنی خالق کے ہیں۔ اپنے اور اپنے نبیوں کے درمیان قاصد اس نے اپنے فرشتوں کو بنایا ہے۔ جو پر والے ہیں اڑتے ہیں تا کہ جلدی سے اللہ کا پیغام اس کے رسولوں تک پہنچا دیں۔ ان میں سے بعض دو پروں والے بعض کے تین تین ہیں بعض کے چار چار پر ہیں۔ بعض ان سے بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔ اور ہر دو پر کے درمیان مشرق ومغرب جتنا فاصلہ تھا۔ (1) یہاں بھی فرماتا ہے رب جو چاہے اپنی مخلوق میں زیادتی کرے۔ جس سے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ پر کر دیتا ہے۔ اور کائنات میں جو چاہے رچاتا ہے۔ اس سے مراد اچھی آواز بھی لی گئی ہے۔ چنانچہ ایک شاذ قرأت فی الحلق ﴿ح﴾ کے ساتھ بھی ہے واللہ اعلم۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ
بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ②

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو لوگوں کے لئے کھول دے اسے بند کرنے والا کوئی نہیں اور جسے وہ روک لے اسے اس کے سوا بھیجنے والا کوئی نہیں وہ غالب اور با حکمت ہے ○

اللہ کی چاہت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا: اللہ تعالیٰ کا چاہا ہوا سب کچھ ہو کر رہتا ہے بغیر اس کی چاہت کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ جو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جسے وہ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ نماز فرض کے سلام کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہ کلمات پڑھتے ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ﴾ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فضول گوئی اور کثرت سوال اور مال کی بربادی سے منع فرماتے تھے۔ اور آپ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے اور ماؤں کی نافرمانیاں کرنے اور خود لینے اور دوسروں کو نہ دینے سے بھی روکتے تھے۔ (2) (بخاری ومسلم وغیرہ) صحیح مسلم

شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ)) کہہ کر یہ

---

(1) [صحیح: صحيح بخاری: كتاب بدء الخلق (٣٢٣٢) صحيح مسلم (١٧٤)]

(2) [صحیح: صحيح بخاری: كتاب الرقاق: باب ما يكره من قيل وقال (٦٤٧٣) صحيح مسلم: كتاب المساجد: باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته (٥٩٣ـ ١٣٧) مسند احمد (٤/٢٥٤)]

فرماتے ﴿ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْاءَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَمِلْاءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَللّٰھُمَّ اَھْلُ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَکُلُّنَا لَکَ عَبْدٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ ﴾ [1] اسی آیت جیسی آیت ﴿ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ﴾ [2] الخ‘ اور بھی اس کی نظیر آیتیں بہت سی ہیں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بارش برستی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہم پر فتح کے تارے سے بارش برسائی گئی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے (ابن ابی حاتم)

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ ط ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ یَرْزُقُکُمْ مِّنَ
السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ز فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ﴿۳﴾

لوگو! تم پر جو انعام اللہ نے کئے ہیں انہیں یاد رکھو‘ کیا اللہ کے سوا اور کوئی بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے روزی پہنچائے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں الٹے جاتے ہو ○

اس بات کی دلیل بیان ہو رہی ہے کہ عبادتوں کے لائق صرف اللہ ہی کی ذات ہے کیونکہ خالق و رازق وہی ہے۔ پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرنا فاش غلطی ہے۔ دراصل اس کے سوا لائق عبادت اور کوئی نہیں۔ پھر تم اس واضح دلیل اور ظاہر برہان کے بعد کیسے بہک رہے ہو؟ اور دوسروں کی عبادت کی طرف جھکے جاتے ہو؟ واللہ اعلم۔

وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ ط وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴﴾ یٰٓاَیُّھَا
النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا قف وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾
اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ط اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ
السَّعِیْرِ ط ﴿۶﴾

اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تجھ سے پہلے کے تمام رسول بھی جھٹلائے گئے ہیں تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ○ لوگو اللہ کا وعدہ سچا ہے تمہیں زندگانی دنیا دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز شیطان تمہیں غفلت میں ڈالے۔ یاد رکھو شیطان تمہارا دشمن ہے تم اسے دشمن ہی جانو وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں ○

شیطان کے دھوکے میں مت آؤ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ کے زمانے کے کفار آپ کی مخالفت کریں اور آپ کی بتائی ہوئی توحید اور خود آپ کی سچی رسالت کو جھٹلائیں۔ تو آپ شکستہ دل نہ ہو جایا کریں۔ اگلے نبیوں کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا۔ سب کاموں کا مرجع اللہ کی طرف ہے۔ وہ سب کو ان کے تمام کاموں کے بدلے دے گا اور سزا جزا

---

[1] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الصلوۃ: باب ما یقول اذا رفع رأسه من الرکوع (٤٧٧) مسند احمد ٣/٨٧)]

[2] [سورۃ الانعام: آیت ١٧]

سب کچھ ہوگی، لوگو قیامت کا دن حق ہے وہ یقیناً آنے والا ہے وہ وعدہ اٹل ہے۔ وہاں کی نعمتوں کے بدلے یہاں کے فانی عیش پر الجھ نہ جاؤ۔ دنیا کی ظاہری عیش کہیں تمہیں وہاں کی حقیقی خوشی سے محروم نہ کرے۔ اسی طرح شیطان مکار سے بھی ہوشیار رہنا۔ اس کے چلتے پھرتے جادو میں نہ پھنس جانا۔ اسکی جھوٹی اور چکنی چپڑی باتوں میں آکر اللہ کے رسول کے حق کلام کو نہ چھوڑ بیٹھنا۔ سورۂ لقمان کے آخر میں بھی یہی فرمایا ہے۔ پس غرور یعنی دھوکے باز یہاں شیطان کو کہا گیا ہے۔ جب مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان قیامت کے دن دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا۔ جس کے اندرونی حصے میں رحمت ہوگی ظاہری حصے میں عذاب ہوگا اس وقت منافقین مومنین سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھی نہ تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں ساتھی تو تھے لیکن تم نے تو اپنے تئیں فتنے میں ڈال دیا تھا اور سوچتے ہی رہے شک شبہ دور ہی نہ کیا خواہشوں کو پورا کرنے میں ڈوبے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور دھوکے باز شیطان نے تمہیں بہلاوے میں ہی رکھا۔ اس آیت میں بھی شیطان کو غرور کہا گیا ہے' پھر شیطانی دشمنی کو بیان کیا کہ وہ تو تمہیں مطلع کر کے تمہاری دشمنی اور بربادی کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ پھر تم کیوں اس کی باتوں میں آجاتے ہو؟ اور اس کے دھوکے میں پھنس جاتے ہو؟ اس کی اور اس کی فوج کی تو عین تمنا ہے کہ وہ تمہیں بھی اپنے ساتھ گھسیٹ کر جہنم میں لے جائے۔ اللہ تعالیٰ قوی وعزیز سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں شیطان کا دشمن ہی رکھے۔ اور اس کے مکر سے ہمیں محفوظ رکھے اور اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنتوں کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور دعاؤں کا قبول فرمانے والا ہے۔ جس طرح اس آیت میں شیطان کی دشمنی کا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۂ کہف کی آیت ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ﴾ [1] الخ، میں بھی اس کی دشمنی کا ذکر ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۬ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۧ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

جو لوگ کافر ہوئے ان کے لئے سخت سزا ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لئے بخشش ہے اور بہت بڑا اجر ہے ○ کیا پس وہ شخص جس کے لئے اس کے برے اعمال زینت بنا دیئے گئے ہیں وہ انہیں اچھے اعمال سمجھ رہا ہے یقین مانو کہ اللہ جسے چاہے۔ گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے پس تجھے ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالنی چاہئے یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے ○

اوپر بیان گزرا تھا کہ شیطان کے تابعداروں کی جگہ جہنم ہے۔ اس لئے یہاں بیان ہو رہا ہے کہ کفار کے لئے سخت عذاب ہے۔ اس لئے کہ یہ شیطان کے تابع اور رحمان کے نافرمان ہیں۔ مومنوں سے جو گناہ بھی ہو جائیں بہت ممکن

[1] [سورۃ الکہف: آیت ۵۰]

ہے کہ اللہ انہیں معاف فرمادے اور جونیکیاں ان کی ہیں ان پر انہیں بڑا بھاری اجر وثواب ملے گا کافر اور بدکار لوگ اپنی بداعمالیوں کو نیکیاں سمجھ بیٹھے ہیں تو ایسے گمراہ لوگوں پر تیرا کیا بس ہے؟ ہدایت وگمراہی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ پس تجھے ان پر غمگین نہ ہونا چاہئے۔ مقدرات اللہ جاری ہو چکے ہیں۔ مصلحت مالک الملوک کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہدایت وضلالت میں بھی اس کی حکمت ہے کوئی کام اس سچے حکیم کا حکمت سے خالی نہیں۔ لوگوں کے تمام افعال اس پر واضح ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا پس جس پر وہ نور پڑ گیا وہ دنیا میں آ کر سیدھی راہ چلا اور جسے اس دن نور نہ ملا وہ دنیا میں آ کر بھی ہدایت سے بہرہ ور نہ ہو سکا اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے علم کے مطابق قلم چل کر خشک ہو گیا۔[1] (ابن ابی حاتم)

اور روایت میں ہے کہ ہمارے پاس حضور ﷺ آئے اور فرمایا اللہ کے لئے ہر تعریف ہے جو گمراہی سے ہدایت پر لاتا ہے اور جس پر چاہتا ہے گمراہی خلط ملط کر دیتا ہے۔[2] یہ حدیث بھی بہت ہی غریب ہے۔

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ⑨ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ⑩ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑪

اللہ ہی ہوائیں چلاتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم بادلوں کو خشک زمین کی طرف لے جاتے ہیں اور اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح دوبارہ جی اٹھنا بھی ہے ○ جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ ہی کی ساری عزت ہے۔ تمام تر ستھرے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل بھی جسے وہ بلند کرتا ہے جو لوگ برائیوں کے داؤ گھات میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے سخت تر عذاب ہے اور ان کا یہ مکر برباد ہو جائے گا ○ لوگو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا ہے پھر تمہیں مرد عورت بنا دیا عورتوں کا حاملہ ہونا اور بچوں کا تولد ہونا سب اس کے علم سے ہی ہے اور جو بڑی عمر والا عمر دیا جائے اور جس کسی کی عمر گھٹے وہ سب کتاب میں لکھا ہوا ہے اللہ تعالیٰ پر یہ سب بالکل آسان ہے ○

موت کے بعد دوبارہ زندگی پر دلیل: قرآن کریم میں موت کے بعد کی زندگی پر عموماً خشک زمین کے ہرا ہونے

---

[1] [حسن بالشواهد : مسند طيالسی (۳۱/۱) مسند احمد (۱۷۶/۲) مستدرك حاكم (۳۰/۱) ابن حبان فی صحيحه (الموارد ـ ۱۸۱۲)]

[2] [ضعيف : طبرانی كبير (۲۲۰/۵)] اس کی سند میں چار راوی مجہول ہیں ؛ ابراہیم بن بشیر، ابراہیم قرشی اور سعد بن شرجیل مجہول راوی ہیں۔]

سے استدلال کیا گیا ہے جیسے سورۂ حج وغیرہ میں ہے۔ [1] بندوں کے لئے اس میں پوری عبرت اور مردوں کے زندہ ہونے کی پوری دلیل اس میں موجود ہے۔ کہ زمین بالکل سوکھی پڑی ہے کوئی تروتازگی اس میں نظر نہیں آتی لیکن بادل اٹھتے ہیں پانی برستا ہے کہ اس کی خشکی تازگی سے اور اس کی موت زندگی سے بدل جاتی ہے۔ یا تو ایک تنکا نظر نہ آتا تھا یا کوسوں تک ہریاول ہی ہریاول ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بنو آدم کے اجزاء قبروں میں بکھرے پڑے ہوں گے ایک سے ایک الگ ہوگا۔ لیکن عرش کے نیچے سے پانی برستے ہی تمام جسم قبروں میں سے اگنے لگیں گے۔ جیسے زمین سے دانے اگ آتے ہیں۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے ابن آدم تمام کا تمام گل سڑ جاتا ہے لیکن ریڑھ کی ہڈی نہیں سڑتی اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے ترکیب دیا جائے گا۔ [2] یہاں بھی نشان بتا کر فرمایا کہ اسی طرح موت کے بعد کی زیست ہے۔ سورۂ حج کی تفسیر میں حدیث گزر چکی ہے کہ ابورزین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا اے ابورزین کیا تم اپنی بستی کے آس پاس کی زمین کے پاس سے اس حالت میں نہیں گزرے کہ وہ خشک بنجر پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ پھر دوبارہ تم گزرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ وہ سبزہ زار بنی ہوئی ہے اور تازگی کے ساتھ لہرا رہی ہے۔ حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں حضور ﷺ یہ تو اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ آپ نے فرمایا بس اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کردے گا [3] جو شخص دنیا اور آخرت میں باعزت رہنا چاہتا ہو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کرنی چاہئے وہی اس مقصد پورا کرنے والا ہے دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے ساری عزتیں اسی کی ملکیت میں ہیں۔

چنانچہ اور آیت میں ہے کہ جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستیاں کرتے ہیں کہ ان کے پاس ہماری عزت ہو وہ عزت کے حصول سے مایوس ہو جائیں کیونکہ عزت تو اللہ کے قبضے میں ہیں۔ اور جگہ فرمان عالی شان ہے تجھے ان کی باتیں غم ناک نہ کریں تمام تر عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور آیت میں اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [4] یعنی عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کیلئے لیکن منافق بے علم ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں بتوں

---

[1] [سورة الحج: آیت ٥]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله ونفخ فی الصور (٤٨١٤) صحیح مسلم: کتاب الفتن: باب ما بین النفختین (٢٩٥٥-١٤٢) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب ذکر القبر والبلی (٤٢٦٦) ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی ذکر البعث والصور (٤٧٤٣) مسند احمد (٣٢٢/٢)]

[3] [ضعیف: مسنداحمد (١١/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ وکیع بن عدس کی جہالت کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٦٢٣٧)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے، وکیع بن عدس حسن الحدیث راوی ہے۔]

[4] [سورة المنافقون: آیت ٨]

کی پرستش میں عزت نہیں عزت والا تو اللہ ہی ہے۔ پس بقول قتادہ آیت کا یہ مطلب ہے کہ طالب عزت کو احکام اللہ کی تعمیل میں مشغول رہنا چاہئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو یہ جاننا چاہتا ہو کہ کس کے لئے عزت ہے وہ جان لے کہ ساری عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ ذکر' تلاوت' دعا وغیرہ پاک کلمے اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جتنی حدیثیں تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ سب کی تصدیق کتاب اللہ سے پیش کر سکتے ہیں۔ سنو! مسلمان بندہ جب ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تَبَـارَكَ اللّٰہُ﴾ پڑھتا ہے تو ان کلمات کو فرشتہ اپنے پر تلے لے کر آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔ فرشتوں کے جس مجمع کے پاس سے گزرتا ہے وہ مجمع ان کلمات کہنے والے کے لئے استغفار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ رب العالمین عز وجل کے سامنے یہ کلمات پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر آپ نے ﴿اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ﴾ کی تلاوت کی۔ [1] (ابن جریر)

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں ((سُبْحَـانَ اللّٰہِ)) اور ((لَا اِلٰـہَ اِلاَّ اللّٰہُ)) اور ((اَللّٰہُ اَکْبَرُ)) عرش کے اردگرد آہستہ آہستہ آواز نکالتے رہتے ہیں۔ جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ اپنے کہنے والے کا ذکر اللہ کے سامنے کرتے رہتے ہیں۔ اور نیک اعمال خزانوں میں محفوظ رہتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو لوگ اللہ کا جلال' اس کی تسبیح' اس کی حمد' اس کی بڑائی' اس کی وحدانیت کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے ان کے یہ کلمات عرش کے آس پاس اللہ کے سامنے ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں کیا تم نہیں چاہتے کہ کوئی نہ کوئی تمہارا ذکر تمہارے رب کے سامنے کرتا رہے؟ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ پاک کلموں سے مراد ذکر اللہ ہے اور عمل صالح سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے۔ پس جو شخص ذکر اللہ اور ادائے فریضہ کرے اس کا عمل اس کے ذکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھاتا ہے۔ اور جو ذکر کرے لیکن فریضہ ادا نہ کرے اس کا کلام اس کے عمل پر لوٹا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیب کو عمل صالح لے جاتا ہے۔ اور بزرگوں سے بھی یہی منقول ہے۔

بلکہ ایاس بن معاویہ قاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قول بغیر عمل کے مردود ہے۔ برائیوں کے گھات میں لگنے والے وہ لوگ ہیں جو مکاری اور ریاکاری سے اعمال کرتے ہیں۔ لوگوں پر گو یہ ظاہر ہو کہ وہ اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہیں لیکن دراصل اللہ کے نزدیک وہ سب سے زیادہ برے ہیں۔ جو نیکیاں صرف دکھلاوے کی کرتے ہیں۔ یہ ذکر اللہ بہت ہی کم کرتے ہیں۔ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد مشرک ہیں۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ یہ آیت عام ہے مشرک اس میں بطریق اولیٰ داخل ہیں۔ ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ اور ان کا مکر فاسد و باطل ہے۔ ان کا

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰/۳۹۹)]

[2] [صحیح : ابن ماجہ : کتاب الادب : باب فضل التسبیح (۳۸۰۹) مسند احمد (۴/۲۶۸)] حافظ بوصیریؒ اور شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الزوائد (۳/۱۹۳) صحیح ابن ماجہ]

جھوٹ آج نہیں تو کل کھل جائے گا عقل مندان کے مکر سے واقف ہو جائیں گے۔ جو شخص جو کچھ کرے اس کا اثر اس کے چہرے پر ہی ظاہر ہو جاتا ہے اس کی زبان اسی رنگ سے رنگ دی جاتی ہے۔ جیسا باطن ہوتا ہے اسی کا عکس ظاہر پر بھی پڑتا ہے۔ ریا کاری کی بے ایمانی لمبی مدت تک پوشیدہ نہیں رہ سکتی ہاں کوئی بے وقوف اس کے دام میں پھنس جائے تو اور بات ہے۔ مومن پورے عقل منداور کامل دانا ہوتے ہیں وہ ان دھوکے بازوں سے بخوبی آگاہ ہو جاتے ہیں اور اس عالم الغیب اللہ پر تو کوئی بات بھی چھپ نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور ان کی نسل کو ایک ذلیل پانی سے جاری رکھا۔ پھر تمہیں جوڑ اجوڑا بنایا یعنی مرد وعورت۔ یہ بھی اس کا لطف وکرم اور انعام واحسان ہے کہ مردوں کے لئے بیویاں بنائیں جو ان کے سکون وراحت کا سبب ہیں۔ ہر حاملہ کے حمل کی اور ہر بچے کے تولد ہونے کی اسے خبر ہے۔ بلکہ ہر پتے کے جھڑنے اور اندھیرے میں پڑے ہوئے دانے اور ہر تر وخشک چیز کا اسے علم ہے بلکہ اس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا ہے۔ اسی آیت جیسی ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى﴾ [1] الخ' ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی گزر چکی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ عالم الغیب کو یہ بھی علم ہے کہ کس نطفے کو لمبی عمر ملنے والی ہے یہ بھی اس کے پاس لکھا ہے ﴿وَمَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖ﴾ میں ﴿ہ﴾ کی ضمیر کا مرجع جنس ہے۔ عین ہی نہیں اس لئے کہ طول عمر کتاب میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کی عمر سے کمی نہیں ہوتی۔ جنس کی طرف بھی ضمیر لوٹتی ہے۔ جیسے عرب میں کہا جاتا ہے ((عِنْدِيْ ثَوْبٌ وَنِصْفُهٗ)) یعنی میرے پاس ایک کپڑا ہے اور دوسرے کپڑے کا آدھا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس شخص کے لئے اللہ نے طویل عمر مقدار کی ہے وہ اسے پوری کر کے ہی رہے گا لیکن وہ لمبی عمر میری کتاب میں لکھی ہوئی ہے وہیں تک پہنچے گی۔ اور جس کے لئے میں نے کم عمر مقرر کی ہے اس کی حیات اسی عمر تک پہنچے گی یہ سب کچھ اللہ کی پہلی کتاب میں لکھی ہوئی موجود ہے اور رب پر یہ سب کچھ آسان ہے۔ عمر کے ناقص ہونے کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو نطفہ تمام ہونے سے پہلے ہی گر جاتا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہے۔ بعض انسان سو سال کی عمر پاتے ہیں اور بعض پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں۔ ساٹھ سال سے کم عمر میں مرنے والا بھی ناقص عمر والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماں کے پیٹ میں عمر کی لمبائی یا کمی لکھ لی جاتی ہے۔ ساری مخلوق کی یکساں عمر نہیں ہوتی کوئی لمبی عمر والا کوئی کم عمر والا۔ یہ سب اللہ کے ہاں لکھا ہوا ہے اور اسی کے مطابق ظہور میں آرہا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اجل لکھی گئی ہے اور اس میں سے جو گزر رہی ہے سب علم اللہ میں ہے۔ اور اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ بخاری ومسلم وغیرہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو یہ چاہے کہ اس کی روزی اور عمر بڑھے وہ صلہ رحمی کیا کرے۔ [2]

ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسی کی اجل آ جانے کے بعد اسے مہلت نہیں ملتی۔ زیادتی عمر سے مراد نیک اولاد کا ہونا ہے جس کی دعائیں اسے اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر میں پہنچتی رہتی ہیں یہی

---

[1] [سورۃ الرعد: آیت ۸]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب البیوع: باب من احب البسط فی الرزق (۲۰۶۷) صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ: باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتها (۲۵۵۷)]

زیادتی عمر ہے [1] یہ اللہ پر آسان ہے اس کا علم اس کے پاس ہے اس کا علم تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے اس پر کچھ مخفی نہیں۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ
كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور برابر نہیں دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے پینے میں رچتا پچتا اور یہ دوسرا کھاری ہے کڑوا تم ان دونوں میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیورات نکالتے ہو جنہیں تم پہنتے ہو۔ اور تو دیکھتا ہے کہ بڑی بڑی کشتیاں پانی کو چیرنے پھاڑنے والی ان دریاؤں میں ہیں تاکہ تم اس کا فضل ڈھونڈو اور کیا عجب کہ تم اس کا شکر بھی کرو ○

اللہ کی زبردست قدرت: مختلف قسم کی چیزوں کی پیدائش کو بیان فرما کر اپنی زبردست قدرت کو ثابت کر رہا ہے۔ دو قسم کے دریا پیدا کر دیئے ایک تو صاف ستھرا میٹھا اور عمدہ پانی جو آبادیوں میں جنگلوں میں برابر بہہ رہا ہے اور دوسرا ساکن دریا جس کا پانی کھاری اور کڑوا ہے جس میں بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز چل رہے ہیں۔ اور دونوں قسم کے دریا میں سے قسم قسم کی مچھلیاں تم نکالتے ہو اور تر و تازہ گوشت کھاتے رہتے ہو۔ پھر ان میں سے زیور نکالتے ہو یعنی لؤلؤ اور مرجان۔ یہ کشتیاں برابر پانی کو کاٹتی رہتی ہیں۔ ہواؤں کا مقابلہ کر کے چلتی رہتی ہیں۔ تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرلو تجارتی سفر ان پر طے کرو۔ ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکو تاکہ تم اپنے رب کا شکر کرو کہ اس نے یہ سب چیزیں تمہارے تابع فرمان بنا دیں۔ تم سمندر سے دریاؤں سے کشتیوں سے نفع حاصل کرتے ہو جہاں جانا چاہو پہنچ جاتے ہو۔ اس قدرت والے اللہ نے زمین و آسمان کی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے یہ صرف اس کا ہی فضل و کرم ہے۔

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ
يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا
اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ ع

رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے آفتاب ماہتاب کو اسی نے کام میں لگا دیا ہے ہر ایک میعاد معین پر چل رہا ہے۔ یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا اسی کی سلطنت ہے جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ○ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اگر بالفرض سن بھی لیں تو قبول نہیں کر سکتے بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔ تجھے کوئی بھی حق تعالیٰ خبردار جیسی خبریں نہ دے گا ○

---

[1] [ضعیف: ابن عدی فی الکامل (۳/۲۸۵)] اس میں سلیمان بن عطا ضعیف ہے۔]

دن رات کا اختلاف اور شمس وقمر کی تسخیر: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرما رہا ہے کہ اس نے رات کو اندھیرے والی اور دن کو روشنی والا بنایا ہے۔ کبھی کی راتیں بڑی کبھی کے دن بڑے۔ کبھی دونوں یکساں۔ کبھی جاڑے ہیں کبھی گرمیاں ہیں۔ اسی نے سورج اور چاند کو اور ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے ستاروں کو مطیع کر رکھا ہے۔ مقدار معین پر اللہ کی طرف سے مقرر شدہ چال پر چلتے رہتے ہیں۔ پوری قدرتوں والے اور کامل علم والے اللہ نے یہ نظام قائم کر رکھا ہے جو برابر چل رہا ہے۔ اور وقت مقررہ یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا۔ جس اللہ نے یہ سب کیا ہے وہی دراصل لائق عبادت ہے اور وہی سب کا پالنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ جن بتوں کو، اور اللہ کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں خواہ وہ فرشتے ہی کیوں نہ ہوں اور اللہ کے پاس بڑے درجے رکھنے والے ہی کیوں نہ ہوں لیکن سب کے سب اس کے سامنے محض مجبور اور بالکل بے بس ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کے باریک چھلکے جیسی چیز کا بھی انہیں اختیار نہیں۔ آسمان وزمین کی حقیر سے حقیر چیز کا وہ مالک نہیں جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری آواز سنتے ہی نہیں۔ تمہارے یہ بت وغیرہ بے جان چیزیں کان والی نہیں جو سن سکیں۔ بے جان چیزیں بھی کہیں کسی کی سن سکتیں ہیں۔ اور بالفرض تمہاری پکار سن بھی لیں تو چونکہ ان کے قبضے میں کوئی چیز نہیں اس لئے وہ تمہاری حاجت برآری کر نہیں سکتے۔ قیامت کے دن تمہارے اس شرک سے وہ انکاری ہو جائیں گے تم سے بیزار نظر آئیں گے۔

جیسے فرمایا ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (1) الخ یعنی اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک ان کی پکار کو نہ قبول کر سکیں بلکہ ان کی دعا سے وہ محض بے خبر اور غافل ہیں۔ اور میدان محشر میں وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان عبادتوں سے منکر ہو جائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا﴾ (2) الخ، یعنی اللہ کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں تا کہ وہ ان کے لئے باعث عزت بنیں لیکن ایسا نہیں ہو سکے گا بلکہ وہ ان کی عبادتوں سے بھی منکر ہو جائیں گے اور ان کے مخالف اور دشمن بن جائیں گے بھلا بتاؤ تو اللہ جیسی سچی خبریں اور کون دے سکتا ہے؟ جو اس نے فرمایا وہ یقیناً ہو کر ہی رہے گا جو کچھ ہونے والا ہے اس سے اللہ تعالیٰ پورا خبردار ہے اس جیسی خبر کوئی اور نہیں دے سکتا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ
وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ
الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ
وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

(1) [سورۃ الاحقاف: آیت ۵-۶]
(2) [سورۃ مریم: آیت ۸۱-۸۲]

اے لوگو! تم سب اللہ کی طرف محتاج اور فقیر ہو اور اللہ تعالیٰ غنی اور تعریفوں والا ہے ○ اگر وہ چاہے تو تم سب کو برباد کر دے اور نئی مخلوق لاوے ○ اللہ پر یہ کام کوئی مشکل نہیں ○ کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اگر کوئی گراں بار دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھائے گا گو قرابت دار ہی ہو۔ تو صرف انہیں کو آگاہ کر سکتا ہے جو غائبانہ طور پر اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں جو بھی پاک ہو جائے وہ اپنے ہی نفع کے لئے پاک ہوگا' لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے ○

ساری مخلوق اللہ کی محتاج: اللہ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے۔ اور تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ غنی ہے اور سب فقیر ہیں۔ وہ بے پرواہ ہے اور سب اس کے حاجت مند ہیں۔ اس کے سامنے ہر کوئی ذلیل ہے اور وہ عزیز ہے۔ کسی قسم کی حرکت وسکون پر کوئی قادر نہیں سانس تک لینا کسی کے بس میں نہیں۔ مخلوق بالکل ہی بے بس ہے۔ غنی بے پرواہ اور بے نیاز صرف اللہ ہی ہے تمام باتوں پر قادر وہی ہے وہ جو کرتا ہے اس میں قابل تعریف ہے اس کا کوئی کام حکمت وتعریف سے خالی نہیں اپنے قول میں' اپنے فعل میں' اپنی شرع میں' تقدیروں کے مقرر کرنے میں غرض ہر طرح سے وہ بزرگ اور لائق حمد وثناء ہے۔ لوگو! اللہ کی قدرت ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو غارت وبرباد کر دے اور تمہارے عوض دوسرے لوگوں کو لائے' رب پر یہ کام کچھ مشکل نہیں۔ قیامت کے دن کوئی دوسرے کے گناہ اپنے اوپر نہ لے گا۔ اگر کوئی گنہگار اپنے بعض یا سب گناہ دوسرے پر لادنا چاہے تو یہ چاہت بھی اس کی پوری نہ ہوگی۔

کوئی نہ ملے گا کہ اس کا بوجھ بٹائے عزیز واقارب بھی منہ موڑ لیں گے اور پیٹھ پھیر لیں گے۔ گو ماں باپ اور اولاد ہو۔ ہر شخص اپنے حال میں مشغول ہوگا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ حضرت عکرمہ ؒ فرماتے ہیں پڑوسی پڑوسی کے پیچھے پڑ جائے گا اللہ سے عرض کرے گا کہ اس سے پوچھ تو سہی کہ اس نے مجھ سے اپنا دروازہ کیوں بند کر لیا تھا؟ کافر مومن کے پیچھے لگ جائے گا اور جو احسان اس نے دنیا میں کئے تھے وہ یاد دلا کر کہے گا کہ آج میں تیرا محتاج ہوں مومن بھی اس کی سفارش کرے گا اور ہو سکتا ہے کہ اس کا عذاب قدرے کم ہو جائے گو جہنم سے چھٹکارا محال ہے۔ باپ اپنے بیٹے کو اپنے احسان جتائے گا اور کہے گا کہ رائی کے ایک دانے برابر مجھے آج اپنی نیکیوں میں سے دے دے وہ کہے گا ابا آپ چیز تو تھوڑی سی طلب فرما رہے ہیں لیکن آج تو جو کھٹکا آپ کو ہے وہی مجھے بھی ہے میں تو کچھ بھی نہیں دے سکتا۔ پھر بیوی کے پاس جائے گا اس سے کہے گا میں نے تیرے ساتھ دنیا میں کیسے سلوک کئے ہیں؟ وہ کہے گی بہت ہی اچھے یہ کہے گا آج میں تیرا محتاج ہوں مجھے ایک نیکی دے دے تاکہ عذابوں سے چھوٹ جاؤں جواب ملے گا کہ سوال تو بہت ہلکا ہے لیکن جس خوف میں تم ہو وہی ڈر مجھے بھی لگا ہوا ہے میں تو آج کچھ بھی سلوک نہیں کر سکتی۔ قرآن کریم کی اور آیت میں ہے ﴿لَا يَجْزِىْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا﴾ [1] یعنی آج نہ باپ بیٹے کے کام آئے نہ بیٹا باپ کے کام آئے اور فرمان ہے ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ﴾ [2] الخ آج انسان اپنے بھائی سے' ماں سے' باپ سے' بیوی سے'

---

[1] [سورۃ لقمان: آیت ۳۳] [2] [سورۃ عبس: آیت ۳۴۔۳۷]

اولاد سے بھاگتا پھرے گا ہر شخص اپنے حال میں مست و بے خود ہوگا۔ ہر ایک دوسرے سے غافل ہوگا تیرے وعظ ونصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو عقل مند اور صاحب فراست ہوں جو اپنے رب سے قدم قدم پر خوف کرنے والے اور اطاعت اللہ کرتے ہوئے نمازوں کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے والے ہیں۔ نیک اعمال خود تم ہی کو نفع دیں گے جو پاکیزگیاں تم کرو گے ان کا نفع تم ہی کو پہنچے گا۔ آخر اللہ کے پاس جانا ہے اس کے سامنے پیش ہونا ہے حساب کتاب اس کے سامنے ہونا ہے اعمال کا بدلہ وہ خود دینے والا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَإِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾

ع ۳ ۱۵

برابر نہیں اندھا اور دیکھتا ○ اور نہ اندھیرے اور نہ اجالا ○ اور نہ سایہ اور نہ لو (دھوپ) ○ اور نہیں برابر ہوتے زندے اور نہ مردے اللہ جسے چاہے سنا دے تو انہیں نہیں سنا سکتا جو قبروں میں ہیں ○ تو تو صرف ڈر کی خبر پہنچا دینے والا ہے ○ یقیناً ہم نے تجھے حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے ○ کوئی امت ایسی نہیں جس میں ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔ اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں تو ان سے پہلوں نے بھی جھٹلایا ہے جن کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں اور نامہ الٰہی اور روشن کتاب لے کر آئے تھے ○ بالآخر میں نے منکروں کی گرفت کر لی۔ سو دیکھ لو کہ میرا انکار کیسا کچھ ہوا۔

مومن وکافر برابر نہیں: ارشاد ہوتا ہے کہ مومن وکافر برابر نہیں جس طرح اندھا اور دیکھتا۔ اندھیرا اور روشنی، سایہ اور دھوپ، زندہ اور مردہ برابر نہیں۔ جس طرح ان چیزوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے اسی طرح ایمان دار اور بے ایمان میں بھی بے انتہا فرق ہے۔ مومن آنکھوں والے اجالے سائے اور زندہ کی مانند ہے۔ برخلاف اس کے کافر اندھے اندھیرے اور بھرپور لو والی گرمی کی مانند ہے۔ جیسے فرمایا ﴿أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنٰهُ﴾ [1] الخ، یعنی جو مردہ تھا پھر اسے ہم نے زندہ کر دیا اور اسے نور دیا جسے لئے ہوئے لوگوں میں چل پھر رہا ہے ایسا شخص اور وہ شخص جو اندھیروں میں گھرا ہوا ہے جن سے نکل ہی نہیں سکتا کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اور آیت میں ہے ﴿مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ﴾ [2] الخ، یعنی ان دونوں جماعتوں کی مثال اندھے بہرے اور دیکھنے اور سننے والوں کی سی ہے۔

مومن تو آنکھوں اور کانوں والا اجالے اور نور والا ہے پھر راہ مستقیم پر ہے۔ جو صحیح طور پر سایوں اور نہروں

---

(1) [سورۃ الانعام: آیت ۱۲۲] (2) [سورۃ هود: آیت ۲٤]

والی جنت میں پہنچے گا۔ اور اس کے برعکس کافر اندھا بہرا اور اندھیروں میں پھنسا ہوا جن سے نکل ہی نہ سکے گا۔ اور ٹھیک جہنم میں پہنچے گا۔ جو تند و تیز حرارت اور گرمی والی آگ کا مخزن ہے۔ اللہ جسے چاہے سنا دے یعنی اس طرح سننے کی توفیق دے کہ دل سن کر قبول بھی کرتا جائے۔ تو قبر والوں کو نہیں سنا سکتا۔ یعنی جس طرح کوئی مرنے کے بعد قبر میں دفنا دیا جاتا ہے اسے پکارنا بے سود ہے۔ اسی طرح کفار ہیں کہ ہدایت و دعوت ان کے لئے بے کار ہے اسی طرح ان مشرکوں پر ان کی بدبختی چھا گئی ہے اور ان کی ہدایت کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ تو انہیں کسی طرح ہدایت پر نہیں لا سکتا۔ تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے تیرے ذمے صرف تبلیغ ہے، ہدایت و ضلالت من جانب اللہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر امت میں رسول آتا رہا۔ تاکہ ان کا عذر باقی نہ رہ جائے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ [1] اور جیسے فرمان ہے ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا ﴾ [2] الخ، وغیرہ ان کا تجھے جھوٹا کہنا کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا ہے۔ جو بڑے بڑے معجزات، کھلی کھلی دلیلیں، صاف صاف آیتیں لے کر آئے تھے۔ اور نورانی صحیفے ان کے ہاتھوں میں تھے۔ آخر ان کے جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے انہیں عذاب و سزا میں گرفتار کر لیا۔ دیکھ لے کہ پھر میرے انکار کا نتیجہ کیا ہوا؟ کس طرح تباہ و برباد ہوئے؟ واللہ اعلم۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ ۗ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿٢٨﴾

کیا تو نہیں دیکھتا اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر ہم اس کے ذریعے سے مختلف رنگ کے پھل پیدا کرتے ہیں اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید و سرخ اور رنگ برنگ اور سخت سیاہ ○ ٹھیک اسی طرح خود انسانوں میں اور جانوروں میں اور چوپایوں میں بھی مختلف رنگ کے ہیں یاد رکھو اللہ سے صرف اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو ذی علم ہیں فی الواقع اللہ تعالیٰ غالب اور بخشنے والا ہے ○

قدرت الٰہی کی مزید چند نشانیاں: رب کی قدرتوں کے کمالات دیکھو کہ ایک ہی قسم کی چیزوں میں گونا گوں نمونے نظر آتے ہیں ایک پانی آسمان سے اترتا ہے اور اسی سے مختلف قسم کے رنگ برنگے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ سرخ سبز و سفید وغیرہ اسی طرح ہر ایک کی خوشبو الگ الگ ہر ایک کا ذائقہ جداگانہ۔ جیسے اور آیت میں فرمایا ہے ﴿ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ ﴾ [3] الخ یعنی کہیں انگور ہے کہیں کھجور ہے کہیں کھیتی ہے وغیرہ۔ اسی طرح

---

[1] [سورۃ الرعد: آیت ۷]
[2] [سورۃ النحل: آیت ۳۶]
[3] [سورۃ الرعد: آیت ٤]

پہاڑوں کی پیدائش بھی قسم قسم کی ہے کوئی سفید ہے کوئی سرخ ہے کوئی کالا ہے۔ کسی میں راستے اور گھاٹیاں اور ہیں۔ کوئی لمبا ہے۔ کوئی ناہموار ہے ان بے جا چیزوں کے بعد جاندار چیزوں پر نظر ڈالو انسانوں کو جانوروں کو چوپایوں کو دیکھو ان میں بھی قدرت کی وضع وضع کی گلکاریاں پاؤ گے۔ بربر حبشی طماطم بالکل سیاہ فام ہوتے ہیں۔ صقالیہ رومی بالکل سفید رنگ عرب درمیانہ ہندی ان کے قریب قریب۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ﴾ [1] تمہاری بول چال کا اختلاف تمہاری رنگتوں کا اختلاف بھی ایک عالم کے لئے تو قدرت کی کامل نشانی ہے۔ اسی طرح چوپائے اور دیگر حیوانات کے رنگ روپ بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ بلکہ ایک ہی قسم کے جانوروں میں ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں۔ بلکہ ایک ہی جانور کے جسم پر کئی کئی قسم کے رنگ ہوتے ہیں۔

سبحان اللہ! سب سے اچھا خالق اللہ کیسی کیسی برکتوں والا ہے۔ مسند بزار میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ رنگ آمیزی بھی کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ایسا رنگ رنگتا ہے جو کبھی ہلکا نہ پڑے۔ سرخ زرد اور سفید۔ [2] یہ حدیث مرسل اور موقوف بھی مروی ہے۔ اس کے بعد ہی فرمایا کہ جتنا کچھ خوف اللہ کرنا چاہئے اتنا خوف تو اس سے صرف علماء ہی کرتے ہیں کیونکہ وہ جاننے والے بوجھنے والے ہوتے ہیں۔ حقیقتاً جو شخص جس قدر اللہ کی ذات سے متعلق معلومات زیادہ رکھے گا اسی قدر اس عظیم قدیر علیم اللہ کی عظمت وہیبت اس کے دل میں بڑھے گی۔ اور اسی قدر اس کی خشیت اس کے دل میں زیادہ ہوگی۔ جو جانے گا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے وہ قدم قدم پر اس سے ڈرتا رہے گا۔ اللہ کے ساتھ سچا علم اسے حاصل ہے جو اس کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور اس کے حرام بتائے کاموں کو حرام جانے اس کے فرمان پر یقین کرے اس کی نصیحت کی نگہبانی کرے اس کی ملاقات کو برحق جانے اپنے اعمال کے حساب کو سچ سمجھے۔ خشیت ایک قوت ہوتی ہے جو بندے کے اور اللہ کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جاتی ہے عالم کہتے ہی اسے ہیں جو در پردہ بھی اللہ سے ڈرتا رہے۔ اور اللہ کی رضا اور پسند کو چاہے رغبت کرے اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے نفرت رکھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں باتوں کی زیادتی کا نام علم نہیں علم نام ہے بکثرت اللہ سے ڈرنے کا۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کثرت روایات کا نام علم نہیں علم تو ایک نام ہے نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ حضرت احمد بن صالح مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم کثرت روایات کا نام نہیں بلکہ علم اس کا جس کی تابعداری اللہ کی طرف سے فرض ہے یعنی کتاب وسنت اور جو صحابہ اور ائمہ سے پہنچا ہو وہ روایت سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ نور جو بندے کے آگے آگے ہوتا ہے وہ علم کو اور اس کے مطلب کو سمجھ لیتا ہے۔ مروی ہے کہ علماء کی تین قسمیں ہیں عالم باللہ، عالم بامر اللہ۔ اور عالم باللہ وبامر اللہ۔ عالم باللہ عالم بامر اللہ نہیں اور عالم بامر اللہ عالم باللہ نہیں۔ ہاں عالم باللہ وبامر اللہ وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو اور حدود

---

[1] [سورۃ الروم: آیت ۲۲]

[2] [مرسل وضعیف: مسند بزار (۲۹۴۴)] اس کی سند میں عبداللہ نمیری راوی ضعیف ہے اور اسی طرح اس میں عطاء بن سائب مختلط ہے۔]

فرائض کو جانتا ہو۔ عالم باللہ وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو لیکن حدود فرائض کو نہ جانتا ہو۔ عالم بامراللہ وہ ہے جو حدود فرائض کو تو جانتا ہو لیکن اس کا دل اللہ کے خوف سے خالی ہو۔

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَٰبَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَٰرَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِۦٓ ۚ إِنَّهُۥ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾

جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اسے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے رہتے ہیں وہ اس تجارت کے خواہاں ہیں جو کبھی مندی نہیں ہوتی ○ تا کہ انہیں ان کے پورے اجر دے بلکہ اپنے فضل سے اور زیادتی عطا فرمائے اللہ بڑا ہی بخشنہار اور بڑا ہی قدردان ہے ○

تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا مومنوں کی صفت: مومن بندوں کی نیک صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ ایمان کے ساتھ پڑھتے رہتے ہیں عمل بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ نماز کے پابند زکوٰۃ خیرات کے عادی ظاہر و باطن اللہ کے بندوں کے ساتھ سلوک کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے اعمال کے ثواب کے امیدوار اللہ سے ہوتے ہیں۔ جس کا ملنا یقینی ہے۔ جیسے کہ اس تفسیر کے شروع میں فضائل قرآن کے ذکر میں ہم نے بیان کیا ہے کہ کلام اللہ شریف اپنے ساتھی سے کہے گا کہ ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہے اور تو تو سب کی سب تجارتوں کے پیچھے ہے۔ انہیں ان کے پورے ثواب ملیں گے بلکہ بہت بڑھا چڑھا کر ملیں گے جس کا خیال بھی نہیں۔ اللہ گناہوں کا بخشنے والا اور چھوٹے اور تھوڑے عمل کا بھی قدردان ہے۔ حضرت مطرف رحمہ اللہ تو اس آیت کو قاریوں کی آیت کہتے تھے۔ مسند کی ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو اس پر بھلائیوں کی ثناء کرتا ہے جو اس نے کی نہ ہوں۔ اور جب کسی سے ناراض ہوتا ہے اسی طرح برائیوں کی۔ [1] لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔

وَالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِۦ لَخَبِيرٌۢ بَصِيرٌ ﴿٣١﴾

جو کتاب کو ہم نے بذریعہ وحی کے تیری طرف نازل فرمایا ہے وہ سراسر حق ہے اور اگلی کتابوں کی بھی تصدیق کرنے والی ہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پورا خبردار اور انہیں بخوبی دیکھنے والا ہے ○

---

[1] [**ضعیف**: مسند احمد (۳/۳۸) ابن الجوزی فی العلل المتناهية (۱۳۸۲) ابن حبان (۳۶۸) عبد بن حمید فی المنتخب (۹۲۸) مسند ابو یعلی (۱۳۳۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۱۳۶٤)] اس کی سند میں دراج ضعیف ہے۔]

قرآن برحق کلام: قرآن اللہ کا حق کلام ہے۔ اور جس طرح اگلی کتابیں اس کی خبر دیتی رہی ہیں یہ بھی ان اگلی سچی کتابوں کی سچائی ثابت کر رہا ہے۔ رب خبیر وبصیر ہے۔ ہر مستحق فضیلت کو بخوبی جانتا ہے۔ انبیاء کو اور انسانوں پر اس نے اپنے وسیع علم سے فضیلت دی ہے۔ پھر انبیاء علیہم السلام میں بھی آپس میں مرتبے مقرر کر دیئے ہیں۔ اور علی الاطلاق حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے بڑا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیاء پر درود وسلام بھیجے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾

پھر اس کتاب کے وارث ہم نے اپنے پسندیدہ بندوں کو بنا دیا پس بعض تو ان میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں سے درمیانہ درجے کے ہیں اور بعض وہ ہیں جو بتوفیق الٰہی نیکیوں میں سبقت کرتے چلے جاتے ہیں۔ بہت بڑا فضل بھی یہی ہے ○

تین طرح کے قرآن کے وارث: جس کتاب کا اوپر ذکر ہوا تھا اس بزرگ کتاب یعنی قرآن کریم کو ہم نے اپنے چیدہ چیدہ بندوں کے ہاتھوں میں دیا ہے۔ یعنی اس امت کے ہاتھوں۔ پھر حرمت والے کام بھی اس سے سرزد ہو گئے۔ بعض درمیانہ درجے کے رہے جنہوں نے محرمات سے تو اجتناب کیا واجبات بجالاتے رہے لیکن کبھی کبھی کوئی مستحب کام ان سے چھوٹ بھی گیا اور کبھی کوئی ہلکی پھلکی نافرمانی بھی سرزد ہو گئی۔ بعض درجوں میں بہت ہی آگے نکل گئے۔ واجبات چھوڑ کر مستحبات کو بھی انہوں نے نہ چھوڑا اور محرمات چھوڑ کر مکروہات سے بھی یکسر الگ رہے۔ بلکہ بعض مرتبہ مباح چیزوں کو بھی ڈر کر چھوڑ دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پسندیدہ بندوں سے مراد امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو اللہ کی ہر کتاب کی وارث بنائی گئی ہے۔ ان میں جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں انہیں بخشا جائے گا۔ اور ان میں جو درمیانہ لوگ ہیں ان سے آسانی سے حساب لیا جائے گا۔ اور ان میں جو نیکیوں میں بڑھ جانے والے ہیں انہیں بے حساب جنت میں پہنچایا جائے گا۔ طبرانی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں والوں کے لئے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سابق لوگ تو بغیر حساب کتاب کے داخل جنت ہوں گے۔ اور میانہ رو رحمت رب سے داخل جنت ہوں گے اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے اور اصحاب اعراف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔ الغرض اس امت کے ہلکے پھلکے گنہگار بھی اللہ کے پسندیدہ بندوں میں داخل ہیں۔ [1] فالحمدللہ۔

گو اکثر سلف کا قول یہی ہے۔ لیکن بعض سلف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ لوگ نہ تو اس امت میں داخل ہیں نہ چیدہ اور پسندیدہ ہیں نہ وارثین کتاب ہیں۔ بلکہ مراد اس سے کافر منافق اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے والے ہیں۔ پس یہ تین قسمیں وہی ہیں جن کا بیان سورۂ واقعہ کے اول وآخر میں ہے لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہ اسی

---

[1] [موضوع: طبرانی کبیر (۱۱٤٥٤) مجمع الزوائد (۳۷۸/۱۰)] اس میں موسیٰ صنعانی وضاع ہے۔]

امت میں ہیں۔ امام ابن جریر بھی اسی قول کو پسند کرتے ہیں اور آیت کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں۔ احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ یہ تینوں گویا ایک ہیں اور تینوں ہی جنتی ہیں۔ [1] (مسند احمد) یہ حدیث غریب ہے اور اس کے راویوں میں ایک راوی ہیں جن کا نام مذکور نہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس امت میں ہونے کے اعتبار سے اور اس اعتبار سے کہ وہ جنتی ہیں گویا ایک ہی ہیں۔ ہاں مرتبوں میں فرق ہونا لازمی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا سابقین تو بے حساب جنت میں جائیں گے اور درمیانہ لوگوں سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا۔ اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے طول محشر میں روکے جائیں گے۔ پھر اللہ کی رحمت سے تلافی ہو جائے گی اور کہیں گے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم سے غم ورنج دور کر دیا ہمارا رب بڑا ہی غفور وشکور ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل وکرم سے رہائش کی ایسی جگہ عطا فرمائی جہاں ہمیں کوئی دکھ درد نہیں۔ [2] (مسند احمد)

ابن ابی حاتم کی اس روایت میں الفاظ کی کچھ کمی بیشی ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت ابو ثابت رحمہ اللہ مسجد میں آتے ہیں اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ! میری وحشت کا انیس میرے لئے مہیا کر دے اور میری غربت پر رحم کر اور مجھے کوئی اچھا رفیق عطا فرما۔ یہ سن کر صحابی رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں میں تیرا ساتھی ہوں سن! میں آج تجھے وہ حدیث رسول سناتا ہوں جو میں نے آج تک کسی کو نہیں سنائی پھر اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ﴿سَابِقٌۢ بِالْخَيْرَاتِ﴾ تو جنت میں بے حساب جائیں گے۔ اور ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ لوگوں سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ کو اس مکان میں غم ورنج پہنچے گا۔ جس سے نجات پا کر وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم ورنج دور کر دیا۔ [3] تیسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ان تینوں کی نسبت فرمایا کہ یہ سب اسی امت میں سے ہیں۔ [4] چوتھی حدیث: میری امت کے تین حصے ہیں ایک بے حساب و بے عذاب جنت میں جانے والا۔ دوسرا آسانی سے حساب لیا جانے والا اور پھر بہشت نشین ہونے والا۔ تیسری وہ جماعت ہوگی جن

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۳/۷۸) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹۰۱۲) مسند طیالسی (۲۲۳۶) بیہقی فی البعث (۵۷) ترمذی (۳۲۲۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

[2] [اسنادہ ضعیف: مسند احمد (۵/۱۹۸) مجمع الزوائد (۷/۹۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو انقطاع کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۱۷۲۷)]

[3] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹۰۱۱) مسند احمد (۵/۱۹۴) مستدرك حاكم (۲/۴۲۶) مجمع الزوائد (۷/۹۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۷۵۰۵)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [اسنادہ ضعیف: طبرانی (۴۱۰)] اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سئی الحفظ ہے۔]

سے تفتیش وتلاش ہو گی لیکن پھر فرشتے حاضر ہو کر کہیں گے کہ ہم نے انہیں ((لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْـدَهُ)) کہتے ہوئے پایا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا سچ ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں اچھا انہیں میں نے ان کے اس قول کی وجہ سے چھوڑا جاؤ انہیں جنت میں لے جاؤ اور ان کی خطائیں دوزخیوں پر لا دو اسی کا ذکر آیت ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ مَّعَ أَثْقَالِهِمْ﴾ [1] میں ہے یعنی وہ ان کے بوجھ اپنے بوجھ کے ساتھ اٹھائیں گے اس کی تصدیق اس میں ہے جس میں فرشتوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جنہیں وارثین کتاب بنایا ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تین قسمیں بتائی ہیں پس ان میں جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں وہ باز پرس کئے جائیں گے [2] (ابن ابی حاتم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس امت کی قیامت کے دن تین جماعتیں ہوں گے۔ ایک بے حساب جنت میں جانے والی ایک آسانی سے حساب لئے جانے والی ایک گنہگار جن کی نسبت اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ کون ہیں؟ فرشتے کہیں گے اللہ ان کے پاس بڑے بڑے گناہ ہیں لیکن انہوں نے کبھی بھی تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ رب عزوجل فرمائے گا انہیں میری وسیع رحمت میں داخل کر و پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (ابن جریر) دوسرا اثر: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ فرماتی ہیں بیٹا یہ سب جنتی لوگ ہیں سابق الخیرات تو وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے جنہیں خود آپ نے بشارت دی۔ ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ وہ ہیں جنہوں نے آپ کے نقش قدم کی پیروی کی یہاں تک کہ ان سے مل گئے۔ اور ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ﴾ مجھ تجھ جیسے ہیں (ابوداؤد طیالسی) خیال فرمایئے کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا باوجود یہ کہ سابق الخیرات میں سے بلکہ ان میں سے بھی بہترین درجے والوں میں سے ہیں لیکن کس طرح اپنے تئیں متواضع بناتی ہیں حالانکہ حدیث میں آ چکا ہے کہ تمام عورتوں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہی فضیلت ہے جو فضیلت ثرید کو اور ہر قسم کے طعام پر ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ﴾ تو ہمارے بدوی لوگ ہیں اور ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ ہمارے شہری لوگ ہیں اور ﴿سابق﴾ ہمارے مجاہد ہیں۔ (ابن ابی حاتم) [3]

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں قسم کے لوگ اسی امت میں سے ہیں اور سب جنتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں قسم کے لوگوں کے ذکر کے بعد جنت کا ذکر کر کے پھر فرمایا ہے ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا

---

[1] [سورة العنکبوت: آیت ۱۳]

[2] [اسنادہ ضعیف: طبرانی کبیر (۱۸/۷۹) مجمع الزوائد (۱۱۲۹۲)] اس میں سلامہ بن روح راوی اکثر اہل علم کے نزدیک ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی: باب فضل عائشہ (۳۷۷۰) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابہ: باب فضل عائشہ ام المومنین (۲٤٤٠)]

﴿لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ﴾ پس یہ لوگ دوزخی ہیں۔ (ابن جریر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کعب کے اللہ کی قسم یہ سب ایک ہی زمرے میں ہیں ہاں اعمال کے مطابق ان کے درجات کم وبیش ہیں۔ ابواسحاق سبیعی بھی اس آیت میں فرماتے ہیں کہ یہ تینوں جماعتیں ناجی ہیں۔

محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ امت مرحومہ ہے۔ ان کے گنہگاروں کو بخش دیا جائے گا۔ اور ان کے مقتصد اللہ کے پاس جنت میں ہوں گے۔ اور ان کے سابق بلند درجوں میں ہوں گے۔ محمد بن علی باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں جن لوگوں کو ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ کہا گیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گناہ بھی کئے تھے اور نیکیاں بھی۔ ان احادیث کے اور آثار کو سامنے رکھ کر یہ تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ اس آیت میں عموم ہے اور اس امت کی ان تینوں قسموں کو یہ شامل ہے۔ پس علماء کرام اس نعمت کے ساتھ سب سے زیادہ رشک کے قابل ہیں اور اس رحمت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

جیسے کہ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص مدینے سے دمشق میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا ہے اور آپ سے ملاقات کرتا ہے تو آپ دریافت فرماتے ہیں پیارے بھائی یہاں کیسے آنا ہوا؟ وہ کہتے ہیں اس حدیث کے سننے کے لئے آیا ہوں جو آپ بیان کرتے ہیں۔ پوچھا کیا کسی تجارت کی غرض سے نہیں آئے؟ جواب دیا نہیں۔ پوچھا پھر کوئی اور مطلب بھی ہوگا؟ فرمایا کوئی مقصد نہیں۔ پوچھا پھر کیا صرف حدیث کی طلب کے لئے یہ سفر کیا ہے؟ جواب دیا ہاں۔ فرمایا سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے کو قطع کرے اللہ اسے جنت کے راستوں میں چلائے گا۔ اللہ کی رحمت کے فرشتے طالب علموں کے لئے پر بچھا دیتے ہیں کیونکہ وہ اس سے بہت ہی خوش ہیں ان کی خوشی کے خواہاں ہیں۔ عالم کے لئے آسمان وزمین کی ہر چیز استغفار کرتی ہے یہاں تک کہ پانی کے اندر کی مچھلیاں بھی۔ عابد وعالم کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسی چاند کی فضیلت ستاروں پر۔ علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنے ورثے میں درہم ودینار نہیں چھوڑے ان کا ورثہ علم ودین ہے۔ جس نے اسے لیا اس نے بڑی دولت حاصل کرلی۔ [1] (ابوداؤد، ترمذی وغیرہ) اس حدیث کے تمام طریق اور الفاظ اور شرح میں نے صحیح بخاری کتاب العلم کی شرح میں مفصلاً بیان کر دی ہے فالحمد للہ۔ سورۂ طٰہٰ کے شروع میں وہ حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علماء سے فرمائے گا میں نے اپنا علم وحکمت تمہیں اس لئے ہی دیا تھا کہ تمہیں بخش دوں گو تم کیسے ہی ہو مجھے اس کی کچھ پرواہ ہی نہیں۔ [2]

---

[1] [صحیح: ابو داؤد: کتاب العلم: باب الحث علی طلب العلم (۳۶۴۱) ترمذی: کتاب العلم: باب ما جآء فی فضل الفقه علی العبادة (۲۶۸۲) ابن ماجه: مقدمه: باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم (۲۲۳) مسند احمد (۵/۱۹۶)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ داؤد بن جمیل اور اس کا شیخ کثیر بن قیس دونوں ضعیف راوی ہیں۔]

[2] [اسنادہ ضعیف: طبرانی (۱۳۸۱)] اس میں علاء بن مسلمہ راوی ضعیف ہے۔]

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

ان ہمیشگی والی جنتوں میں داخل ہوں گے جہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی اور جہاں ان کا لباس خالص ریشم ہوگا ○ کہیں گے کہ ساری تعریفیں اس معبود برحق کے لئے سزاوار ہیں جس نے ہم سے غم واندوہ دور کر دیا یقیناً ہمارا رب بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی قدر شناس ہے ○ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشگی والے گھر میں اتارا ہے جہاں نہ تو ہمیں کوئی رنج پہنچے نہ وہاں ہمیں کوئی تکلیف و تکان ہو ○

ابدی نعمتوں کے وارث: فرماتا ہے جن برگزیدہ لوگوں کو ہم نے اللہ کی کتاب کا وارث بنایا ہے انہیں قیامت کے دن ہمیشہ والی ابدی نعمتوں والی جنتوں میں لے جائیں گے۔ جہاں انہیں سونے کے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ حدیث میں ہے مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ [1] ان کا لباس وہاں پر خاص ریشمی ہوگا۔ جس سے دنیا میں وہ ممانعت کر دیئے گئے تھے۔ حدیث میں ہے جو شخص یہاں دنیا میں حریر و ریشم پہنے گا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنایا جائے گا۔ [2] اور حدیث میں ہے یہ ریشم کافروں کے لئے دنیا میں ہے اور تم مومنوں کے لئے آخرت میں ہے۔ [3] اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اہل جنت کے زیوروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا انہیں سونے چاندی کے زیور پہنائے جائیں گے۔ اور جو موتیوں سے جڑاؤ کئے ہوئے ہوں گے۔ ان پر موتی اور یاقوت کے تاج ہوں گے۔ جو بالکل شاہانہ ہوں گے وہ نوجوان ہوں گے بغیر بالوں کے شرمیلی آنکھوں والے [4] وہ جناب باری عزوجل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ کا احسان ہے کہ جس نے ہم سے خوف ڈر زائل کر دیا اور دنیا اور آخرت کی پریشانیوں اور پشیمانیوں سے ہمیں نجات دے دی حدیث شریف میں ہے کہ ﴿لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہنے والوں پر قبروں میں میدان محشر میں کوئی دہشت و وحشت نہیں۔ میں تو گویا انہیں اب دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہہ رہے ہیں اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم

---

(1) [**صحیح**: صحیح مسلم : کتاب الطهارة : باب تبلغ الحلية حديث يبلغ الوضوء (٢٥٠) مسند احمد (٣٧١/٢) بيهقي في السنن الكبرى (٥٦/١)]

(2) [**صحیح**: صحیح بخاری : كتاب اللباس : باب لبس الحرير للرجال وقدر ما يجوز منه (٥٨٣٤) صحيح مسلم : كتاب اللباس : باب تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال (٢٠٦٩ ـ ١١)]

(3) [**صحیح**: صحیح بخاری : كتاب اللباس : باب لبس الحرير للرجال وقدر ما يجوز منه (٥٨٣١) صحيح مسلم : كتاب اللباس : باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضة على الرجال (٢٠٦٧)]

(4) [**ضعیف**: ابو نعيم في صفة الجنة (٢٦٧) یہ روایت ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

ورنج دور کر دیا۔ [1] (ابن ابی حاتم)

طبرانی میں ہے موت کے وقت بھی انہیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ ان کی بڑی بڑی اور بہت سی خطائیں معاف کر دی گئیں اور چھوٹی چھوٹی اور کم مقدار نیکیاں قدر دانی کے ساتھ قبول فرمائی گئیں۔ یہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے فضل وکرم' لطف ورحم سے یہ پاکیزہ بلند ترین مقامات عطا فرمائے ہمارے اعمال تو اس قابل تھے ہی نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے تم میں سے کسی کو اس کے اعمال جنت میں نہیں لے جا سکتے لوگوں نے پوچھا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا ہاں مجھے بھی اسی صورت اللہ کی رحمت ساتھ دے گی۔ [3] وہ کہیں گے یہاں تو ہمیں نہ کسی طرح کی شفقت ومحنت ہے نہ تھکان اور کلفت ہے۔ روح الگ خوش ہے جسم الگ راضی ہے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو دنیا میں اللہ کی راہ کی تکلیفیں انہیں اٹھانی پڑی تھیں آج راحت ہی راحت ہے۔ ان سے کہہ دیا گیا ہے کہ پسند اور دل پسند کھاتے پیتے رہو اس کے بدلے جو دنیا میں تم نے میری فرمابرداریاں کیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝ ع

اور جن لوگوں نے کفر کیا انہیں کے لئے جہنم کی آگ ہے نہ ان کا کام تمام کیا جائے کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے کسی طرح کا اس کا کوئی عذاب ہلکا کیا جائے' ہم ہر ناشکرے کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ○ وہ اس میں چلاتے ہوں گے' کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں نکال دے تو ہم اچھے عمل کریں گے برخلاف ان کے جو ہم کرتے رہے' کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دے رکھی تھی؟ کہ نصیحتیں حاصل کرنے والے اس میں نصیحت حاصل کر لیں اور تمہارے پاس ڈرسنانے والے بھی آئے تھے اب مزہ چکھو گنہگاروں کا کوئی بھی مددگار نہیں ○

نافرمان آتش جہنم میں: نیک لوگوں کا حال بیان فرما کر اب برے لوگوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ یہ دوزخ کی آگ میں جلتے جھلستے رہیں گے۔ انہیں وہاں موت بھی نہیں آئے گی جو مر جائیں۔ جیسے اور آیت میں ہے: ﴿لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾ [4] نہ وہاں انہیں موت آئے گی نہ کوئی اچھی زندگی ہوگی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے

---

[1] [ضعیف : ابن حبان فی المجروحین (۲۰۲/۱)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : مجمع الزوائد (۱۸۳۲٤)] امام ہیثمیؒ کے بیان کے مطابق اس میں متعدد راوی مجہول ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المرضی : باب تمنی المریض الموت (۵٦۷۳) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب لن یدخل احد الجنة بعمله بل برحمة الله تعالی (۲۸۱٦)]

[4] [سورۂ اعلیٰ : آیت ۱۳]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو ابدی جہنمی ہیں انہیں وہاں موت نہیں آئے گی اور نہ اچھائی کی زندگی ملے گی۔ (۱) وہ تو کہیں گے کہ اے داروغہ جہنم! تم ہی اللہ سے دعا کرو کہ اللہ ہمیں موت دے دے لیکن جواب ملے گا کہ تم تو یہیں پڑے رہو گے۔ (۲) پس وہ موت کو اپنے لئے رحمت سمجھیں گے لیکن وہ آئے گی ہی نہیں۔ نہ مریں نہ عذابوں میں کمی دیکھیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ﴾ (۳) یعنی کفار دائماً جہنم میں رہیں گے جو عذاب کبھی بھی نہ ہٹیں گے نہ کم ہوں گے۔ یہ تمام بھلائی سے محض مایوس ہوں گے۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾ (۴) آگ جہنم ہمیشہ تیز ہی ہوتی رہے گی۔ فرماتا ہے ﴿فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا﴾ (۵) لو اب مزے چکھو۔ عذاب ہی عذاب تمہارے لئے بڑھتے رہیں گے۔ کافروں کا یہی بدلہ ہے' وہ چیخ پکار کریں گے ہائے وائے کریں گے دنیا کی طرف لوٹنا چاہیں گے اقرار کریں گے کہ ہم گناہ نہیں کریں گے نیکیاں کریں گے۔ لیکن رب العالمین خوب جانتا ہے کہ اگر یہ واپس بھی جائیں گے تو وہی سرکشی کریں گے اسی لئے ان کا یہ ارمان پورا نہ ہوگا۔ جیسے اور جگہ فرمایا کہ انہیں ان کے اس سوال پر جواب ملے گا کہ تم تو وہی ہو کہ جب اللہ کی وحدانیت کا بیان ہوتا تھا تو تم کفر کرنے لگتے تھے وہاں اس کے ساتھ شرک کرنے میں تمہیں مزہ آتا تھا۔ پس اب بھی اگر تمہیں لوٹا دیا گیا تو وہی کرو گے جس سے ممانعت کئے جاتے ہو۔ پس فرمایا انہیں کہا جائے گا کہ دنیا میں تو تم بہت جئے۔ تم اس لمبی مدت میں بہت کچھ کر سکتے تھے مثلاً ستر سال جئے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ لمبی عمر میں بھی اللہ کی طرف سے حجت پوری کرنا ہے۔ اللہ سے پناہ مانگنی چاہئے کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ہی انسان برائیوں میں بڑھتا چلا جائے دیکھو تو یہ آیت جب اترتی ہے اس وقت بعض لوگ صرف اٹھارہ سال عمر کے ہی تھے۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں مراد بیس سال کی عمر ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں چالیس سال۔ مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں چالیس سال کی عمر میں انسان کو ہوشیار ہو جانا چاہئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس عمر تک پہنچنا اللہ کی طرف سے عذر بندی ہو جاتا ہے۔ آپ ہی سے ساٹھ سال بھی مروی ہیں۔ اور یہی زیادہ صحیح بھی ہے۔ جیسے ایک حدیث میں بھی ہے گو امام ابن جریر رحمہ اللہ اس کی سند میں کلام کرتے ہیں لیکن وہ کلام ٹھیک نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ساٹھ سال ہی مروی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک منادی یہ بھی ہوگی کہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ جانے والے کہاں ہیں؟ لیکن اس کی سند ٹھیک نہیں۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ساٹھ سال یا ستر سال کی عمر کو پہنچا دیا اس کا کوئی عذر پھر اللہ

---

(۱) [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الايمان : باب اثبات الشفاعة واخراج الموحدين من النار (۱۸۵) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر الشفاعة (۴۳۰۹) تفسير ابن جرير الطبری (۷۹۷)]

(۲) [سورۃ الزخرف: آیت ۷۷] (۳) [سورۃ الزخرف: آیت ۷۴۔۷۵]

(۴) [سورۃ الاسراء: آیت ۹۷] (۵) [سورۃ نبا: آیت ۳۰]

کے ہاں نہیں چلنے کا۔ [1] صحیح بخاری کتاب الرقاق میں ہے اس شخص کا عذر اللہ نے کاٹ دیا جسے ساٹھ سال تک دنیا میں رکھا۔ [2] اس حدیث کی اور سندیں بھی ہیں لیکن اگر نہ بھی ہوتیں تو بھی صرف حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا اسے اپنی صحیح میں وارد کرنا ہی اس کی صحت کا کافی ثبوت تھا۔ ابن جریر کا یہ کہنا کہ اس کی سند کی جانچ کی ضرورت ہے امام بخاری رحمہ اللہ کے صحیح کہنے کے مقابلے میں ایک جو کی بھی قیمت نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم۔ بعض لوگ کہتے ہیں اطباء کے نزدیک طبعی عمر ایک سو بیس برس کی ہے ساٹھ سال تک تو انسان بڑھوتری میں رہتا ہے۔ پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ پس آیت میں بھی اسی عمر کو مراد لینا اچھا ہے اور یہی اس امت کی غالب عمر ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال تک ہیں اور اس سے تجاوز کرنے والے کم ہیں۔ [3] (ترمذی وغیرہ)

امام ترمذی رحمہ اللہ تو اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں اس کی اور کوئی سند نہیں لیکن تعجب ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے یہ کیسے فرما دیا؟ اس کی ایک دوسری سند ابن ابی الدنیا میں موجود ہے۔ خود ترمذی میں بھی یہی حدیث دوسری سند سے کتاب الزہد میں مروی ہے۔ ایک اور ضعیف حدیث میں ہے میری امت میں ستر سال کی عمر والے بھی کم ہوں گے [4] اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے آپ کی امت کی عمر کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا پچاس سے ساٹھ سال تک کی عمر ہے پوچھا گیا ستر سال کی عمر والے؟ فرمایا بہت کم اللہ ان پر اور اسی سال والوں پر اپنا رحم فرمائے۔ [5] (بزار)

اس حدیث کا ایک راوی عثمان بن مطر قوی نہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کی عمر تریسٹھ سال تھی [6] ایک قول ہے کہ ساٹھ سال کی تھی [7] یہ بھی کہا گیا ہے پینسٹھ برس کی تھی۔ [8] واللہ اعلم۔ تطبیق یہ ہے کہ ساٹھ

---

[1] [صحیح: مسند احمد (٢/٢٧٥) مسند الصحابة (٤/٣٤٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٧٧١٣)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب من بلغ ستين سنة فقد اعذر الله (٦٤١٩)]

[3] [حسن: ترمذی: کتاب الدعوات: باب اعمار امتی بين الستين الى السبعين (٣٥٥٠) ابن ماجه: كتاب الزهد: باب الامل والاجل (٤٢٣٦)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

[4] [ضعیف: مسند ابو یعلی (٦٥٤٤) الخطيب فی التاريخ (٥/٤٧٦) مسند الشهاب (٢٥١)] شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابراہیم بن فضل راوی متروک ہے۔]

[5] [ضعیف: مسند بزار (٣٥٨٦) مجمع الزوائد (١٧٥٦٧)] اس میں عثمان بن مطر راوی ضعیف ہے۔]

[6] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المناقب: باب وفاة النبی (٣٥٣٦) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب قدر عمره واقامته بمكة والمدينة (٢٣٤٩)]

[7] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب الجعد (٥٩٠٠)]

[8] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب كم اقام النبی بمكة والمدينة (٢٣٥٢-١٢٢) ترمذی: كتاب المناقب: باب ما جآء فی سنن النبی (٣٦٥١) مسند احمد (١/٢٢٣)]

سال کہنے والے راوی دہائیوں کو لگاتے ہیں اکائیوں کو چھوڑ دیتے ہیں پینسٹھ سال والے سال تولد اور سال وفات کو بھی گنتے ہیں اور تریسٹھ والے ان دونوں برسوں کو نہیں لگاتے۔ پس کوئی اختلاف نہیں فالحمدللہ۔ مترجم)

اور تمہارے پاس ڈرانے والے آ گئے یعنی سفید بال۔ یا خود رسول اللہ ﷺ زیادہ صحیح قول دوسرا ہی ہے جیسے فرمان ہے ﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى﴾ [1] یہ پیغمبر نذیر ہیں۔ پس عمر دے کر رسول بھیج کر اپنی حجت پوری کر دی۔ چنانچہ قیامت کے دن بھی جب دوزخی تمنائے موت کریں گے تو یہی جواب ملے گا کہ تمہارے پاس حق آ چکا تھا یعنی رسولوں کی زبانی ہم پیغام حق تمہیں پہنچا چکے تھے لیکن تم نہ مانے۔ اور آیت میں ہے ﴿مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ [2] ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے۔ سورۂ تبارک [3] میں فرمان ہے جب جہنمی جہنم میں ڈالے جائیں گے وہاں کے داروغے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں آئے تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں آئے تھے لیکن ہم نے انہیں نہ مانا۔ انہیں جھوٹا جانا اور کہہ دیا کہ اللہ نے تو کوئی کتاب وغیرہ نازل نہیں فرمائی۔ تم یونہی بک رہے ہو۔ پس آج قیامت کے دن ان سے کہہ دیا جائے گا کہ نبیوں کی مخالفت کا مزہ چکھو مدت العمر انہیں جھٹلاتے رہے اب آج اپنے اعمال کے بدلے اٹھاؤ اور سن لو کوئی نہ کھڑا ہوگا جو تمہارے کام آ سکے تمہاری کچھ مدد کر سکے اور عذابوں سے بچا سکے یا چھڑا سکے۔

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ۝

یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کے غیب کا جاننے والا ہے۔ یقیناً وہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں سے بھی خبردار ہے ۝ اسی نے تمہیں زمین میں جانشین کیا ہے۔ کفر کرنے والے ہی پر اس کا کفر پڑے گا۔ کافروں کا کفر انہیں ان کے رب کے ہاں بیزاری اور ناخوشی میں ہی بڑھاتا ہے۔ اور کافروں کا کفر کافروں کے حق میں سوائے نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں کرتا ۝

ہر چیز سے خبردار: اللہ تعالیٰ اپنے وسیع اور بے پایاں علم کا بیان فرما رہا ہے کہ وہ آسمان وزمین کی ہر چیز کا عالم ہے دلوں کے بھید سینوں کی باتیں اس پر عیاں ہیں۔ ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ وہ دے گا۔ اس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا ہے۔ کافروں کے کفر کا وبال خود ان پر ہے۔ وہ جیسے جیسے اپنے کفر میں بڑھتے ہیں ویسے ہی اللہ کی ناراضگی ان پر بڑھتی ہے اور ان کا نقصان زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ برخلاف مومن کے کہ اس کی عمر جس قدر بڑھتی ہے نیکیاں بڑھتی ہیں اور درجے پاتا ہے اور اللہ کے ہاں مقبول ہوتا جاتا ہے۔

---

[1] [النجم: ٥٦]
[2] [الاسراء: ١٥]
[3] [الملک: ٨-٩]

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝

پوچھ تو کہ بھلا اپنے ان شریکوں کو ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو۔ مجھے دکھاؤ تو کہ انہوں نے زمین کا کون سا ٹکڑا پیدا کر دیا ہے؟ یا آسمان کے کس حصے میں ان کا ساجھا ہے؟ یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دے رکھی ہے کہ وہ اس کی سندر رکھتے ہوں؟ کچھ نہیں بلکہ یہ ظالم تو ایک دوسروں کو صرف دھوکے بازی کے وعدے دے رہے ہیں ○ یقینی بات ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو اللہ ہی تھامے ہوئے ہے کہ وہ ادھر ادھر نہ ہو جائیں' اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ اگر وہ لغزش کھا جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں کوئی تھام بھی نہیں سکتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت ہی تحمل والا اور بہت ہی بخشنے والا ہے ○

باطل معبودوں نے کچھ بنایا بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اللہ ﷺ سے فرما رہا ہے کہ آپ مشرکوں سے فرمایئے کہ اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے ہو تم مجھے بھی تو ذرا دکھاؤ کہ انہوں نے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ یا یہی ثابت کر دو کہ آسمانوں میں ان کا کونسا حصہ ہے؟ جب کہ نہ وہ خالق نہ ساجھی پھر تم مجھے چھوڑ کر انہیں کیوں پکارتے ہو؟ وہ تو ایک ذرے کے بھی مالک نہیں۔ اچھا یہ بھی نہیں تو کم از کم اپنے کفر و شرک کی کوئی کتابی دلیل ہی پیش کر دو۔ لیکن تم یہ بھی نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم صرف اپنی نفسانی خواہشوں اور اپنی رائے کے پیچھے لگ گئے ہو دلیل کچھ بھی نہیں۔ باطل جھوٹ اور دھوکے بازی میں مبتلا ہو۔ ایک دوسرے کو فریب دے رہے ہو۔ اپنے ان جھوٹے معبودوں کی کمزوری اپنے سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کی جو سچا معبود ہے قدرت و طاقت دیکھو کہ آسمان و زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ ہر ایک اپنی جگہ رکا اور تھما ہوا ہے۔ ادھر ادھر جنبش تو نہیں کر سکتا۔ آسمان کو زمین پر گر پڑنے سے اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے۔ یہ دونوں اس کے فرمان سے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھام سکے روک سکے نظام پر قائم رکھ سکے۔ اس حلیم و غفور اللہ کو دیکھو کہ مخلوق و مملوک' نافرمانی و سرکشی کفر و شرک دیکھتے ہوئے بھی بردباری اور بخشش سے کام لے رہا ہے۔ ڈھیل اور مہلت دیئے ہوئے ہے۔ گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

ابن ابی حاتم میں اس آیت کی تفسیر میں ایک غریب بلکہ منکر حدیث ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ممبر پر بیان فرمایا کہ آپ ﷺ کے دل میں خیال گزرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی سوتا بھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ان کے پاس بھیج دیا جس نے انہیں تین دن تک سونے نہ دیا۔ پھر ان کے ایک ایک ہاتھ میں ایک ایک بوتل دے دی اور حکم دیا کہ ان کی حفاظت کرو یہ گریں نہیں' ٹوٹیں نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں ہاتھوں میں لے کر حفاظت کرنے لگے لیکن نیند کا غلبہ ہونے لگا اونگھ آنے لگی۔ کچھ جھکولے تو ایسے آئے کہ آپ ہوشیار ہو گئے اور بوتل گرنے نہ دی لیکن آخر نیند غالب آ گئی اور بوتلیں ہاتھ سے

چھوٹ کر زمین پر گر گئیں اور چورا چور ہو گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ سونے والا دو بوتلیں بھی نہیں تھام سکتا۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ سوتا تو زمین و آسمان کی حفاظت اس سے کیسے ہوتی؟ [1] لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضور ﷺ کا فرمان نہیں بلکہ بنی اسرائیل کی گھڑت ہے۔

بھلا حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا جلیل القدر پیغمبر یہ بھی تصور کر سکتا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ سوجاتا ہے۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں فرما چکا ہے کہ اسے نہ تو اونگھ آئے نہ نیند۔ زمین و آسمان کی کل چیزوں کا مالک صرف وہی ہے۔ بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو سوتا ہے نہ سونا اس کی شایان شان ہے۔ وہ ترازو کو اونچا نیچا کرتا رہتا ہے۔ دن کے عمل رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے اس کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ اس کا حجاب نور ہے۔ یا آگ ہے۔ اگر اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی تجلیاں جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے سب مخلوق کو جلا دیں۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا شام سے۔ پوچھا وہاں کس سے ملے؟ کہا کعب رحمہ اللہ سے۔ پوچھا کعب رحمہ اللہ نے کیا بات بیان کی؟ کہا یہ کہ آسمان ایک فرشتے کے کندھے تک گھوم رہے ہیں پوچھا تم نے اسے سچ جانا یا جھٹلایا؟ جواب دیا کچھ بھی نہیں۔ فرمایا پھر تو تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ سنو حضرت کعب رحمہ اللہ نے غلط کہا ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

اس کی سند صحیح ہے۔ دوسری سند میں آنے والے کا نام ہے کہ وہ حضرت جندب بجلی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ بھی اس کی تردید کرتے تھے کہ آسمان گردش میں ہیں اور اسی آیت سے دلیل لیتے تھے۔ اور اس حدیث سے بھی جس میں ہے مغرب میں ایک دروازہ ہے جو توبہ کا دروازہ ہے وہ بند نہ ہوگا جب تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہو۔ [2] حدیث بالکل صحیح ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا
جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۝ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيْقُ
الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ
تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۝

پہلے تو یہ لوگ تاکیدی قسمیں کھا رہے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرسنانے والا آجاتا تو یہ ہر ایک امت سے زیادہ راہ یافتہ ہوتے۔ پھر جب ان کے پاس ڈرسنانے والا پیغمبر آ گیا تو یہ تو اور بھی بیزاری اور بدکنے میں بڑھ گئے ○ دنیا میں اپنے تئیں بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور برے مکر کی وجہ سے اور برے مکر کا داؤ مکاروں پر ہی الٹا پڑا کرتا ہے اب انہیں تو صرف اگلوں کے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٥٧٨٢) مسند ابو یعلی (٦٦٦٩)]

[2] [حسن: ترمذی: کتاب الدعوات: باب ماجآء فی فضل التوبة والاستغفار (٣٥٣٦) ابن ماجه: کتاب الفتن: باب طلوع الشمس من مغربها (٤٠٧٠) مسند احمد (٢٤١/٤)] امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

دستور کا ہی انتظار ہے۔تو تو ہرگز اللہ کے دستور کا تبدل وتغیر نہ پائے گا اور نہ کبھی دستور الٰہی کو منتقل ہوتا دیکھے گا ○

قسمیں کھا کر پھر جانے والے: قریش نے اور عرب نے حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے بڑی سخت قسمیں کھا رکھی تھیں کہ اگر اللہ کا کوئی رسول ہم میں آئے تو ہم تمام دنیا سے زیادہ اس کی تابعداری کریں گے۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ﴾ (1) الخ، یعنی اس لئے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم سے پہلے کی جماعتوں پر تو البتہ کتابیں اتریں۔ لیکن ہم تو ان سے بے خبر ہی رہے۔ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم ان سے بہت زیادہ راہ یافتہ ہو جاتے۔ تو لو اب تو خود تمہارے پاس تمہارے رب کی بھیجی ہوئی دلیل آ پہنچی ہدایت ورحمت خود تمہارے ہاتھوں میں دی جا چکی اب بتاؤ کہ رب کی آیتوں کی تکذیب کرنے والوں اور ان سے منہ موڑنے والوں سے زیادہ ظالم کون ہے؟ اور آیتوں میں ہے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے اپنے پاس اگلے لوگوں کے عبرتناک واقعات ہوتے تو ہم اللہ کے مخلص بندے بن جاتے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے اس کے ان کے پاس آ چکنے کے بعد کفر کیا اب انہیں عنقریب اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ ان کے پاس اللہ کے آخری پیغمبر اور رب کی آخری اور افضل ترین کتاب آ چکی لیکن یہ کفر میں اور بڑھ گئے انہوں نے اللہ کی باتیں ماننے سے تکبر کیا خود نہ مان کر پھر اپنی مکاریوں سے اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی اللہ کی راہ سے روکا۔ لیکن انہیں باور کر لینا چاہئے کہ اس کا وبال خود ان پر پڑے گا۔ یہ اللہ کا نہیں البتہ اپنا بگاڑ رہے ہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں مکاریوں سے پرہیز کرو مکر کا بوجھ مکار پر ہی پڑتا ہے اور اس کی جواب دہی اللہ کے ہاں ہوگی۔ (2) حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تین کاموں کا کرنے والا نجات نہیں پا سکتا۔ ان کاموں کا وبال ان پر یقیناً آئے گا مکر، بغاوت اور وعدوں کو توڑ دینا پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ انہیں صرف اسی کا انتظار ہے جو ان جیسے ان پہلے گزرنے والوں کا حال ہوا۔ کہ اللہ کے رسولوں کی تکذیب اور فرمان رسول ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے اللہ کے دائمی عذاب ان پر آ گئے پس یہ تو اللہ تعالیٰ کی عادت ہی ہے اور تو غور کر۔ رب کی عادت بدلتی نہیں نہ پلٹتی ہے جس قوم پر عذاب کا ارادہ الٰہی ہو چکا پھر اس ارادے کے بدلنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا ان پر سے عذاب ہٹیں نہ وہ ان سے بچیں۔ نہ کوئی انہیں گھما سکے۔ واللہ اعلم۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا
اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ
كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا
مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ
كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝

(1) [سورة الانعام: آیت ۱۵۶۔۱۵۷] (2) [الدر المنثور للسیوطی (۵/۴۸۰)]

کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے جو لوگ ان سے بہت زیادہ قوی اور زور آور تھے ان کا کیا کچھ انجام ہوا؟ یاد رکھو آسمان و زمین میں کوئی چیز اللہ کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتی' وہی تو پورے علم والا اور کامل قدرت والا ہے ○ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے کرتوت پر ابھی ہی سزائیں دینے لگتا تو پشت زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا باقی نہ بچتا بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں میعاد مقررہ تک ڈھیل دے رہا ہے' پس جب ان کا وہ وقت مقررہ آ جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے سب بندے اللہ کی نگاہ میں ہیں ○

پہلے نافرمانوں کے انجام سے عبرت پکڑو: حکم ہوتا ہے کہ ان منکروں سے فرما دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں تو سہی کہ ان جیسے ان سے پہلے کے لوگوں کا کیسا عبرت ناک انجام ہوا۔ ان کی نعمتیں چھن گئیں۔ ان کے محلات اجاڑ دیئے گئے' ان کی طاقت تنہا ہوگئی ان کے مال تباہ کر دیئے گئے ان کی اولادیں ہلاک کر دی گئیں۔ اللہ کے عذاب ان پر سے کسی طرح نہ ٹلے۔ آئی ہوئی مصیبت کو وہ نہ ہٹا سکے نوچ لئے گئے' تباہ و برباد کر دیئے گئے' کچھ کام نہ آیا' کوئی فائدہ کسی سے نہ پہنچا۔ اللہ کو کوئی ہرا نہیں سکتا۔ اسے کوئی امر عاجز نہیں کر سکتا۔ اس کا کوئی ارادہ کامیابی سے جدا نہیں اس کا کوئی حکم کسی سے ٹل نہیں سکتا' وہ تمام کائنات کا عالم ہے وہ تمام کاموں پر قادر ہے اگر وہ اپنے بندوں کے تمام گناہوں پر پکڑ کرتا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے ہلاک ہو جاتے۔ جانور اور رزق تک برباد ہو جاتے۔ جانوروں کو ان کے گھونسلوں اور بھٹوں میں بھی عذاب پہنچ جاتا۔ زمین پر کوئی جانور باقی نہ بچتا۔ لیکن اب ڈھیل دیئے ہوئے ہے عذابوں کو موخر کئے ہوئے ہے وقت آ رہا ہے کہ قیامت قائم ہو جائے اور حساب کتاب شروع ہو جائے۔ اطاعت کا بدلہ اور ثواب ملے۔ نافرمانی کا عذاب اور اس کی سزا ہو۔ اجل آنے کے بعد پھر تاخیر نہیں ملنے کی۔ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ بخوبی دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے سورۂ فاطر کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ یٰسٓ

ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن شریف کا دل سورۂ یٰسین ہے۔ سورۂ یٰسین پڑھنے والے کو دس قرآن ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ [1] یہ حدیث غریب ہے اور اس کا راوی مجہول ہے۔ اس باب میں اور روایتیں بھی ہیں لیکن سنداً وہ کچھ اچھی نہیں۔ اور حدیث میں ہے جو شخص رات کو سورۂ یٰسین پڑھے اسے بخش دیا جاتا ہے۔ اور سورۂ دخان پڑھے اسے بھی بخش دیا جاتا ہے [2] اس کی سند بہت عمدہ

---

[1] [موضوع : ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جاء فی فضل یسین (۲۸۸۷)] شیخ البانیؒ اس روایت کو موضوع کہتے ہیں۔[السلسلة الضعيفة (۱۶۹)]

[2] [ضعیف : مسند ابو یعلی (٦٢٢٤) دارمی : کتاب فضائل القرآن : باب فی فضل یسین (٣٤٢٠) طبرانی اوسط (٣٥٠٩)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[١/٣٤٧] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[اتحاف الخيرة المهرة (٥٧٩٦)] شیخ البانیؒ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں [ضعیف الجامع الصغير (٥٧٨٧) ضعیف الترغيب (١/٢٤٥)]

ہے۔مسند کی حدیث میں ہے سورۂ بقرہ قرآن کی کوہان ہے اور اس کی بلندی ہے۔اس کی ایک آیت کے ساتھ اسّی اسّی فرشتے اترتے ہیں۔اس کی ایک آیت آیۃ الکرسی عرش کے نیچے سے لائی گئی ہے اور اس کے ساتھ ملائی گئی ہے سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے اسے جو شخص نیک نیتی سے اللہ کی رضا جوئی کے لئے پڑھے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔اسے ان لوگوں کے سامنے پڑھ کر جو سکرات کی حالت میں ہوں۔ [1] بعض علماء کرام رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس سخت کام کے وقت سورۂ یٰسین پڑھی جاتی ہے اللہ اسے آسان کر دیتا ہے۔مرنے والے کے سامنے جب اس کی تلاوت ہوتی ہے تو رحمت و برکت نازل ہوتی ہے۔اور روح آسانی سے نکلتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ مشائخ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایسے وقت سورۂ یٰسین پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تخفیف کر دیتا ہے اور آسانی ہو جاتی ہے۔ بزار میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ میری چاہت ہے کہ میری امت کے ہر ہر فرد کو یہ سورت یاد ہو۔ [2]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
یٰسٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۙ﴿۳﴾ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ؕ﴿۴﴾ تَنۡزِیۡلَ الۡعَزِیۡزِ
الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۵﴾ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُہُمۡ فَہُمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۶﴾ لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ عَلٰۤی اَکۡثَرِہِمۡ فَہُمۡ
لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۷﴾

رحمٰن و رحیم اللہ کے نام سے شروع

اس باحکمت قرآن کی قسم، تو بھی منجملہ پیغمبروں کے ہے۔سیدھی راہ پر ہے۔اتارا ہوا ہے غالب مہربان کا۔اس لئے کہ تو اس قوم کو ہوشیار کر دے جن کے باپ دادا ڈرائے نہیں گئے تو وہ بالکل بے خبر ہیں۔ان میں سے اکثر لوگوں پر وعدہ عذاب ثابت ہو چکا ہے سو وہ تو ایمان لائیں گے ہی نہیں۔

لفظ یٰسین اور صراط مستقیم کا مفہوم: حروف مقطعات جو سورتوں کے شروع میں ہوتے ہیں جیسے یہاں یٰسین ہے ان کا پورا بیان ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں لہٰذا اب یہاں اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یٰسین سے مراد اے انسان ہے۔بعض کہتے ہیں حبشی زبان میں اے انسان کے معنی میں یہ لفظ ہے۔کوئی کہتا ہے یہ اللہ کا نام ہے پھر فرماتا ہے قسم ہے محکم اور مضبوط قرآن کی جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا۔کہ بالیقین اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ کے سچے رسول ہیں سچے اچھے مضبوط اور عمدہ سیدھے اور صاف دین پر آپ ہیں یہ راہ اللہ رحمٰن و رحیم صراط مستقیم کی ہے۔اسی کا اتارا ہوا یہ دین ہے جو عزت والا اور مومنوں پر خاص مہربانی کرنے والا ہے۔

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۵/۲۶) نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ (۱۰۷۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۰۳۰۰)]

[2] [ضعیف : مسند بزار (۳/۸۷)] اس کی سند میں ابراہیم بن حکم راوی ضعیف ہے۔]

جیسے فرمان ہے ﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [1] الخ' تو یقیناً راہ راست کی رہبری کرتا ہے جو اس اللہ کی سیدھی راہ ہے۔ جو آسمان وزمین کا مالک ہے اور جس کی طرف تمام امور کا انجام ہے۔ تا کہ تو عربوں کو ڈرا دے جن کے بزرگ بھی آگاہی سے محروم تھے جو محض غافل ہیں۔ ان کا تنہا ذکر کرنا اس لئے نہیں کہ دوسرے اس تنبیہہ سے الگ ہیں۔ جیسے کہ بعض افراد کے ذکر سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ کی بعثت عام تھی ساری دنیا کی طرف تھی اس کے دلائل وضاحت وتفصیل سے آیت ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ [2] کی تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں اکثر لوگوں پر اللہ کے عذابوں کا قول ثابت ہو چکا ہے۔ انہیں تو ایمان نصیب نہیں ہونے کا وہ تو تجھے جھٹلاتے ہی رہیں گے۔

إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُم مُّقْمَحُونَ ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا مِن بَيْنِ
أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿٩﴾ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ
أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾ إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ
فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ﴿١١﴾ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلَّ
شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿١٢﴾ ع

ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جو ٹھوڑیوں تک پہنچ گئے ہیں جس سے ان کے سر بھی اونچے ہو گئے ہیں ○ اور ہم نے ان کے آگے پیچھے دیواریں کھڑی کر کے اوپر سے بھی انہیں ڈھانپ دیا ہے پس یہ دیکھ بھی نہیں سکتے ○ تو انہیں ہوشیار کرے یا نہ کرے دونوں ہی برابر ہے یہ ایمان قبول نہیں کریں گے ○ تو تو اسی کو ڈر سنا سکتا ہے جو نصیحت قبول کرے اور رب رحمٰن سے غائبانہ ڈرتا رہے' تو اسے معافی کی اور بہترین ثواب کی خوشخبری سنا دے ○ ہم ہیں جو مردوں کو جلاتے ہیں اور جو کچھ لوگوں نے آگے بھیجا ہے اسے اور ان کے نشانات قدم کو لکھتے جاتے ہیں' اور ہر چیز کا ہم نے لوح محفوظ میں شمار کر رکھا ہے ○

بدنصیب کفار، جن کے مقدر میں ہدایت نہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان بدنصیبوں کا ہدایت تک پہنچنا بہت مشکل بلکہ محال ہے۔ یہ تو ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے ہاتھ گردن پر باندھ دیئے جائیں اور ان کا سر اونچا جا رہا ہو۔ گردن کے ذکر کے بعد ہاتھ کا ذکر چھوڑ دیا لیکن مراد یہی ہے کہ گردن سے ملا کر ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں اور سر اونچے ہیں۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ بولنے میں ایک چیز کا ذکر کر کے دوسری چیز کو جو اسی سے سمجھ لی جاتی ہے اس کا ذکر چھوڑ دیتے ہیں عرب شاعروں کے شعر میں بھی یہ بات موجود ہے غل کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کو گردن تک پہنچا کر گردن کے ساتھ جکڑ بند کر دینے کو۔ اسی لئے گردن کا ذکر کیا اور ہاتھوں کا ذکر چھوڑ دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے باندھ دیئے ہیں اس لئے وہ کسی کار خیر کی طرف ہاتھ بڑھا نہیں سکتے ان کے سر

---

[1] [سورۃ الشوریٰ: آیت ۵۲-۵۳] [2] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۸]

اونچے ہیں ان کے ہاتھ ان کے منہ پر ہیں وہ ہر بھلائی کرنے سے قاصر ہیں گردنوں کے اس طوق کے ساتھ ہی ان کے آگے دیوار ہے جو حق تسلیم کرنے میں مانع ہے۔ پیچھے بھی دیوار ہے یعنی حق کو ماننے میں رکاوٹ ہے یعنی حق سے روک ہے۔ اس وجہ سے تردد میں پڑے ہوئے ہیں حق کے پاس آ نہیں سکتے۔ گمراہیوں میں گرے ہوئے ہیں۔ آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ حق کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ نہ حق کی طرف راہ پائیں۔ نہ حق سے فائدہ اٹھائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں ﴿فَاَعْشَيْنَاهُمْ﴾ عین سے ہے۔ یہ ایک قسم کی آنکھ کی بیماری ہے جو انسان کو نابینا کر دیتی ہے۔ پس اسلام و ایمان کے اور ان کے درمیان چوطرفہ رکاوٹ ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جن پر تیرے رب کا کلمہ حق ہو چکا ہے وہ تو ایمان لانے کے ہی نہیں اگر تو انہیں سب آیتیں بتا دے یہاں تک کہ وہ دردناک عذابوں کو خود دیکھ لیں۔ جسے اللہ روک دے وہ کہاں سے روک ہٹا سکے۔ ایک مرتبہ ابوجہل ملعون نے کہا اگر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ لوں گا تو یوں کروں اور یوں کروں گا اس پر یہ آیتیں اتریں۔ لوگ اسے کہتے تھے یہ ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن اسے آپ دکھائی نہیں دیتے تھے اور پوچھتا تھا کہاں ہیں؟ کہاں ہیں؟ ایک مرتبہ اسی ملعون نے ایک مجمع میں کہا تھا کہ یہ دیکھو کہتا ہے کہ اگر تم اس کی تابعداری کرو گے تو تم بادشاہ بن جاؤ گے۔ اور مرنے کے بعد خلد کے جانشین ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم اس کا خلاف کرو گے تو یہاں ذلت کی موت مارے جاؤ گے اور وہاں عذابوں میں گرفتار ہو گے۔ آج آنے تو دو۔ اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کی مٹھی میں خاک تھی۔

آپ ابتداءِ سورۂ یٰسین سے ﴿لَا يُبْصِرُوْنَ﴾ تک پڑھتے ہوئے آ رہے تھے۔ اللہ نے ان سب کو اندھا کر دیا اور آپ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے تشریف لے گئے۔ ان بدبختوں کا گروہ آپ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھا اس کے بعد ایک صاحب گھر سے نکلے ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے گھیرا ڈالے کھڑے ہو؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں ہیں آج اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے اس نے کہا واہ واہ! وہ تو گئے بھی اور تم سب کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے نکل گئے ہیں۔ یقین نہ ہو تو اپنے سر جھاڑ و اب جو سر جھاڑے تو واقعی خاک نکلی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ابوجہل کی یہ بات دوہرائی گئی تو آپ نے فرمایا اس نے ٹھیک کہا فی الواقع میری تابعداری ان کے لئے دونوں جہان کی عزت کا باعث ہے اور میری نافرمانی ان کے لئے ذلت کا موجب ہے اور یہی ہو گا ان پر مہر اللہ لگ چکی ہے۔ یہ نیک بات کا اثر نہیں لیتے۔ سورۂ بقرہ میں اس مضمون کی آیت گزر چکی ہے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ﴾ [1] الخ، یعنی جن پر کلمہ عذاب ثابت ہو گیا ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے کا گو تو انہیں تمام نشانیاں دکھا دے یہاں تک کہ وہ خود اللہ کے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ ہاں تیری نصیحت ان پر اثر کر سکتی ہے جو بھلی بات کی تابعداری کرنے والے ہیں۔ قرآن کو ماننے والے ہیں دین دیکھنے والے اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور ایسی جگہ بھی اللہ کا خوف رکھتے ہیں جہاں کوئی اور دیکھنے والا نہ ہو۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ ہمارے حال پر مطلع ہے اور ہمارے افعال کو دیکھ رہا ہے ایسے لوگوں کو تو گناہوں کی معافی کی

---

[1] [سورۂ یونس: آیت ۹۶-۹۷]

اور اجر عظیم وجمیل کی خوشخبری پہنچا دے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جو لوگ پوشیدگی میں بھی اللہ کا خوف رکھتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور ثواب کبیر ہے۔ ہمیں ہیں جو مردوں کو زندگی دیتے ہیں ہم قیامت کے دن انہیں نئی زندگی میں پیدا کرنے پر قادر ہیں۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ مردہ دلوں کے زندہ کرنے پر بھی اس اللہ کو قدرت ہے وہ گمراہوں کو بھی راہ راست پر ڈال دیتا ہے۔ جیسے اور مقام پر مردہ دلوں کا ذکر کر کے قرآن حکیم نے فرمایا ﴿اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ﴾ [1] الخ، جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے ہم نے تمہاری سمجھ بوجھ کے لئے بہت کچھ بیان فرما دیا۔ اور ہم ان کے پہلے بھیجے ہوئے اعمال لکھ لیتے ہیں اور ان کے آثار بھی۔ یعنی جو یہ اپنے بعد باقی چھوڑ آئے۔ اگر خیر باقی چھوڑ آئے تو جزا اور سزا نہ پائیں گے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے جو شخص اسلام میں نیک طریقہ جاری کرے اسے اس کا اور اسے جو کریں اس سب کا بدلہ ملتا ہے۔ لیکن ان کے بدلے کم ہو کر نہیں۔ اور جو شخص کسی برے طریقے کو جاری کرے اس کا بوجھ اس پر ہے اور اس کا بھی جو اس پر اس کے بعد کاربند ہوں۔ لیکن ان کا بوجھ گھٹا کر نہیں۔ [2] (مسلم)

ایک لمبی حدیث میں اس کے ساتھ ہی قبیلہ مضر کے چادر پوش لوگوں کا واقعہ بھی ہے اور آخر میں ﴿وَنَكۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا﴾ پڑھنے کا ذکر بھی ہے۔ صحیح مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام عمل کٹ جاتے ہیں مگر تین عمل۔ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے اور وہ صدقہ جاریہ جو اس کے بعد بھی باقی رہے۔ [3]

مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ گمراہ لوگ جو اپنی گمراہی باقی چھوڑ جائیں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہر وہ نیکی بدی جسے اس نے جاری کیا اور اپنے بعد چھوڑ گیا۔ بغوی بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ اس جملے کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ مراد آثار سے نشان قدم ہیں جو اطاعت یا معصیت کی طرف اٹھیں۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اے ابن آدم! اگر اللہ تعالیٰ تیرے کسی فعل سے غافل ہوتا تو تیرے نشان قدم سے غافل ہوتا جنہیں ہوا مٹا دیتی ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے اور تیرے کسی عمل سے غافل نہیں۔ تیرے جتنے قدم اس کی اطاعت میں اٹھتے ہیں اور جتنے قدم تو اس کی معصیت میں اٹھاتا ہے سب اس کے ہاں لکھے ہوئے ہیں۔ تم میں سے جس سے ہو سکے وہ اللہ کی فرماں برداری کے قدم بڑھا لے۔ اسی معنی کی بہت سی حدیثیں بھی ہیں۔

پہلی حدیث: مسند احمد میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مسجد نبوی کے آس پاس کچھ مکانات خالی ہوئے تو قبیلہ بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے محلے سے اٹھ کر یہیں قرب مسجد کے مکانات میں آبسیں جب اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کیا ٹھیک ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ

---

[1] [سورة الحديد : آیت ۱۷]

[2] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة (۱۰۱۷)]

[3] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الوصية : باب ما يلحق الانسان من الثوب بعد وفاته (۱۶۳۱)]

ہاں آپ نے دو مرتبہ فرمایا اے بنو سلمہ! اپنے مکانات میں ہی رہو تمہارے قدم اللہ کے ہاں لکھے جاتے ہیں۔ (۱)

دوسری حدیث: ابن ابی حاتم کی اسی روایت میں ہے کہ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور اس قبیلے نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ بزار کی اسی روایت میں ہے کہ بنو سلمہ نے مسجد سے اپنے گھر دور ہونے کی شکایت حضور ﷺ سے کی اس پر یہ آیت اتری اور پھر وہ وہیں رہتے رہے۔ لیکن اس میں غرابت ہے کیونکہ اس میں اس آیت کا اس بارے میں نازل ہونا بیان ہوا ہے اور یہ پوری سورت مکی ہے۔ (۲) فاللہ اعلم۔

تیسری حدیث: ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جن بعض انصار کے گھر مسجد سے دور تھے انہوں نے مسجد کے قریب کے گھروں میں آنا چاہا اس پر یہ آیت اتری تو انہوں نے کہا اب ہم ان گھروں کو نہیں چھوڑیں گے۔ یہ حدیث موقوف ہے۔ (۳)

چوتھی حدیث: مسند احمد میں ہے کہ ایک مدنی صحابی کا مدینہ شریف میں انتقال ہوا تو آپ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھا کر فرمایا کاش! کہ یہ اپنے وطن کے سوا کسی اور جگہ فوت ہوتا کسی نے کہا یہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ جب کوئی مسلمان غیر وطن میں فوت ہوتا ہے تو اس کے وطن سے لے کر وہاں کی زمین تک کا ناپ کر کے اسے جنت میں جگہ ملتی ہے۔ (۴) ابن جریر میں حضرت ثابت رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز کے لئے مسجد کی طرف چلا میں جلدی جلدی بڑے بڑے قدموں سے چلنے لگا تو آپ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور اپنے ساتھ آہستہ آہستہ ہلکے ہلکے قدموں سے لے جانے لگے جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا میں حضرت زید بن ثابت رحمہ اللہ کے ساتھ مسجد میں جا رہا تھا اور تیز قدم چل رہا تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے انس رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ نشانات قدم لکھے جاتے ہیں؟ اس قول سے پہلے قول کی مزید تائید ہوتی ہے کیونکہ جب نشان قدم تک لکھے جاتے ہیں تو پھیلائی ہوئی بھلائی کیوں نہ لکھی جاتی ہوگی؟ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا کل کائنات جمیع موجودات مضبوط کتاب لوح محفوظ میں درج ہے۔ جوام الکتاب ہے یہی تفسیر بزرگوں سے آیت ﴿يَوْمَ نَدْعُوا﴾ (۵) کی تفسیر میں بھی مروی ہے کہ ان کا نامہ اعمال جس میں خیر و شر درج ہے۔ جیسے اور آیت ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ﴾ (۶) الخ، اور آیت ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ

---

(۱) [صحیح: صحيح مسلم: كتاب الصلاة: باب فضل كثرة الخطا الى المسجد (٦٦٥)]

(۲) [صحیح: ترمذی: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة يس (٣٢٢٦) تفسير ابن جرير الطبرى (٢٩٠٧٣)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ جبکہ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

(۳) [ضعیف: تفسير ابن جرير الطبرى (٢٩٠٦٩)] اس کی سند میں سماک بن حرب عن عکرمہ ضعیف ہے۔]

(۴) [حسن: ابن ماجه: كتاب الجنائز: باب ماجاء فيمن مات غريبا (١٦١٤) نسائى: كتاب الجنائز: باب الموت بغير مولده (١٨٣٣) مسند احمد (٢/١٧٧)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحيح ابن ماجه، صحيح نسائى] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(۵) [الاسراء: ٧١] (۶) [الكهف: ٤٩]

﴿وَجِیْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ﴾ [1] الخ‘ میں ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝١٣ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۝١٤ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝١٥ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۝١٦ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝١٧

وقف لازم

ان کے سامنے ایک بستی والوں کا حال بیان کیجئے جب کہ وہاں رسول آئے۔ہم نے پہلے تو ان کے پاس دو رسول بھیجے ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا تو ہم نے ان کی تائید ایک تیسرے رسول سے کی تینوں نے کہا کہ یقیناً ہم تمہاری جانب اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔بستی والوں نے جواب دیا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو فی الواقع اللہ رحمان نے تو کچھ بھی نہیں اتارا تم قطعاً جھوٹ بول رہے ہو۔رسولوں نے کہا ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف اللہ کے رسول ہی ہیں۔اور ہمارے ذمے تو صرف کھلا کھلا پیغام پہنچا دینا ہی ہے۔

پیغمبر کی تسلی کے لیے ایک قصہ: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم فرما رہا ہے کہ آپ اپنی قوم کے ساتھ ان سابقہ لوگوں کا قصہ بیان فرمایئے جنہوں نے ان سے پہلے اپنے رسولوں کو ان کی طرح جھٹلایا تھا۔ یہ واقعہ شہر انطا کیہ کا ہے۔وہاں کے بادشاہ کا نام انطیخش تھا اس کے باپ اور دادا کا نام بھی یہی تھا یہ سب راجہ پرجابت پرست تھے۔ان کے پاس اللہ کے تین رسول آئے۔صادق‘ صدوق اور شلوم۔(اللہ کے درود وسلام ان پر نازل ہوں)۔ لیکن ان بدنصیبوں نے سب کو جھٹلایا۔عنقریب یہ بیان بھی آ رہا ہے کہ بعض بزرگوں نے اسے نہیں مانا کہ یہ واقعہ انطا کیہ کا ہو‘ پہلے تو اس کے پاس دو رسول آئے انہوں نے انہیں نہ مانا ان دو کی تائید میں پھر تیسرے نبی آئے‘ پہلے دو رسول کا نام شمعون علیہ السلام اور یوحنا علیہ السلام تھا اور تیسرے رسول کا نام بولص علیہ السلام تھا۔ان سب نے کہا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اس نے ہماری معرفت تمہیں حکم بھیجا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔حضرت قتادہ بن دعامہ کا خیال ہے کہ یہ تینوں بزرگ جناب مسیح علیہ السلام کے بھیجے ہوئے تھے‘ بستی کے ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو پھر کیا وجہ؟ کہ تمہاری طرف اللہ کی وحی آئے اور ہماری طرف نہ آئے؟ ہاں اگر تم رسول ہوتے تو چاہئے تھا کہ تم فرشتے ہوتے۔اکثر کفار نے یہی شبہ اپنے اپنے زمانے کے پیغمبروں کے سامنے پیش کیا تھا۔جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ [2] الخ‘ یعنی لوگوں کے پاس رسول آئے اور انہوں نے جواب دیا کہ کیا انسان ہمارے ہادی بن کر آ گئے؟ اور آیت میں ہے ﴿قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ [3] الخ‘ یعنی تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو تم صرف یہ چاہتے ہو کہ ہمیں اپنے باپ دادوں کے معبودوں سے روک دو۔جاؤ کوئی کھلا غلبہ لے کر آؤ۔اور جگہ قرآن پاک

---

[1] [الزمر : ٦٩] [2] [التغابن : ٦] [3] [ابراهیم : ١٠]

میں ہے ﴿وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴾ [1] یعنی کافروں نے کہا کہ اگر تم نے اپنے جیسے انسانوں کی تابعداری کی تو یقیناً تم بڑے ہی گھاٹے میں پڑ گئے۔ اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ آیت ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا﴾ [2] الخ' میں اس کا بیان ہے۔ یہی ان لوگوں نے بھی ان تینوں نبیوں سے کہا کہ تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو اور حقیقت میں اللہ نے تو کچھ بھی نازل نہیں فرمایا تم یونہی غلط سلط کہہ رہے ہو۔ پیغمبروں نے جواب دیا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ ہم اس کے سچے رسول ہیں۔ اگر ہم جھوٹے ہوتے تو اللہ پر جھوٹ باندھنے کی سزا ہمیں اللہ تعالیٰ دے دیتا لیکن تم دیکھو گے کہ وہ ہماری مدد کرے گا اور ہمیں عزت عطا فرمائے گا۔ اس وقت تمہیں خود روشن ہو جائے گا کہ کون شخص باعتبار انجام کے اچھا رہا؟ جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا﴾ [3] الخ' میرے تمہارے درمیان اللہ کی شہادت کافی ہے۔ وہ تو آسمان و زمین کے غیب جانتا ہے' باطل پر ایمان رکھنے والے اور اللہ سے کفر کرنے والے ہی نقصان یافتہ ہیں' سنو! ہمارے ذمے تو صرف تبلیغ ہے مانو گے تمہارا بھلا ہے نہ مانو گے تو پچھتاؤ گے ہمارا کچھ نہیں بگاڑو گے کل اپنے کئے کا خمیازہ بھگتو گے۔

قَالُوْۤا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا
طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۚ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

وہ کہنے لگے کہ ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں' اگر تم اب بھی باز نہ آئے تو یقین مانو کہ ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور تمہیں ہماری طرف سے سنگین سزا دی جائے گی ○ رسولوں نے جواب دیا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی ہے۔ کیا یہی نحوست ہے کہ تمہیں سمجھایا گیا ہے اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ کسی حد پر قائم ہی نہیں ہو ○

پیغمبروں کے ساتھ سابقہ کفار کا رویہ: ان کافروں نے ان رسولوں سے کہا کہ تمہارے آنے سے ہمیں کوئی برکت و خیریت تو ملی نہیں۔ بلکہ اور برائی اور بدی پہنچی ہے۔ تم ہو ہی بدشگون اور تم جہاں جاؤ گے بلائیں برسیں گی۔ سنو! اگر تم اپنے اس طریقے سے باز نہ آئے اور یہی کہتے رہے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ اور سخت المناک سزائیں دیں گے۔ رسولوں نے جواب دیا کہ تم خود بدفطرت ہو۔ تمہارے اعمال ہی برے ہیں اور اسی وجہ سے تم پر مصیبتیں آنے کی ہیں۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ یہی بات فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے مومنوں سے کہی تھی۔ جب انہیں کوئی راحت ملتی تو کہتے ہم تو اس کے مستحق ہی تھے۔ اور اگر کوئی رنج پہنچتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مومنوں کی بدشگونی پر اسے محمول کرتے جس کے جواب میں جناب باری نے فرمایا ﴿اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ یعنی ان کی مصیبتوں کی وجہ ان کے بداعمال ہیں جن کا وبال ہماری جانب سے انہیں پہنچ رہا ہے قوم صالح علیہ السلام نے بھی اپنے نبی سے یہی کہا تھا اور یہی جواب پایا تھا۔ خود جناب پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی کہا گیا ہے جیسے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ

---

[1] [المومنون : ٣٤] [2] [الاسراء : ٩٤] [3] [العنكبوت : ٥٢]

﴿يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾[1] الخ۔

یعنی اگر ان کافروں کو کوئی نفع ہوتا ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی نقصان ہوتا ہے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے تو کہہ دے کہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے۔ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان سے یہ بات بھی نہیں سمجھی جاتی؟ پھر فرماتا ہے کہ صرف اسی وجہ سے کہ ہم نے تمہیں نصیحت کی، تمہاری خیر خواہی کی، تمہیں بھلی راہ سمجھائی، تمہاری اللہ کی توحید کی طرف راہ نمائی کی تمہیں اخلاص وعبادت کے طریقے سکھائے تم ہمیں منحوس سمجھنے لگے؟ اور ہمیں اس طرح ڈرانے اور دھمکانے لگے؟ اور خوفزدہ کرنے لگے؟ اور مقابلہ پر اتر آئے؟ حقیقت یہ ہے کہ تم فضول خرچ لوگ ہو۔ حدود الٰہیہ سے تجاوز کر جاتے ہو۔ ہمیں دیکھو کہ ہم تمہاری بھلائی چاہیں۔ تمہیں دیکھو کہ تم ہم سے برائی سمجھو۔ بتاؤ تو بھلا یہ کوئی انصاف کی بات ہے؟ افسوس تم انصاف کے دائرے سے نکل گئے۔

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٠﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْــَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢١﴾

اسی بستی کے دور دراز مقام سے ایک شخص دوڑتا بھاگتا آیا کہنے لگا کہ اے میری قوم ان رسولوں کی پیروی کرو○ ان کی راہ چلو یہ تو تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتے پھر ہیں بھی راہ راست پر○

ایک داعی کی دعوت: مروی ہے کہ اس بستی کے لوگ یہاں تک سرکش ہو گئے کہ انہوں نے پوشیدہ طور پر نبیوں کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ ایک مسلمان شخص جو اس بستی کے آخری حصے میں رہتا تھا جس کا نام حبیب تھا اور رسے کا کام کرتا تھا۔ تھا بھی بیمار۔ جذام کی بیماری تھی، بہت سخی آدمی تھا۔ جو کماتا تھا اس کا آدھا حصہ راہ للہ خیرات کر دیا کرتا تھا۔ دل کا نرم اور فطرت کا اچھا تھا۔ لوگوں سے الگ تھلگ ایک غار میں بیٹھ کر اللہ عزوجل کی عبادت کیا کرتا تھا۔ اس نے جب اپنی قوم کے اس بد ارادے کو کسی طرح معلوم کر لیا تو اس سے صبر نہ ہو سکا دوڑتا بھاگتا آیا۔ بعض کہتے ہیں بڑھئی تھے۔ ایک قول ہے کہ یہ دھوبی تھے۔ عمر بن حکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں جوتی گانٹھنے والے تھے۔ (اللہ ان پر رحم کرے)۔ انہوں نے آ کر اپنی قوم کو سمجھانا شروع کیا۔ کہ تم ان رسولوں کی تابعداری کرو۔ ان کا کہا مانو۔ ان کی راہ پر چلو۔ دیکھو تو یہ اپنا کوئی فائدہ نہیں کر رہے یہ تم سے تبلیغ رسالت پر کوئی بدلہ نہیں مانگتے۔ اپنی خیر خواہی کی کوئی اجرت تم سے طلب نہیں کر رہے۔ درد دل سے تمہیں اللہ کی توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور سیدھے اور سچے راستے کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ خود بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ تمہیں ضرور ان کی دعوت پر لبیک کہنا چاہئے اور ان کی اطاعت کرنی چاہئے۔ لیکن قوم نے ان کی ایک نہ سنی بلکہ انہیں شہید کر دیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

الحمد للہ تفسیر ابن کثیر کا بائیسواں پارہ ختم ہوا۔

[1] [سورۃ النسآء: آیت ۷۸]